نعم عذاب القبر حقٌّ

ہاں عذابِ قبر حق ہے (بخاری)

المسند في عذابِ القبر

تالیف

محمد ارشد کمال

مکتبہ اسلامیہ

نعم عذاب القبر حق

ہاں عذاب قبر حق ہے (بخاری)

المسند في عذاب القبر

تالیف

محمد ارشد کمال

مکتبہ اسلامیہ

فہرست

تقریظ

چند درجن سالوں پر مشتمل مختصر دنیوی زندگی گزارنے کے بعد انسان عالم قبر (عالم برزخ) میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ ہر انسان کی عمر محدود ہے اس میں کوئی دوسری رائے نہیں، البتہ آج کل بعض مادیت پرست عذاب قبر کا انکار کرنے لگے ہیں جس کی کوئی بھی معقول دلیل موجود نہیں، اس کے برعکس اثبات عذاب قبر پر بہت سی آیات قرآنیہ اور سینکڑوں احادیث نبویہ موجود ہیں۔

جب بھی کوئی فتنہ سر اٹھاتا ہے تو وارثان انبیاء اس کی سرکوبی کے لیے کمر کس لیتے ہیں، فتنہ منکرین عذاب قبر کی تردید فاضل نوجوان مولانا محمد ارشد کمال نے اپنی دو عدد تصانیف میں کی ہے پہلی کتاب ''عذاب قبر کتاب وسنت کی روشنی میں'' زیور طبع سے آراستہ ہو کر داد تحسین وصول کر چکی ہے۔ جبکہ "المسند فی عذاب القبر" موصوف کی اس سلسلے میں دوسری کاوش ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مولانا محمد ارشد کمال نے ان تمام صحیح احادیث کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے جو قبر میں ملنے والی جزا و سزا کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ ان احادیث کو مکمل تخریج اور تحقیق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ان احادیث کی تعداد سو (۱۰۰) سے متجاوز ہے یہ احادیث تیس سے زائد صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جن کا تذکرہ محترم مؤلف نے حروف تہجی کی ترتیب سے کیا ہے، تاکہ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ ہر صحابی کی مرویات پیش کرنے سے پہلے صحابی کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

طالبانِ علم کے لیے اس کتاب کے وہ مقامات انتہائی مفید ثابت ہوں گے جہاں مؤلف نے مختلف متوقع سوالات اٹھا کر مدلل اور مسکت جوابات دیے ہیں۔ بعض مقامات پر اشکال یا اعتراض کا عنوان قائم کر کے انہوں نے اشکالات اور اعتراضات کے جوابات تحریر کیے ہیں۔ مثلاً مرویات ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیان میں ''قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تعداد'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں: بعض روایات میں ہے کہ قبر میں دو فرشتے سوال کرنے آتے ہیں جبکہ بعض میں ایک فرشتے کا ذکر ہے۔ تو یہ بھی انسان کے ایمان اور

کفر کی کمی وبیشی کے لحاظ سے ہے یعنی بعض لوگوں کے پاس دو فرشتے ایک ساتھ سوال کرنے آتے ہیں تا کہ اس پر گھبراہٹ زیادہ ہو اور یہ سوال تمام لوگوں کے چلے جانے کے بعد ہوگا تا کہ خوف دہراس زیادہ ہو۔ کسی کے پاس دفن کرنے والوں کے جانے سے پہلے ہی سوال ہوگا تا کہ تخفیف ہو جائے اور کسی کے پاس صرف ایک ہی فرشتہ آتا ہے تا کہ اس سے زیادہ سوال نہ ہوں اور یہ چیز مؤمن کے لیے باعث مسرت جبکہ کافر کے لیے پریشانی کا سبب ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آنے والے فرشتے دو ہی ہوں اور سوال صرف ایک ہی کرے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کے ذیل میں ''عذاب قبر کی وحی کب نازل ہوئی'' کے عنوان کے تحت مؤلف لکھتے ہیں: ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ عذاب قبر سے متعلق وحی مدینہ میں ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ لیکن اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی جن آیات کو عذاب قبر کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے ان میں سے کئی ایک مکی ہیں اگر ان سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں اس کا انکار کیوں فرمایا؟ جیسا کہ ان مذکورہ روایات میں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مکی آیات میں صرف کفار کے لیے عذاب قبر کا ذکر تھا مسلمان اس میں شامل نہیں تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار فرمایا۔ گویا آپ کا انکار مسلمان گناہ گاروں کے متعلق تھا لیکن مدینہ میں اس یہودیہ کے قصے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ مسلمان گناہ گار بھی اس عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

یہ اور اس طرح کی دیگر بحثوں سے توفیق بین الاحادیث سے متعلق بہت سے علمی نکات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس تالیف کو مؤلف، جملہ معاونین اور ناشر کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ اے محسن حقیقی! اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرما کر خلق کثیر کے لیے نافع بنا دے۔

آمین یا منان یا بدیع السموات والارض۔

حافظ محمد شہباز حسن

نائب مدیر مجلہ دعوۃ التوحید اسلام آباد

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ!

روح اور بدن کی جدائی کا نام موت ہے۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس سے کسی بھی ذی روح کو مفر نہیں۔ موت دراصل عالم دنیا سے عالم آخرت میں داخلے کا ذریعہ ہے جہاں سے انسان کی ابدی حیات کا آغاز ہوتا ہے۔ آخرت اس عالم کا نام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے فرمانبرداروں کے لیے عیش ہی عیش جبکہ نافرمانوں کے لیے عذاب ہی عذاب ہے۔

عالم آخرت کے دو مرحلے ہیں ایک عالم برزخ یعنی موت سے لے کے حساب وکتاب کے لیے دوبارہ اٹھائے جانے تک اور دوسرا مرحلہ دوبارہ اٹھائے جانے یعنی عالم حشر سے شروع ہوگا۔

عالم برزخ میں ملنے والی سزا کو عذاب قبر کہا جاتا ہے اس لیے کہ ایک تو مردوں کا قبروں میں دفن ہونا اغلب واکثر ہے جیسا کہ علامہ جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں: قال العلماء: عذاب القبر هو عذاب البرزخ، أضيف إلى القبر لأنه الغالب.[1]

''علما نے فرمایا ہے کہ عذاب قبر عذاب برزخ ہی (کا نام) ہے اسے قبر کی طرف منسوب اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ (مردوں کا قبروں میں دفن ہونا) اغلب واکثر ہے۔

اور دوسرا اس وجہ سے بھی کہ جنھیں فی الوقت کسی بنا پر قبر نہیں مل سکی وہ بھی ایک نہ ایک دن اسی زمین میں چلے جائیں گے جو آخر کار ان کے لیے قبر بن جائے گی اور پھر حشر کے دن سارے انھی زمینی قبروں سے ہی اٹھائے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾[2]

''اور بے شک قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔''

[1] شرح الصدور، ص: ١٦٤۔ [2] ٢٢/ الحج: ٧۔

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنَٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ﴾ [1]

''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں واپس لوٹائیں گے اور پھر اسی سے دوبارہ قیامت کے دن ہم تمہیں نکالیں گے۔''

یاد رہے کہ عذاب قبر دین اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے، قرآن مجید سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۲۷، طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۴ تا ۱۲۶، المومن آیت نمبر ۴۵، ۴۶ کے علاوہ بے شمار مقامات اس پر دلالت کرتے ہیں۔ [2]

عذاب قبر کے متعلق احادیث بھی اس قدر مروی ہیں کہ جن کی تعداد تواتر تک پہنچ چکی ہے جیسا کہ آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إعلم أن مذهب اهل السنة إثبات عذاب القبر وقد تظاهرت عليه دلائل الكتاب والسنة، قال الله تعالىٰ: ﴿ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا...... ﴾ وقد تظاهرت به الاحاديث الصحيحة عن النبي ﷺ من رواية جماعة من الصحابة في مواطن كثيرة. [3]

جان لو! اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر برحق اور اس پر کتاب وسنت کے واضح دلائل موجود ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وہ آگ ہے جس پر فرعونی صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں......'' اور نبی ﷺ سے بھی عذاب قبر کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ موجود ہیں جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بہت سے موقعوں پر بیان کیا ہے۔

علامہ ابن ابی العز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وقد تواترت الأخبار عن رسول الله ﷺ في ثبوت عذاب القبر ونعيمه لمن كان لذلك أهلا وسوال الملكين فيجب إعتقاد ثبوت ذلك، والإيمان به، ولا نتكلم في كيفيته إذ ليس للعقل وقوف على كيفيته لكونه لا عهد له به في هذه الدار، والشرع لا ياتي بما يحيله المعقول، ولكنه قد ياتي بما تهار فيه العقول. [4]

---

[1] ۲۰/ طٰہٰ: ۵۵۔ [2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں راقم کی کتاب ''عذاب قبر'' طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

[3] مسلم مع شرح نووی ۲/ ۳۸۵، ۳۸۶۔ [4] مهذب شرح العقيدة الطحاوية: ۳۱۹۔

رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے ثبوت اور اس کی نعمتیں ان لوگوں کے لیے جو ان کے اہل ہیں، کے بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں اسی طرح دو فرشتوں کا قبر میں سوال کرنا، اس کے ثبوت پر عقیدہ رکھنا اور ایمان لانا واجب ہے اور ہم اس کی کیفیت پر کلام نہیں کرتے کیونکہ ان امور پر واقفیت رکھنا عقل کا کام نہیں اس لیے کہ اس دنیا میں اس کا علم ممکن نہیں اور شریعت ایسے امور نہیں لاتی جو عقلاً محال ہوں ہاں ایسے امور ضرورت لاتی ہے جس میں عقلیں دنگ رہ جائیں۔

اسی طرح علامہ مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ نے ”لقط اللآلی المتناثرہ فی الأحادیث المتواترہ“ اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے قطف الأزهار المتناثرہ فی الأخبار المتواترہ میں عذاب قبر کی احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔

علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خوب جان لو کہ کتاب وسنت کے ظاہر دلائل کی بنا پر عذاب قبر برحق ہے جس پر جملہ اہل اسلام کا اجماع ہے اور اس بارے میں اس قدر تواتر کے ساتھ احادیث مروی ہیں کہ اگر انہیں صحیح تسلیم نہ کیا جائے تو پھر دین کا کوئی بھی امر صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ [1]

عقلی وعلمی گمراہیوں میں غرق ہونے والے لوگ اور بے دین افراد اگرچہ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس کے برحق ہونے پر کتاب وسنت میں دلائل کے انبار موجود ہیں اسی لیے جملہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے اور وہ اسے برحق مانتے ہوئے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومن الإيمان باليوم الآخر الإيمان بكل ما أخبر به النبي ﷺ مما يكون بعد الموت فيؤمنون بفتنة القبر وبعذاب القبر ونعيمه. [2]

اور آخرت پر ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نبی ﷺ نے موت کے بعد کے احوال کے متعلق جو بھی خبر دی ہے ان سب پر ایمان لاتے ہوئے انسان فتنۂ قبر، عذاب

[1] مرعاة: ١/ ١٣٠۔ [2] شرح العقيدة الواسطية ١٤٠۔

قبر اور ثواب قبر پر بھی ایمان رکھے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جناب حنبل بن اسحاق شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عذاب قبر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: هذه أحاديث صحاح نؤمن بها ونقر بها كلما جاء عن النبى ﷺ إسناد جيد أقررنا به إذا لم نقر بما جاء به رسول الله ﷺ ورفعناه ورددناه رددنا على الله أمره، قال الله تعالى: ﴿وما اتاكم الرسول فخذوه......﴾ [1]

عذاب قبر کے متعلق احادیث صحیحہ موجود ہیں جن پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور سچے دل سے اقرار کرتے ہیں۔ جب بھی نبی ﷺ سے جید سند کے ساتھ کوئی حدیث ہم تک پہنچے گی تو ہم اس کا سچے دل سے اقرار کریں گے کیونکہ اگر ہم نے اس قسم کی احادیث کو ٹھکرا دیا تو گویا اللہ تعالیٰ کے حکم کو ٹھکرا دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ دیں اسے لے لو۔"

جناب حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا عذاب قبر برحق ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: حق، يعذبون فى القبور. ہاں عذاب قبر برحق ہے مردوں کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔

جناب حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا: نؤمن بعذاب القبر وبمنكر ونكير وأن العبد يسأل فى قبره ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ [2]

ہم عذاب قبر اور منکر ونکیر پر ایمان رکھتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ قبر میں بندے سے سوال کیا جاتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ذریعے دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتے ہیں۔"

عقیدہ عذاب قبر اس قدر اہم ہے کہ اس پر بڑے بڑے محدثین اور آئمہ کرام نے

---

[1] ٥٩/ الحشر: ٧۔ [2] ١٤/ ابراھیم: ٢٧؛ كتاب الروح: ٧٧۔

باقاعدہ کتب تالیف فرمائی جیسا کہ امام بیہقی، ابن ابی الدنیا، قرطبی، ابن رجب، ابن قیم اور جلال الدین سیوطی ﷭ وغیرہ ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی نے ''اثبات عذاب القبر'' ابن ابی الدنیا نے ''کتاب القبور اور کتاب الاھوال'' قرطبی نے ''التذکرۃ'' ابن رجب نے ''اھوال القبور'' ابن قیم نے ''کتاب الروح'' اور جلال الدین سیوطی نے ''شرح الصدور'' جیسی گراں قدر کتب تالیف فرمائیں۔

ان کے علاوہ دیگر جلیل القدر محدثین نے بھی اپنی اپنی کتب میں اس سلسلے میں مروی احادیث کو بیان کیا اور ان پر باقاعدہ ابواب مقرر فرما کر عذاب قبر کا برحق ہونا ثابت کیا۔

عقلی گمراہیوں میں مستغرق بعض حضرات اور بے دین افراد نے عذاب قبر کا انکار محض اس وجہ سے کر دیا کہ یہ ہمیں نظر نہیں آتا اور ہماری عقل اسے تسلیم نہیں کرتی حالانکہ ہمیں سمجھ نہ آنا اور دکھائی نہ دینا، یہ اس کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی کہ اس چیز کا کوئی وجود ہی نہیں۔ اگر ہم غور کریں تو پتا چلے گا کہ اس کائنات میں کتنی ہی ایسی اشیاء ہیں جن کا وجود مسلم ہے لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آتیں۔

اسی قسم کے ایک منکر عذاب قبر سے ہمارے ایک دوست کی بات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ عذاب قبر اگر برحق ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ لہٰذا یہ سب من گھڑت ہے تو اس پر ہمارے دوست نے اسے ایک زبردست تھپڑ رسید کیا اور پوچھا کہ بتا تکلیف ہوئی ہے؟ وہ کہنے لگا: ہاں، ہمارے دوست نے کہا: دکھا کہاں ہو رہی ہے؟ اس نے جواب دیا جسم پر ہو رہی ہے۔ اس نے کہا نظر تو نہیں آتی لہٰذا آپ اپنے اصول کے تحت جھوٹے ہیں۔

بہر حال یہ بھی حکمت کا تقاضا ہے کہ عالم برزخ میں ہونے والی کارروائی نظروں سے اوجھل رہے۔ کیونکہ اگر ہم اسے سن لیں تو مارے خوف کے کبھی قبرستان کے پاس سے نہ گزریں، مردے دفنانا چھوڑ دیں، بلکہ اس کے پاس ہی نہ جائیں، رات کی نیندیں اڑ جائیں، یہ سب محض عذاب سننے سے ہے تو اگر عذاب دیکھ لیں تو کیا بنے؟

اخروی معاملات کو پردہ غیب میں رکھنے اور عقلوں کی پہنچ سے دور رکھنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ غیب پر ایمان لانے والے اور منکرین میں تمیز کی جا سکے۔

اسی طرح بعض اور گمراہ گروہ بھی ہیں جنہوں نے اس مسئلے کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ گو وہ واضح الفاظ میں تو اس کا انکار نہ کر سکے لیکن انہوں نے عذاب قبر کے متعلقہ آیات واحادیث کو ایک نیا رنگ دے کر پیش کیا اور کہا کہ عذاب وثواب اس جسد عنصری کو نہیں ملتا بلکہ عالم برزخ میں روح کو ایک مثالی جسم دیا جاتا ہے جو روح کے ساتھ عذاب سے دوچار ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان حضرات کا یہ بھی خیال ہے کہ میت کو اس ارضی قبر میں عذاب نہیں ہوتا بلکہ کسی برزخی قبر میں ہوتا ہے حالانکہ یہ سب باطل اور من گھڑت نظریات ہیں جن کی کتاب وسنت میں کوئی گنجائش نہیں۔

المسند فی عذاب القبر کے متعلق

قرآن مجید کے وہ مقامات جو مسئلہ عذاب قبر پر دال ہیں، ان کی نشاندہی تو ہم اس سے قبل اپنی کتاب ''عذاب قبر'' میں کر چکے ہیں۔ اسی بنا پر زیر مطالعہ کتاب میں مسئلہ عذاب قبر کے متعلق صرف صحیح احادیث وآثار صحابہ ہی بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ یعنی یوں سمجھ لیں کہ کتاب ھذا ''المسند فی عذاب القبر'' ہماری پہلی تالیف ''عذاب قبر'' ہی کا تکملہ اور تتمہ ہے۔ پہلی کتاب ''عذاب قبر'' میں ہمارے مخاطب زیادہ تر وہ حضرات تھے جو بالکل عذاب قبر کے منکر ہیں لیکن زیر مطالعہ کتاب میں ہمارے زیادہ تر مخاطب برزخی حضرات اور چند دیگر مبتدعین ہیں اللہ ان دونوں کتابوں کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

''المسند فی عذاب القبر'' میں ہم نے ڈیڑھ سو کے قریب وہ صحیح وصریح مرفوع و موقوف احادیث بیان کی ہیں جنہیں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی ایک بڑی جماعت نے بیان کیا ہے۔ ہر صحابی کی احادیث ترتیب سے الگ الگ بیان کی ہیں۔ اسمائے صحابہ کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے رکھی گئی ہے تاکہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام ''المسند فی عذاب القبر'' رکھا ہے۔ ہمیں اپنی کم علمی کا پورا احساس ہے اسی لیے ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ اس مسئلہ پر صرف یہی احادیث مروی ہیں بلکہ عین ممکن ہے کہ اہل علم مزید اس سلسلے میں کوشش کر کے صحیح احادیث تلاش کر لیں۔

مزید اس کتاب میں عذاب قبر کے ضمن میں اہم مسائل پر بھی قدرے تفصیل سے

وضاحت کی گئی ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر ان چیدہ چیدہ ہستیوں کا تذکرہ نہ کیا جائے جو "المسند" کی تیاری میں متحرک اور مدد و معاون ثابت ہوئے۔ مثلاً:

☆ لائق صد احترام، محدث العصر، جناب حافظ محمد زبیر علی زئی حفظہ اللہ جن کی تحریک اور معاونت ہی دراصل "المسند فی عذاب القبر" کی تالیف کا سبب بنی۔

☆ لائق صد احترام، فضیلۃ الشیخ، جناب پروفیسر حافظ شہباز الحسن حفظہ اللہ جنھوں نے اسے حرفاً حرفاً پڑھا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے ہوئے بعض مقامات کی تصحیح فرمائی۔

☆ محبی و مشفقی، محترم و مکرم جناب مولانا محمد سرور عاصم حفظہ اللہ جو جامع مسجد ابو بکر صدیق اہلحدیث سکیم موڑ لاہور کے خطیب اور مکتبہ اسلامیہ پاکستان کے مدیر بھی ہیں، ان کا انتہائی مشکور ہوں جنھوں نے نا صرف اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا بلکہ کتاب کی طباعت کا گراں بھی اپنے ذمے لیا۔

☆ راقم کی درخواست پر مناظر اسلام، استاد محترم فضیلۃ الشیخ جناب مولانا خاور رشید بٹ حفظہ اللہ جنھوں نے حسب سابق اس مرتبہ بھی شفقت فرماتے ہوئے مسئلہ سماع موتی پر ایک انتہائی جامع اور مفصل مضمون لکھ کر "المسند" میں اپنا حصہ ڈالا۔

☆ عزیزم برخوردار جناب محمد بلال (ایم۔اے) اور جناب محمد علی انعام، جنھوں نے ہر موقع پر، ہر لحاظ سے اول تا آخر تعاون فرمایا۔ جزاهم الله خيرًا في الدنيا والآخرة.

☆ وہ تمام افراد جنھوں نے کسی بھی صورت میں "المسند" کی تیاری میں اپنا حصہ ڈالا، فرداً فرداً سب کا نام لکھنا تو مشکل نظر آ رہا ہے تاہم وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

جزاهم الله خيرًا في الدنيا والآخرة.

آخری گزارش یہ ہے کہ "المسند فی عذاب القبر" میں جو بھی خوبی ہے وہ محض من جانب اللہ ہے اس پر ہم اپنے خالق و مالک کے شکر گزار ہیں اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے گمراہی میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ، راقم اور جملہ معاونین کی اُخروی نجات کا سبب بنائے۔ آمین۔

اگر اس میں کوئی خطا، لغزش یا کمی ہے تو وہ محض ہماری وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے۔ آمین۔

اس موقع پر قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ مجھے اور میرے والدین بالخصوص والد محترم مرحوم ومغفور، کو جن کی جدائی اور صدمے کے زخم عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک تازہ اور ہرے ہیں۔ اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

أللهم اغفرلنا وللجميع المؤمنين والمؤمنات والمسلمين والمسلمات

والسلام

خادم العلم والعلما

ابومعاویہ محمد ارشد کمال بن شیر محمد عفا اللہ عنہما

0300-4071464

(۱) سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام خالد بن زید بن کلیب اور کنیت ابوایوب ہے۔ مدینہ میں تشریف آوری کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی آپ ہی کے دولت کدہ پر فروکش ہوئی تھی۔ آپ کا شمار کبار صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ ۵۰ھ یا ۵۱ھ کو ارض روم میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کی قبر دیوار قسطنطنیہ کے زیر سایہ ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

۱/۱۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: ((**یَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِهَا**)) [1]

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، سورج غروب ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کو (یہود پر عذاب قبر کی) ایک آواز سنائی دی۔ آپ نے فرمایا: ''یہود پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آوازیں سنیں وہ یہودیوں کی تھیں جنہیں قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ اگرچہ اس حدیث میں کوئی خاص وجہ عذاب بیان نہیں ہوئی تاہم ظاہر یہی ہے کہ انہیں یہودیت کی بنا پر عذاب ہو رہا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری انسانیت کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ کے آنے کے بعد نجات کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ آپ پر سچے دل سے ایمان لا کر آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔ لیکن یہود نہ آپ پر ایمان لائے اور نہ ہی آپ کی اطاعت کی بلکہ الٹا آپ کے دشمن بن گئے اور اپنے محرف شدہ دین پر ہی ڈٹے رہے اس بنا پر وہ قبروں میں قیامت تک عذاب میں گرفتار رہیں گے اور پھر آخرت میں انہیں جہنم کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ اس مقام پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑا لطیف نکتہ بیان فرماتے ہیں:

وإذا ثبت أن اليهود تعذب بيهوديتهم ثبت تعذيب غيرهم

[1] بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم:۱۳۷۵؛ مسلم، رقم: ۷۲۱۵؛ نسائی، رقم:۲۰۵۹؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:۱۰۰؛ ابن ابی شیبة:۳/ ۳۷۵۔

من المشركين لأن كفرهم بالشرك أشد من كفر اليهود. [1]

"جب یہ بات ثابت ہے کہ یہود پر یہودیت کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین وغیرہ کو بھی عذاب ہوتا ہے کیونکہ ان کا کفر شرک کے ساتھ یہود کے کفر سے زیادہ سخت ہے۔"

سوال بعض احادیث میں ہے کہ عذاب قبر کو انسانوں اور جنات کے سوا باقی ساری مخلوق سنتی ہے جبکہ ان مذکورہ احادیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے بھی عذاب قبر سنا؟

جواب انسانوں اور جنات کے سوا باقی مخلوق بھی اللہ تعالیٰ کے سنانے سے ہی سنتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ انسانوں اور جنات کو عذاب قبر نہیں سناتا اگر وہ سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں اور مردے دفنانا چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ جو باقی مخلوق کو عذاب قبر سناتے ہیں وہ اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اپنے نبی ﷺ کو یہ عذاب سنا دے تا کہ وہ اپنی امت کو اس سے آگاہ فرما دیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

حقیقت یہی ہے کہ عذاب قبر سوائے جن وانس کے ساری مخلوق سنتی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو یہ عذاب سنا بھی دیں تو اس سے اس کا اصل قانون نہیں ٹوٹتا۔

۲/ ۲۔عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ رضی اللہ عنہ ، اَنَّ صَبِيًّا دُفِنَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ اَفْلَتَ اَحَدٌ مِنْ ضَمَّةِ الْقَبْرِ لَاَفْلَتَ هٰذَا الصَّبِيُّ)) [2]

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بچہ فوت ہو گیا جب اسے دفنا دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر قبر کے دبانے سے کوئی بچ سکتا تو یہ بچہ بچ جاتا۔"

جناب ابو القاسم السعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا ينجو من ضغطة القبر صالح ولا طالح ، غير أن الفرق

---

[1] فتح الباري: ۳/ ۳۰۷۔ [2] طبراني في الكبير: ۳/ ۱۸ ، رقم: ۳۷٦٥۔ قال الهيثمي في المجمع ، ۳/ ۱۲۸: رواه الطبراني في الكبير ورجاله رجال الصحيح؛ وقال السيوطي في شرح الصدور ((٥٣٥)): واخرج ايضا بسند صحيح۔

بين المسلم والكافر دوام الضغط للكافر، و حصول هذه الحالة للمؤمن فی اول نزوله الی قبره، ثم يعود الی الانفساح له فيه۔ قال: والمراد بضغطة القبر: إلتقاء جانبيه علی جسد الميت۔ ❶

”قبر کے دبانے سے نہ نیک لوگ محفوظ ہیں اور نہ ہی بدلوگ محفوظ ہیں مگر فرق صرف اتنا ہے کہ کافر کی یہ حالت ہمیشہ رہے گی جبکہ مومن کو صرف ابتدا میں ہوگی اور بعد میں قبر کشادہ ہو جائے گی۔ اور قبر کے دبانے سے مراد یہ ہے کہ اس کے دونوں کنارے میت پر آپس میں مل جاتے ہیں۔“

حکیم ترمذی رقمطراز ہیں:

سبب هذه الضغطة، أنه ما من أحد إلا وقد ألمّ بخطيئة ما، وإن كان صالحا، فجعلت هذه الضغطة جزاء له، ثم تدركه الرحمة۔ ❷

”قبر کا دبانا اس لیے ہوتا ہے کہ کوئی شخص چاہے کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو اس سے زندگی میں کوئی نہ کوئی گناہ ضرور سرزد ہو جاتا ہے تو قبر کا دبانا اس کے لیے باعث ثواب ہوگا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے پالے گی۔“

جس طرح فتنہ قبر (سوالات نکیرین) میں اللہ تعالیٰ مومن بندوں کو اپنی رحمت سے ثابت قدمی عطا فرمائیں گے اور وہ باوجود اتنی دہشت اور ہولناکی کے بلا خوف وخطر درست جوابات دینے میں کامیاب ہو جائیں گے ایسے ہی ضغطة قبر (قبر کا دبانا) میں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں اور معصوم بچوں کو اس کی رحمت ڈھانپ لے گی اور وہ ایسا محسوس کریں گے گویا انہیں پیار ومحبت سے دبایا جا رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام نُفیع بن حارث اور کنیت ابوبکرہ ہے۔ آپ طائف کے قلعہ سے کچھ نوجوانوں کے ہمراہ چرخی کے ذریعے باہر آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے

❶ شرح الصدور، ص:۱۰۷۔ ❷ ایضاً۔

انہیں آزاد کر دیا۔ آپ کبار فضلا صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ کثیر الاولاد تھے۔ ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۳/ ۱۔عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِی بَکْرَةَ، قَالَ: کَانَ اَبِی یَقُوْلُ فِی دُبُرِ الصَّلَاةِ: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ، وَالْفَقْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ)) فَكُنْتُ اَقُوْلُهُنَّ، فَقَالَ اَبِی: اَیْ بُنَیَّ! عَمَّنْ اَخَذْتَ هٰذَا؟ قُلْتُ: عَنْكَ، قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ یَقُوْلُهُنَّ فِی دُبُرِ الصَّلَاةِ۔ [1]

جناب مسلم بن ابی بکرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ابو (ابو بکرہ رضی اللہ عنہ) نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے: ''اے اللہ! بے شک میں کفر، محتاجگی اور عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' جناب مسلم کہتے ہیں کہ میں بھی یہ دعا پڑھنے لگ گیا تو میرے ابو نے پوچھا: اے میرے پیارے بیٹے! یہ دعا تو نے کس سے سیکھی ہے؟ میں نے کہا: آپ ہی سے سیکھی ہے۔ تب انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اس دعا کو نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

۴/ ۲۔عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِی بَکْرَةَ، قَالَ: سَمِعَنِیْ اَبِی وَاَنَا اَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ، وَالْكَسَلِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ)) فَقَالَ: یَا بُنَیَّ! مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا؟ قُلْتُ: سَمِعْتُكَ تَقُوْلُهُنَّ، قَالَ: اَلْزِمْهُنَّ فَاِنِّی سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُهُنَّ۔ [2]

جناب مسلم بن ابی بکرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ابو نے مجھے یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! بے شک میں غم، سستی، اور عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' انہوں نے پوچھا: اے میرے پیارے بیٹے! تو نے یہ دعا کس سے سنی ہے؟ میں نے کہا: آپ ہی سے سنی ہے تو انہوں نے بیان کیا کہ اس دعا کو لازم پکڑ لو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا پڑھتے

[1] نسائی، کتاب السهو، باب التعوذ فی دبر الصلاة، رقم:۱۳۴۷، قال الالبانی: صحیح الاسناد۔ [2] حاکم فی المستدرك:۱/ ۵۳۴، رقم:۱۹۵۴، وقال: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاه، ووافقه الذهبی۔

ہوئے سنا ہے۔

علما فرماتے ہیں کہ دین ودنیا کی بھلائیوں کے حصول میں محرومی کے تین اسباب ہیں:

① انسان میں ان کے کرنے کی ہمت ہی نہ ہو۔

② یا ہمت ہو لیکن جرأت و بہادری کا فقدان ہو۔

③ یا یہ دونوں چیزیں موجود ہوں تو آخری چیز سستی ہے جو انسان پر غالب آ جاتی ہے اور اسے دین و دنیا کی بے شمار بھلائیوں سے محروم کر دیتی ہے اس لیے نبی ﷺ نمازوں میں اور نمازوں کے بعد ان تمام چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ لیکن یاد رہے کہ نبی ﷺ کا ان چیزوں سے پناہ مانگنا دراصل تعلیم امت کے لیے تھا کہ امت کے لوگ ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں اور بچیں ورنہ آپ ﷺ معصوم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دائمی طور پر ان تمام چیزوں سے حفاظت میں رکھا تھا۔

(۳) سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی اور کنیت ابو جحیفہ ہے، اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ صغار صحابہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ کوفہ میں پہنچ کر قیام کیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو بیت المال پر عامل مقرر کیا، تمام مشاہد وغزوات میں شریک ہوئے۔ کوفہ میں ۷۴ھ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۵/۱۔ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: ((یَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِهَا)) [1]

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اور وہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ باہر تشریف لے گئے جبکہ سورج غروب ہو رہا تھا آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: ''یہود کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے۔''

[1] انظر رقم الحدیث: ۱/۱۔

اس مذکورہ حدیث کی سند بڑی بابرکت ہے کیونکہ اس میں تین صحابہ یعنی سیدنا ابو جحیفہ، سیدنا براء بن عازب اور سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ تک حدیث پہنچاتے ہیں۔

(۴) سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ اس لیے آپ کا نام ابراہیم، اسلم، سنان، یسار یا صالح وغیرہ میں سے کوئی ایک تھا۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیادہ مشہور اسلم ہے۔ آپ دراصل سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے انہیں نبی ﷺ کی خدمت میں دے دیا تھا۔ غزوہ بدر سے پہلے اسلام قبول کیا مگر اس میں شریک نہ ہو سکے لیکن بعد کے غزوات میں شرکت فرماتے رہے۔ جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے قبول اسلام کی بشارت آپ نے نبی ﷺ کو دی اس پُر مسرت موقع پر نبی ﷺ نے انہیں آزاد فرما دیا۔ ۳۶ھ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۶/ ۱۔ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا صَلَّی الْعَصْرَ، ذَھَبَ اِلٰی بَنِیْ عَبْدِ الْاَشْھَلِ، فَیَتَحَدَّثُ عِنْدَھُمْ، حَتّٰی یَنْحَدِرَ لِلْمَغْرِبِ، قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ: فَبَیْنَمَا النَّبِیُّ ﷺ یُسْرِعُ اِلَی الْمَغْرِبِ مَرَرْنَا بِالْبَقِیْعِ، فَقَالَ: ((اُفٍّ لَّکَ! اُفٍّ لَّکَ)) قَالَ: فَکَبُرَ ذٰلِکَ فِیْ ذَرْعِیْ، فَاسْتَاْخَرْتُ، وَظَنَنْتُ اَنَّہٗ یُرِیْدُنِیْ، فَقَالَ: ((مَالَکَ؟ امْشِ)) فَقُلْتُ: اَحْدَثْتَ حَدَثًا، قَالَ: ((مَا ذَاکَ؟)) قُلْتُ: اَفَّفْتَ بِیْ! قَالَ: ((لَا، وَلٰکِنْ ھٰذَا فُلَانٌ بَعَثْتُہٗ سَاعِیًا عَلٰی بَنِیْ فُلَانٍ، فَغَلَّ نَمِرَۃً، فَدُرِّعَ الْاٰنَ مِثْلَھَا مِنْ نَّارٍ)) ❶

---

❶ نسائی، کتاب الامامۃ، باب الاسراع الی الصلاۃ من غیر سعی، رقم:۸۶۲؛ احمد: ۶/ ۳۹۲؛ ابن خزیمۃ:۴/ ۵۴، رقم:۲۳۳۷؛ طبرانی فی الکبیر:۱/ ۲۵۴، رقم:۹۵۵۔ قال الالبانی: حسن الاسناد

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر کے بعد بنو عبد الاشہل کے لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے اور مغرب تک ان سے باتیں کرتے رہتے۔ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ جلدی جلدی نماز مغرب کے لیے جا رہے تھے، ہمارا گزر بقیع قبرستان کے پاس سے ہوا تو آپ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس، تجھ پر افسوس۔'' آپ کے اس فرمان نے میرے اندر ایک خوف پیدا کر دیا، میں سمجھا کہ آپ نے مجھے ہی یہ فرمایا ہے اس لیے میں پیچھے ہٹ گیا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا ہوا؟ چلو'' میں نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول) کیا مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اُف اُف فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے تجھے نہیں کہا بلکہ یہ فلاں شخص (کی قبر) ہے جسے میں نے فلاں قبیلے سے صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا مگر اس نے اس صدقے میں سے ایک دھاری دار چادر چرائی تھی لہٰذا اب ویسا ہی کرتہ آگ سے تیار کر کے اسے پہنایا گیا ہے۔''

آپ ﷺ نے صدقے کے مال میں خیانت کرنے والے شخص کو عذاب قبر میں مبتلا دیکھ کر اس پر افسوس کا اظہار فرمایا۔ ممکن ہے اس شخص کا نام بطور پردہ پوشی بیان نہ کیا گیا ہو۔ یاد رہے کہ عذاب قبر کا تعلق بھی امور غیب سے ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ ﷺ اللہ کے بتانے ہی سے ایسی خبریں دیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ ❁

''وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے جو کہتے ہیں وہ ان پر نازل کردہ وحی ہوتی ہے۔''

❁ ۵۳/ النجم: ۳، ۴۔

۲/۷۔ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَیْنَمَا اَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ وَاَنَا اَمْشِیْ خَلْفَهٗ، اِذْ قَالَ: ((لَا هُدِیْتَ وَلَا اهْتَدَیْتَ، لَا هُدِیْتَ وَلَا اهْتَدَیْتَ، لَا هُدِیْتَ وَلَا اهْتَدَیْتَ))قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ: مَا لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: ((لَسْتُ اِیَّاكَ اُرِیْدُ، وَلٰكِنْ اُرِیْدُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ، وَسُئِلَ عَنِّیْ فَزَعَمَ اَنَّهٗ لَا یَعْرِفُنِیْ)) فَاِذَا قَبْرٌ مَرْشُوْشٌ عَلَیْهِ مَاءٌ حِیْنَ دُفِنَ صَاحِبُهٗ۔ [1]

سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بقیع الغرقد (قبرستان) میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اچانک آپ نے فرمایا: ”نہ تو ہدایت دیا گیا اور نہ ہی تو نے خود ہدایت لی، نہ تو ہدایت دیا گیا اور نہ ہی تو نے ہدایت لی، نہ تو ہدایت دیا گیا اور نہ ہی تو نے ہدایت لینے کی کوشش کی۔“ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: ”میں تجھے نہیں کہہ رہا، دراصل اس قبر والے کے بارے میں کہہ رہا ہوں جس سے قبر میں میرے متعلق سوال ہوا تو اس نے جواب دیا کہ وہ مجھے نہیں جانتا۔“ اچانک ایک قبر دکھائی دی جس پر میت کو دفن کرنے کے بعد پانی چھڑکا ہوا تھا۔

یہ پہلے واقعے سے الگ اور مختلف معلوم ہوتا ہے، اس مرتبہ بھی آپ کے غلام سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ بطور ادب پیچھے پیچھے چل رہے تھے، اچانک آپ کا فرمان سن کر ڈر گئے اور سمجھے کہ آپ مجھے ہی کہہ رہے ہیں لیکن نبی ﷺ نے ان کا یہ اندیشہ دور کرتے ہوئے انہیں صورت حال سے آگاہ فرمایا۔

پہلے واقعے میں صدقے کے مال میں خیانت کرنے والے شخص کو قبر میں ملنے والے عذاب کا منظر دکھایا گیا جبکہ اس دوسرے واقعہ میں فتنہ قبر میں ناکام ہونے والے شخص کو آپ نے دیکھا تو فرمایا: ((لَا هُدِیْتَ وَلَا اهْتَدَیْتَ)) ”یعنی تو نے نہ خود ہدایت لینے کی کوشش کی اور نہ ہی تجھے ہدایت ملی۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو زبردستی ہدایت نہیں دیتے بلکہ یہ نعمت

---

[1] بزار فی مسندہ:۹/ ۳۲۱، رقم: ۳۸۷۰، وسندہ حسن۔

صرف اسی خوش نصیب کے حصے میں آتی ہے جو اس کے لیے محنت اور کوشش کرے۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴾ [1]

''اور جن لوگوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنے (سیدھے) راستے دکھا دیں گے اور اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

(۵) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام سعد بن مالک بن سنان اور کنیت ابو سعید ہے، انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے۔ خُدْرَہ ایک انصاری قبیلہ ہے جس کی طرف آپ منسوب ہیں، تقریباً چھیاسی برس کی طویل عمر پا کر ۷۴ھ کے آغاز میں فوت ہوئے۔ آپ سے بکثرت احادیث مروی ہیں۔ (رضی اللہ عنہ)

۸/ ۱۔ عَنْ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُوْنِيْ، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا! أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهُ لَصَعِقَ)) [2]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے اور مرد اسے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتی ہے: مجھے (جلدی) آگے لے چلو لیکن اگر وہ نیک نہ ہو تو کہتی ہے: ہائے بربادی، مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس آواز کو انسان کے سوا ساری مخلوق سنتی ہے اور اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔''

[1] ۲۹/ العنکبوت:۶۹۔ [2] بخاری، کتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء، رقم:۱۳۱۴، نسائی، رقم:۱۹۰۹؛ احمد:۳/ ۵۸۔

موت کے وقت میت کو اس کے جنتی یا جہنمی ہونے کی بشارت سنائی جاتی ہے لہٰذا اگر وہ نیک ہو تو جنت کے شوق میں کہتی ہے کہ مجھے جلدی لے چلو تا کہ اپنی مراد جلد حاصل کروں اور اگر وہ نیک نہ ہو تو گھبرا گھبرا کر کہتی ہے کہ ہائے مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اسی لیے ہمیں بھی میت کو جلد دفنانے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ وہ جلد اپنے اچھے یا برے انجام کو پہنچ سکے۔ مردے کا یہ کلام کرنا حقیقت پر مبنی ہے اگر چہ اس کی روح نکل چکی ہوتی ہے۔ لیکن وہ کلام کرتا ہے۔

کیا جنازہ اٹھاتے وقت میت میں روح لوٹ آتی ہے؟

ایک اشکال:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جنازہ اٹھاتے وقت میت میں روح لوٹ آتی ہے جس وجہ سے وہ بول کر ((قَدِّمُوْنِیْ)) یا ((یَا وَیْلَهَا! اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا)) کہتی ہے۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ روح کے بغیر جسم کیسے بول سکتا ہے؟

جواب: چار پائی پر پڑی میت میں روح کا لوٹ آنا کسی صحیح، صریح حدیث سے ثابت نہیں۔ شاید اس مذکورہ نظریے کے حاملین یہ سمجھتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ میت کو روح کے بغیر بلانے پر قادر نہیں؟ لیکن یقین کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ روز قیامت اللہ تعالیٰ انسان کے کان، آنکھ اور چمڑی کو بولنے کی طاقت عطا فرمائیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۝ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝﴾ [1]

''اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو اکٹھا کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے تو

---

[1] ٤١/ حٰمٓ السجدة:١٩، ٢١۔

ان پر ان کے کان، آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ وہ اپنے چمڑے سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے بولنے کی طاقت دی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔ اسی نے تمھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے گئے۔"

پتھر بے جان چیز ہیں لیکن وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ: آیت نمبر ۷۴؛ الاعراف: آیت نمبر ۱۴۳ اور الحشر: آیت نمبر ۲۱ میں ہے۔

اس طرح کی اور بے شمار امثلہ موجود ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے جان چیزوں کو بلانے پر بھی قادر ہے لہٰذا میت کا یہ کلام کرنا بغیر اعادہ روح کے ہوتا ہے لیکن ہمارا چونکہ اس دنیا سے تعلق ہے اور میت اب اگلے جہان کی طرف رخصت ہو چکی ہے اس لیے نہ ہم اس کے اس کلام کو سن سکتے ہیں اور نہ ہی میت کو کلام کرتے دیکھ سکتے ہیں یہ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ میت بغیر روح کے کس طرح کلام کرتی ہے۔

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد روح کو اس جسد عنصری کے علاوہ ایک نیا برزخی جسم دیا جاتا ہے وہی کلام کرتا ہے اور ثواب وعذاب میں بھی وہی مبتلا ہوتا ہے۔

جواب: مرنے کے بعد میت کو ایک نئے برزخی جسم دیے جانے والی بات بالکل غلط ہے بلکہ یہ عقل پرستوں کی اپنی اختراع ہے اس لیے اسے برزخی جسم کے بجائے خیالی جسم کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس پر مزید تفصیل تو آگے آئے گی لیکن یہاں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ کلام وہ جسم کرتا ہے جو ہمارے سامنے چارپائی پر پڑا ہوتا ہے اور جسے مرد دفنانے کے لیے لے جاتے ہیں۔ اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ چارپائی پر صرف یہی جسد عنصری ہوتا ہے۔ لہٰذا قبر میں بھی ثواب یا عذاب سے یہی جسد عنصری دوچار ہوگا۔

۲/۹۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ﴿مَعِیْشَةً ضَنْكًا﴾ قَالَ: ((عَذَابُ الْقَبْرِ)) [1]

[1] حاکم: ۲/ ۳۸۱، رقم: ۳۴۳۹؛ بیہقی فی عذاب القبر، رقم: ۷۱۔ قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ، و وافقہ الذھبی۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ ''(تنگ زندگی) سے مراد عذاب قبر ہے۔''

۱۰/ ۳۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ:﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ قَالَ: عَذَابُ الْقَبْرِ. [1]

''سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ عذاب قبر ہے۔''

۱۱/ ٤۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: اِنَّ الْمَعِيْشَةَ الضَّنْكَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ: عَذَابُ الْقَبْرِ. [2]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک یہ جو (قرآن میں) اللہ تعالیٰ نے ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ فرمایا ہے یہ عذاب قبر ہے۔

یہ روایات قرآن مجید سورۂ طٰہٰ کی مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر ہیں:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝﴾ [3]

''اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا اس کے لیے تنگ زندگی ہوگی اور ہم قیامت کے دن اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

گویا ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (تنگ زندگی) قبر کی زندگی ہے اور اسی کا نام عذاب قبر ہے۔ اسی لیے ائمہ مفسرین اور محدثین نے ان صحیح اور صریح احادیث کی بنا پر اسے ہی ترجیح دی ہے۔ لہٰذا منکرین عذاب قبر کا یہ کہنا کہ قرآن میں عذاب قبر کا ذکر نہیں، سراسر جھوٹ اور بہتان ہے (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں راقم کی کتاب ''عذاب قبر'' طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور)۔

۱۲/ ٥۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم جَنَازَةً ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ: ((يَا اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ هٰذِهِ

---

[1] ابن جرير الطبری فی جامع البيان: ٩/ ٢٤٨ ، رقم: ١٨٤١٩ ، حديث صحيح وهذا اسناد ضعيف لجهالة يزيد بن مخلد الواسطی۔ [2] ابن جرير الطبری فی جامع البيان: ٩/ ٢٤٨ ، رقم: ١٨٤١٩ وسنده حسن۔ [3] ٢٠/ طه: ١٢٤۔

الْاُمَّةَ تُبْتَلٰی فِیْ قُبُوْرِهَا، فَاِذَا الْاِنْسَانُ دُفِنَ فَتَفَرَّقَ عَنْهُ اَصْحَابُهُ، جَآءَ هُ مَلَكٌ فِیْ یَدِهٖ مِطْرَاقٌ فَاَقْعَدَهُ، قَالَ: مَاتَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاِنْ کَانَ مُؤْمِنًا قَالَ: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، فَیَقُوْلُ: صَدَقْتَ، ثُمَّ یُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَی النَّارِ، فَیَقُوْلُ: هٰذَا کَانَ مَنْزِلُكَ لَوْ کَفَرْتَ بِرَبِّكَ، فَاَمَّا اِذْ اٰمَنْتَ فَهٰذَا مَنْزِلُكَ، فَیُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَی الْجَنَّةِ، فَیُرِیْدُ اَنْ یَنْهَضَ اِلَیْهِ فَیَقُوْلُ لَهُ: اُسْکُنْ، وَیُفْسَحُ لَهُ فِیْ قَبْرِهٖ، وَاِنْ کَانَ کَافِرًا اَوْ مُنَافِقًا یَقُوْلُ لَهُ: مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَیَقُوْلُ: لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا، فَیَقُوْلُ: لَا دَرَیْتَ، وَلَا تَلَیْتَ، وَلَا اهْتَدَیْتَ، ثُمَّ یُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَی الْجَنَّةِ، فَیَقُوْلُ: هٰذَا مَنْزِلُكَ لَوْ اٰمَنْتَ بِرَبِّكَ، فَاَمَّا اِذْ کَفَرْتَ بِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَبْدَلَكَ بِهٖ هٰذَا، وَیُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَی النَّارِ، ثُمَّ یَقْمَعُهُ قَمْعَةً بِالْمِطْرَاقِ یَسْمَعُهَا خَلْقُ اللّٰهِ کُلُّهُمْ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ)) فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا اَحَدٌ یَقُوْمُ عَلَیْهِ مَلَكٌ فِیْ یَدِهٖ مِطْرَاقٌ اِلَّا هُبِلَ عِنْدَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ [1]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک جنازے میں شریک ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! بے شک یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جائے گی۔ پس جب انسان کو اس کے ساتھی دفن کر کے واپس پلٹتے ہیں تو ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں ہتھوڑا لیے اس کے پاس آتا ہے اور اسے بٹھاتا ہے پھر اس سے پوچھتا ہے: اس شخص کے متعلق

[1] احمد: ۳/ ٤، رقم: ۱۱۰۱۳؛ ابن ابی عاصم فی السنة، رقم: ۸۹۱۔ قال الشیخ شعیب: حدیث صحیح و هذا اسناد حسن؛ وقال الهیثمی فی المجمع، ۳/ ۱۲۹: رواه احمد والبزار...... ورجاله رجال الصحیح؛ وقال المنذری فی الترغیب، رواه احمد باسناد صحیح۔

تو کیا کہتا تھا؟ اگر وہ (مرنے والا) انسان مؤمن ہو تو جواب دیتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر فرشتہ کہتا ہے: تو نے سچ کہا۔ پھر اس کے سامنے جہنم کا ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ اگر تو ایمان نہ لاتا تو تیرا ٹھکانا یہ ہوتا۔ پس اب جبکہ تو مؤمن ہے تو یہ (جنت) تیرا ٹھکانا ہے اور پھر اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ جلدی سے اس میں جانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن اسے کہا جاتا ہے کہ یہیں ٹھہرو۔ پھر اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

اور اگر (مرنے والا) کافر یا منافق ہو تو اس سے پوچھا جاتا ہے: تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا البتہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا۔ فرشتہ کہتا ہے: تو نے نہ عقل سے کام لیا اور نہ ہی (کتاب وسنت کو) پڑھا اور نہ ہی تو نے ہدایت لی۔ پھر اس کے سامنے جنت کا ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ اگر تو اپنے رب پر ایمان لے آتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا لیکن اب جبکہ تو نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے تو اس نے بھی تیرے اس ٹھکانے کو بدل (کر جہنم میں کر) دیا ہے اور پھر اس کے لیے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ فرشتہ اسے ہتھوڑے کے ساتھ اس قدر زور سے مارنے لگ جاتا ہے کہ اس کی چیخ و پکار انسان و جنات کے سوا باقی ساری مخلوق سنتی ہے۔"

کسی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! جس آدمی کے سر پر فرشتہ ہاتھ میں ہتھوڑا لیے کھڑا ہو وہ تو خوف اور دہشت سے مٹی کا بت بن جائے گا وہ جواب کیسے دے گا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قول ثابت کے ذریعے ایمان والوں کو ثابت قدمی عطا فرمائیں گے۔"

یہ حدیث فتنہ قبر اور عذاب قبر کی بڑی واضح دلیل ہے، قبروں میں امت محمدیہ (علی

صاحبہا الصلاۃ والسلام) آزمائش سے دوچار ہوگی۔اس آزمائش میں صرف انہیں لوگوں کو ثابت قدمی ملے گی جو دنیا میں قول ثابت یعنی کلمہ طیبہ پر ہر قسم کے حالات میں ڈٹے رہے۔

((ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ)) سے مراد آپ کی ساری امت ہے یعنی امت اجابت اور امت دعوت۔آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان آپ کی امت دعوت میں شامل ہیں کیونکہ آپ ساری انسانیت کی طرف رسول بن کر آئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [1]

''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے آپ کا کلمہ پڑھا وہ امت اجابت یا امت مسلمہ ہیں۔

لہٰذا فتنۂ قبر میں آپ کی ساری امت (اجابت و دعوت) مبتلا ہوگی جیسا کہ اس حدیث اور دوسری احادیث میں ہے۔پھر مؤمن اور نیک لوگ کامیاب ہو جائیں گے جبکہ منافق،کافر،فاجر اور آپ کی نبوت کے متعلق شک کرنے والے پکڑے جائیں گے۔

((مَاتَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟)) کی وضاحت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک لمبی مرفوع حدیث میں ہے:

((فَاَمَّا فِتْنَةُ الْقَبْرِ فَبِيْ تُفْتَنُوْنَ وَعَنِّيْ تُسْأَلُوْنَ)) [2] ''فتنہ قبر میں تم لوگ میرے بارے میں آزمائے جاؤ گے اور میرے متعلق پوچھے جاؤ گے۔''

لہٰذا آپ کے متعلق یہ سوال ایک انتہائی اہم اور بنیادی ہے،اسی وجہ سے بعض میتوں کے مستقبل کا فیصلہ بھی اسی سوال پر کر دیا جاتا ہے۔احادیث میں اس سوال کی مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں لیکن مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔اس سوال کی کیفیت کے متعلق علما کے اقوال مختلف ہیں تاہم زیادہ معروف دو ہی ہیں جنہیں ہم اختصار کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

پہلا قول:

[1] ۷/ الاعراف:۱۵۸۔ [2] احمد:٦/ ١٣٩ وسندہ صحیح۔

میت اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان سے تمام پردے اٹھا دیے جاتے ہیں جس سے میت کو آپ کا وجود اطہر سامنے اور قریب نظر آنے لگ جاتا ہے پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ ((مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟)) ''تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا؟''

ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ سوال میں بیان کردہ لفظ '' هٰذا '' اسم اشارہ ہے جو درحقیقت قریب کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب حجاب اٹھ جائیں اور میت کو آپ کا وجود اطہر قریب نظر آنے لگے۔

دوسرا قول:

میت کے حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا جاتا ہے۔ اور یہی راجح ہے کیونکہ میت اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان سے رفع حجاب پر کتاب وسنت میں کوئی دلیل موجود نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> إنه لم يرد حديث وإنما ادعاه بعض من لا يحتج به بغير مستند سوى قوله: ((فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ)) ولا حجة فيه لأن الإشارة إلى الحاضر في الذهن. [1]

> ''رفع حجاب کا ذکر کسی حدیث میں نہیں آیا البتہ بعض لوگوں نے غیر مستند باتوں سے استدلال کیا ہے جو کہ قابل حجت نہیں۔ حدیث میں صرف ''في هذا الرجل'' کے الفاظ ہیں لیکن اس میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں کیونکہ یہ اشارہ میت کے حاضر فی الذہن کی طرف ہے۔''

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> قيل يكشف للميت حتى يرى النبي ﷺ وهي بشرى عظيمة للمؤمن إن صح ذلك، ولا نعلم حديثا صحيحا مرويا في ذلك. [2]

> ''کہا گیا ہے کہ میت کے لیے پردے اٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ نبی ﷺ کو دیکھ لیتی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ثابت ہو جائے تو پھر یہ مؤمن کے لیے

---

[1] شرح الصدور، ص:١٣٤۔ [2] ارشاد الساری: ٣/ ٥٣٤۔

بڑی خوشخبری ہے۔لیکن ہمیں اس کے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ملی۔''

''ھذا'' اسم اشارہ قریب بھی اس کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں بھی دیگر کئی احتمالات پائے جاتے ہیں، جیسے:

☆ میت کے سامنے آپ کی تصویر کا پیش کیا جانا۔

☆ بوقت سوال آپ کا میت کے پاس تشریف لانا۔

☆ یا میت کا آپ کے پاس لے جایا جانا۔وغیرہ۔

اس قسم کے بے شمار احتمالات پائے جا سکتے ہیں اور یہ سب ممکن ہیں کیونکہ یہ عالم برزخ ہے۔اس صورت میں ہمارا سوال یہ ہوگا کہ ان احتمالات میں سے کس احتمال کو ترجیح ہوگی اور کس دلیل کی بنا پر ہوگی؟

☆ اگر اس قول کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو پھر یہ سوال ماسوائے صحابہ کرام یا مشرکین مکہ کے کسی اور کے لیے اتمام حجت بن ہی نہیں سکتا۔کیونکہ آپ کی رویت وتلقی کی دولت صرف انہی حضرات کو حاصل ہے۔بعد والے جو اس نعمت سے محروم ہیں وہ آپ کو دیکھ کر کیسے پہچان سکیں گے،فرض کریں اگر ابو جہل یا ابولہب کو آپ کا چہرہ دکھا کر یہی سوال کیا جائے تو وہ بھلا اپنے خاندان کے اس فرد کو کیوں نہ پہچانے گا؟ جس سے ان کا قریبی خونی رشتہ بھی تھا اور نظریاتی طور پر بھی وہ زندگی بھر آپ سے برسر پیکار رہا۔اب اتنے قریبی رشتے دار اور ایسے مدمقابل دشمن کو بھلا کون بھول سکتا ہے جس نے ان کا غرور خاک میں ملا دیا تھا؟

لیکن اس کے برعکس اگر زمانہ نبوی کے بعد آنے والے مؤمن کے سامنے پہلے کے کسی ایسے شخص، جسے اس نے کبھی بھی دیکھا نہ ہو، کھڑا کر کے پوچھا جائے کہ بتاؤ یہ کون ہے؟ تو کیا اس سے درست جواب کی توقع کی جاسکتی ہے؟

قیامت کے دن یہی ہوگا کہ ابتدا میں جب رب العالمین مسلمانوں کے سامنے اپنی ایک صورت میں (جیسی اس کی شان کے لائق ہے) تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے کہ میں تمہارا رب ہوں تو اس وقت اہل توحید رب العالمین کو سامنے دیکھ لینے کے باوجود بھی نہ پہچان سکیں گے، بلکہ کہیں گے:((نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ وَلَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا)) [1]

---

[1] مسلم، رقم:٤٥٤۔

"ہم تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بناتے۔"

بہر حال عدل و انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس سے مراد حاضر فی الذہن ہو کیوں کہ دنیا میں ہر شخص کے ذہن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا تصور موجود ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اسے اس بات کا علم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور وہ دین اسلام کے داعی تھے۔ لہٰذا اس حاضر فی الذہن کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے یعنی کیا عقیدہ رکھتے تھے؟

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولايلزم من الإشارة ماقيل من رفع الحجب بين الميت ونبيه صلى الله عليه وسلم حتى يراه ويسأل عنه لأن مثل ذلك لايثبت بالاحتمال على أنه مقام امتحانا، وعدم رؤية شخصه الكريم أقوى في الامتحان. [1]

"اور یہ جو کہا گیا ہے کہ میت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سے پردے اٹھ جاتے ہیں حتیٰ کہ میت آپ کو دیکھ لیتی ہے اور پھر آپ کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ "ھذا" اسم اشارہ سے یہ بات لازم نہیں آتی کیونکہ (یہ ایک احتمال ہے اور) اس طرح کی باتیں کسی احتمال سے ثابت نہیں کی جاسکتیں اور پھر چونکہ یہ ایک امتحان گاہ ہے، لہٰذا آپ کی عدم رؤیت ہی اس امتحان کے لیے زیادہ مناسب ہے۔"

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ)) میں لام عہد ذہنی ہے۔ "ھذا" اور "ما" مشارالیہ حاضر فی الذہن ہے، جس طرح کہ "تنوير الحوالك للسيوطی" میں ہے۔ حافظ ابن حجر کا پسند کردہ مسلک بھی یہی ہے۔ کلام عرب میں یہ استعمال شائع وذائع (عام) ہے چنانچہ قصہ ہرقل میں ہے: "اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ"

[1] مرقاة المفاتيح: ١/ ٣٤٠۔

پھر مسئول (میت) کا جواب بصیغہ غائب بھی اس امر کا مؤید ہے۔ مثلاً: "هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ"، "اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ" وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، مزید آنکہ مقام ہذا مقام امتحان ہے اس بنا پر اسم گرامی کی تصریح ترک کر دی گئی ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ آپ کی شخصیت سامنے نہ ہو۔

رفع حجاب یا حضور بالجسم کے نظریے پر کتاب وسنت میں کوئی واضح دلیل موجود نہیں بلکہ اس نظریے کا کمزور پہلو یہ ہے کہ واقف سے واقفیت تو آسان تر کام ہے لیکن سابقہ وجودی عدم معرفت کی صورت میں حفظ اوصاف کے باوجود معاملہ مشتبہ ہونے کا امکان ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ابوجہل کے لیے وجود معرفت آسان ہے کیونکہ اس نے آپ کو دیکھا ہوا ہے جبکہ بعد والے مؤمن کے لیے مشکل ہے کیونکہ اس کو آپ کی رؤیت حاصل نہیں حالانکہ اصل معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مؤمن کی معرفت ایمان پر موقوف ہے جس کا اصلاً تعلق باطل سے جبکہ کافر وجودی معرفت کے باوجود پہچان سے قاصر ہے کیونکہ قبر سیاہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ "فی هٰذا الرَّجُلِ" میں حاضر فی الخارج نہیں بلکہ حاضر فی الذہن مراد ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی امکان ہے کہ: هٰذَا بمعنی ذٰلِكَ ہو جیسے قرآن میں ہے:

﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ ﴾ [1]

آیت میں "ذٰلِكَ" بمعنی "هٰذَا" ہے۔ ممکن ہے "هٰذَا الرَّجُل" میں بمعنی "ذٰلِكَ" ہو۔ ابن کثیر میں ہے: كُلًّا مِّنْهُمَا مَكَانَ الْاٰخَرِ وَهٰذَا مَعْرُوْفٌ فِيْ كَلَامِهِمْ" یعنی عرب لوگ اسم اشارہ قریب اور بعید کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کرتے ہیں اور یہ طریقہ کار ان کے کلام میں معروف ہے۔ [2]

ہمارے شیخ مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

جب انسان اس دارِ فانی سے اپنا وقت مقررہ ختم کر کے قبر کی آغوش میں پہنچتا ہے تو اس سے منکر نکیر جو سوالات کرتے ہیں ان میں سے ایک سوال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ ((مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ)) تو اس مرد کے متعلق کیا کہتا

[1] ٢/ البقرة: ١۔ [2] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ: ١/ ٢٥١، ٢٥٢۔

ہے؟ اگر آدمی ایمان دار ہو تو وہ اس کا صحیح جواب دیتا ہے اور اگر کافر ہو تو کہتا ہے ((لا أدری)) ''میں نہیں جانتا۔'' لیکن کسی صحیح حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ آپ خود تشریف لاتے ہیں یا آپ کی صورت وہاں پر پیش کی جاتی ہے جسے دیکھ کر اور اشارہ کر کے فرشتے کہتے ہوں کہ ((مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ))

ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں لکھا ہے:

قِيْلَ يُكْشَفُ لِلْمَيِّتِ حَتّٰى يَرَى النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ بُشْرٰى عَظِيْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِ إِنْ صَحَّ ذٰلِكَ وَلَا نَعْلَمُ حَدِيْثًا صَحِيْحًا مَّرْوِيًّا فِيْ ذٰلِكَ. [1]

کہا گیا ہے کہ میت کے لیے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو مؤمن کے لیے بڑی عظیم خوشخبری ہے۔ (کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر لیتا ہے) لیکن اس کے متعلق ہمارے علم کے مطابق کوئی صحیح حدیث مروی نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں:

وَسُئِلَ (الْحَافِظُ بْنُ حَجَرٍ) هَلْ يُكْشَفُ لَهُ (اَيْ لِلْمَيِّتِ) حَتّٰى يَرَى النَّبِيَّ ﷺ فَاَجَابَ: اَنَّهُ لَمْ يَرْوِ هٰذَا فِيْ حَدِيْثٍ وَّ اِنَّمَا ادَّعَاهُ بَعْضُ مَنْ لَّا يُحْتَجُّ بِهٖ بِغَيْرِ مُسْتَنَدٍ سِوٰى قَوْلِهٖ هٰذَا الرَّجُلِ وَلَا حُجَّةَ فِيْهِ لِاَنَّ الْاِشَارَةَ اِلَى الْحَاضِرِ فِي الذِّهْنِ، اِنْتَهٰى. [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا: کیا میت کے لیے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے تو انہوں نے جواب دیا: یہ بات کہ میت کے لیے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتی ہے، کسی حدیث میں مروی نہیں ہے بعض لوگوں نے غیر مستند باتوں سے استدلال کیا ہے جو کہ قابل حجت نہیں۔ سوائے اس قول هذا الرجل کے

[1] مرقاۃ علی هامش مشکوٰۃ: ۱/ ۲٤۔

[2] شرح الصدور/ ٦٠ مصر۔ اسی طرح ملاحظہ ہو مرقاۃ/ ۳٤٠۔

اوراس میں اس کے متعلق کوئی دلیل نہیں۔ اس لیے کہ ھذا اسم اشارہ یہاں حاضر فی الذہن کے لیے ہے۔

ھذا اسم اشارہ سے استدلال درست نہیں کیونکہ حضور دو قسم کا ہوتا ہے ایک حضور ذہنی (تصوراتی) دوسرا حضور شخصی یہاں حضور ذہنی مراد ہے شخصی نہیں۔ ملاحظہ ہو مرقاۃ /۳۴۰۔

اس کے علاوہ قرآن مجید اور کتب احادیث میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ ھذا اسم اشارہ کو اشارۂ بعید کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جس کی طرف ھذا سے اشارہ ہو وہ پاس ہی موجود ہو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ملائکہ جب لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے تشریف لائے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے آمد کا سبب پوچھا تو وہاں فرشتوں نے کہا: ﴿اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ﴾ [1] ''ہم اس بستی کے باشندوں کو ہلاک کرنے والے ہیں کیونکہ یہ ظالم ہیں۔'' لوط علیہ السلام سدوم اور ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں تھے بستی سدوم پاس موجود نہیں تھی لیکن فرشتے ﴿ھذہ﴾ کا اشارہ کر کے کہتے ہیں کیونکہ سدوم ابراہیم علیہ السلام اور ملائکہ کے ذہن میں تھا۔

اسی طرح صحیح بخاری ۱/ ۹۷ میں مروی ہے کہ ہرقل روم نے بیت المقدس میں جب ابوسفیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا: ((اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا الرَّجُلِ)) ''تم میں سے اس آدمی کے نسبی لحاظ سے کون زیادہ قریب ہے؟''

اسی طرح اس روایت میں آتا ہے کہ اس نے کہا: ((اِنِّي سَائِلٌ عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ)) [2] یعنی بیت المقدس میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گفتگو ہوئی تو آپ کے لیے ((ھذا)) کا لفظ استعمال کیا گیا۔

اور بیت المقدس مدینہ سے تقریباً ۸۱۰ میل کے فاصلہ پر موجود ہے تو لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہاں پر ((هٰذَا)) اسم اشارہ حضورِ شخصی کے لیے نہیں بلکہ حضورِ ذہنی کے لیے بولا گیا ہے کیونکہ آپ گفتگو کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔

اسی طرح صلح حدیبیہ میں بدیل بن ورقاء مشرکین مکہ کی طرف سے شرائط صلح نامہ

[1] ۲۹/ العنکبوت: ۳۱۔ [2] بخاری، رقم: ۷۔

طے کرنے کے لیے سفیر بن کر آیا اور گفتگو کر کے واپس مکہ پہنچا تو اس نے کہا کہ

اِنَّا قَدْ جِئْنَا كُمْ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ [1]

''ہم تمہارے پاس اس آدمی سے ہو کر آئے ہیں۔''

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جب آپ کی نبوت کا چرچا سنا تو تحقیق حال کے لیے اپنے بھائی کو بھیجا اور کہا:

اِرْكَبْ اِلٰى هٰذَا الْوَادِيْ فَاعْلَمْ لِيْ عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ [2]

''تو اس وادی کی طرف سوار ہو مجھے اس آدمی کے بارے میں معلومات فراہم کر۔''

اس قسم کی کئی امثلہ کتب احادیث میں موجود ہیں کہ هٰذَا اسم اشارہ کو بعید اور حضور ذہنی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

اسی طرح جو قبر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اور اس میں لفظ هٰذَا مستعمل ہے وہ بھی حضورِ ذہنی کے لیے ہے جیسا کہ اوپر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ [3]

۶/۱۳۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ: وَلَمْ اَشْهَدْهُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَلٰكِنْ حَدَّثَنِيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهُ، وَنَحْنُ مَعَهُ، اِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ، وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّةٌ اَوْ خَمْسَةٌ اَوْ اَرْبَعَةٌ، ـقَالَ: كَذَا كَانَ يَقُوْلُ الْجُرَيْرِيُّ۔ فَقَالَ: ((مَنْ يَعْرِفُ اَصْحَابَ هٰذِهِ الْاَقْبُرِ؟)) فَقَالَ رَجُلٌ: اَنَا. قَالَ: ((فَمَتٰى مَاتَ هٰؤُلَاءِ؟)) قَالَ: مَاتُوْا فِي الْاِشْرَاكِ. فَقَالَ: ((اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا، فَلَوْلَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا، لَدَعَوْتُ اللّٰهَ

[1] بخاری: ۱/ ۳۷۸۔ [2] بخاری: ۱/ ٤٤، مسلم: ۱/ ۲۹۷۔
[3] آپ کے مسائل: ۱/ ٤٤، ٤٦۔

اَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِىْ اَسْمَعُ مِنْهُ)) ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ:((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ)) فَقَالُوْا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ. فَقَالَ: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) فَقَالُوْا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ)) قَالُوْا :نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ ، مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. قَالَ: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ)) قَالُوْا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ. [1]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہیں سنی بلکہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنی ہے، وہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنی خچر پر تشریف فرما تھے جبکہ ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اچانک خچر بدکا، قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دیتا، اچانک سامنے چار، پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی جانتا ہے کہ یہ کن کی قبریں ہیں؟'' ایک شخص نے کہا کہ میں جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کب فوت ہوئے تھے؟'' اس آدمی نے جواب دیا: شرک کی حالت میں۔ آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ یہ امت بھی قبروں میں آزمائی جائے گی، اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم مردے دفنانے چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے جو اس وقت میں سن رہا ہوں۔'' پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' صحابہ نے جواب دیا: ہم آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' صحابہ نے جواب دیا: ہم عذاب قبر سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

[1] مسلم، کتاب الجنة و نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة......، رقم:۷۲۱۳؛ بيهقى فى عذاب القبر، رقم:۱۰۲؛ احمد:۵/ ۱۹۰؛ ابن ابی شیبة: ۳/ ۳۷۳؛ ابن ابی عاصم فی السنة، رقم:۸۹٤۔

''چھپے اور ظاہر (ہر طرح کے) فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' صحابہ نے جواب دیا: ہم چھپے اور ظاہر (ہر طرح کے) فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''دجال کے فتنے سے بھی اللہ کی پناہ مانگو۔'' صحابہ نے جواب دیا: ہم دجال کے فتنے سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔''

یہ حدیث بھی عذاب قبر پر نصِ قطعی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس بات پر بھی کہ میت کو عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے نہ کہ کسی خیالی برزخی قبر میں، کیونکہ آپ اور آپ کے صحابہ کرام نے یہی ارضی قبریں ہی دیکھی تھیں اور انہیں دیکھ کر ہی آپ کا خچر بدکا تھا اور پھر آپ کا یہ فرمانا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا کہ تمہیں عذاب قبر سنا دے...... یہ بات بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ عذاب انہی ارضی قبروں میں ہوتا ہے جن میں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں عذاب نہ ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے۔

بعض لوگ اس طرح کی احادیث کو آپ کا معجزہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی مشکل ہے کیونکہ قبروں میں ہونے والے عذاب کو دیکھنا یا سننا تو معجزہ ہے لیکن عذاب کا ہونا معجزہ نہیں۔ عذاب تو انہیں شرک کی بنا پر ہو رہا تھا اور یہ عذاب مجرموں اور نافرمانوں کو قبروں میں ہوتا رہتا ہے۔ جسے جن و انس کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کبھی کبھار یہ چیز دکھا بھی دیتے ہیں لہٰذا اگر اللہ کا نبی دیکھے تو معجزہ، ولی دیکھے تو کرامت اور کوئی دوسرا دیکھے تو باعث عبرت ہے لیکن استدلال بہر حال دیکھنے یا سننے سے نہیں بلکہ عذاب ہونے سے ہے۔

(۶) سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام زید بن سہل بن الاسود اور کنیت ابو طلحہ ہے۔ آپ کا شمار کبار صحابہ کرام میں ہوتا ہے، بیعت عقبہ میں شریک ہوئے آپ نے تمام غزوات میں بھی حصہ لیا۔ غزوہ احد میں نبی ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ معرکہ حنین میں بیس دشمنان اسلام کو قتل کیا۔ ۳۴ھ یا بقول بعض ۵۱ھ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۱/۱۴۔ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ رضی اللہ عنہ، اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَرَ یَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِیْثٍ مُخْبِثٍ، وَکَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰی قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثَ لَیَالٍ، فَلَمَّا کَانَ بِبَدْرٍ الْیَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهٖ، فَشُدَّ عَلَیْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰی وَتَبِعَهٗ اَصْحَابُهٗ وَقَالُوْا: مَا نَرٰی یَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهٖ حَتّٰی قَامَ عَلٰی شَفَةِ الرَّکِیِّ فَجَعَلَ یُنَادِیْهِمْ بِاَسْمَائِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَاءِ هِمْ: **((یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، اَیَسُرُّکُمْ اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ؟ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا؟))** قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا تُکَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: **((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ! مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ))** قَالَ قَتَادَةُ: اَحْیَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰی اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِیْخًا وَتَصْغِیْرًا وَنَقِمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا۔ [1]

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قریش کے چوبیں مقتول سردار بدر کے ایک بہت ہی اندھیرے اور گندے کنویں میں پھینک دیے گئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دشمن پر غالب ہوتے تو میدان جنگ میں تین دن تک قیام فرماتے۔ جنگ بدر کے خاتمے کے تیسرے دن آپ کے حکم سے آپ کی سواری پر کجاوا باندھا گیا اور آپ روانہ ہوئے۔ آپ کے اصحاب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ صحابہ نے سمجھا کہ آپ کسی ضرورت کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔ آخر آپ اس کنویں کے کنارے آ کر کھڑے ہو گئے اور کفار قریش کے مقتولین سرداروں کے نام، ان کے آباء کے نام لے کر انہیں کہنے لگے: ''اے فلاں

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، رقم:۳۹۷۶؛ مسلم، رقم: ۷۲۲۴۔

بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا آج تمہارے لیے یہ بات بہتر نہیں تھی کہ تم دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا وہ ہمیں پوری طرح حاصل ہو گیا ہے۔ کیا تمہارے رب کا تمہارے متعلق (عذاب کا) جو وعدہ تھا وہ تمہیں مل گیا ہے؟'' سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر عرض گزار ہوئے: اے اللہ کے رسول! آپ ان لاشوں سے کیوں خطاب فرما رہے ہیں جن میں روحیں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، جو کچھ میں انہیں کہہ رہا ہوں تم لوگ اسے ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔''

جناب قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (اس وقت) زندہ کر دیا تھا تاکہ ان کی توبیخ، ذلت، نامرادی اور حسرت وندامت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی بات سنا دیں۔

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس وقت قوت سماعت دوبارہ دے دی تھی تاکہ وہ آپ کا کلام سنیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں ان کے سننے کی خبر نہ دیتے تو پھر ہم اسے اس بات پر محمول کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی سرزنش اور مؤمنوں کی تسلی کے لیے ان سے کلام کیا تھا۔

مولانا داؤد راز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو لوگ اس واقعے سے سماع موتیٰ ثابت کرتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ کیونکہ یہ سنانا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا دوسری آیت میں صاف موجود ہے: ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''یعنی تم قبر والوں کو سنانے سے قاصر ہو۔'' مرنے کے بعد جملہ تعلقات دنیاوی ٹوٹنے کے ساتھ دنیاوی زندگی کے لوازمات بھی ختم ہو جاتے ہیں، سننا بھی اسی میں شامل ہے۔ اگر مردے سنتے ہوں تو ان پر مردگی کا حکم لگانا ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ بہر حال عقل ونقل سے یہی صحیح اور حق ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے جملہ حواس دنیاوی ختم ہو جاتے ہیں۔ [1]

---

[1] شرح صحیح بخاری: ۵/ ۳٦٦۔

(۷) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ بن قیس اور کنیت ابوموسیٰ ہے۔ قبیلہ اشعر سے تعلق کی بنا پر اشعری کہلائے۔ آپ نے مکہ میں اسلام قبول کیا اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر اہل سفینہ کے ساتھ آئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے۔ زبید اور عدن پر عامل مقرر ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ اور بصرہ کے والی رہے۔ آپ کا شمار بھی جلیل القدر صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ ۴۲ھ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۵ / ۱۔ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ، عَنْ اَبِیْهِ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ، اِذَا قَالُوْا: وَاعَضُدَاهُ، وَاکَاسِیَاهُ، وَانَاصِرَاهُ، وَاجَبَلَاهُ، وَنَحْوَ هٰذَا، یُتَعْتَعُ وَیُقَالُ: اَنْتَ کَذَالِكَ؟ اَنْتَ کَذٰلِكَ؟)) قَالَ اُسَیْدٌ: فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ! اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ: ((وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی)) قَالَ: وَیْحَكَ! اُحَدِّثُكَ اَنَّ اَبَامُوْسٰی حَدَّثَنِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَرٰی اَنَّ اَبَا مُوْسٰی کَذَبَ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم؟ اَوْ تَرٰی اَنِّیْ کَذَبْتُ عَلٰی اَبِیْ مُوْسٰی؟ [1]

جناب موسیٰ بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت کو زندہ کے رونے سے اس وقت عذاب دیا جاتا ہے جب لوگ کہتے ہیں: ہائے ہمارے بازو، ہائے ہمیں لباس پہنانے والے، ہائے ہماری مدد کرنے والے، ہائے ہمارے سہارے، یا اس طرح کے دوسرے کلمات، تو میت کو جھڑکا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کیا تو ایسے ہی تھا؟ کیا تو ایسے ہی تھا؟'' اسید (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سن کر کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں

---

[1] ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی المیت یعذب بمانیح علیه، رقم:١٥٩٤؛ ترمذی، رقم:١٠٠٣؛ احمد:٤/ ٤١٤۔ قال الترمذی: هذا حدیث حسن ؛ وقال البوصیری: هذا اسناد حسن؛ وقال الالبانی: حسن۔

کہ کوئی جان کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔‘‘ یہ سن کر موسیٰ بن ابی موسیٰ نے کہا: تجھ پر افسوس ہے، میں تجھے حدیث بیان کر رہا ہوں کہ ابوموسیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا جبکہ تو سمجھ رہا ہے کہ ابوموسیٰ نے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا یا تیرے خیال میں میں ابوموسیٰ پر جھوٹ باندھ رہا ہوں؟

جناب اسید رحمۃ اللہ علیہ حضرت موسیٰ بن ابی موسیٰ کے شاگرد نے حدیث سن کر آگے سے قرآن کی آیت پیش کی یعنی وہ سمجھے کہ شاید یہ حدیث اور آیت آپس میں ٹکراتی ہیں لیکن حضرت موسیٰ بن ابوموسیٰ نے انہیں ڈانٹا اور کہا کہ تو سمجھتا ہے کہ شاید میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر یا ابوموسیٰ نبی ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ یعنی جب حدیث صحیح ہے تو اس پر اعتراض کرنے کا کیا مطلب؟ ٹھیک ہے تمہارے نزدیک بظاہر یہ قرآن کے خلاف ہی سہی تاہم تیری نسبت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کو زیادہ جانتے تھے۔

۱۶ / ۲۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا اُصِیْبَ عُمَرُ، اَقْبَلَ صُهَیْبٌ مِنْ مَنْزِلِهٖ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی عُمَرَ، فَقَامَ بِحِیَالِهٖ یَبْکِیْ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: عَلَامَ تَبْکِیْ؟ اَعَلَیَّ تَبْکِیْ؟ قَالَ: اِیْ، وَاللّٰهِ! لَعَلَیْكَ اَبْکِیْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! فَقَالَ: وَاللّٰهِ! لَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ یُبْکٰی عَلَیْهِ یُعَذَّبُ)) [1]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر رونے لگے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کس پر رو رہے ہو؟ کیا مجھ پر رو رہے ہو؟ صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! اے امیر المؤمنین! میں آپ ہی کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم تجھے علم ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس پر رویا جاتا ہے اسے عذاب دیا جائے گا۔‘‘

دوسری روایت میں یہ صراحت ہے کہ قبر میں عذاب دیا جائے گا۔

[1] مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، رقم: ۲۱۴۷۔

رونے کی اقسام:

میت پر رونا دو طرح کا ہوتا ہے:

(ا) وہ جس سے شریعت نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، جیسے:

☆ روتے وقت اپنا گریبان پھاڑنا یا رخسار پیٹنا

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) ❶

''جو مصیبت میں اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے بول بولے وہ ہم میں سے نہیں۔''

☆ چلاّ چلاّ کر رونا

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلاّ کر رونے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان پھاڑنے والی عورتوں سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ ❷

☆ نوحہ اور ماتم کرنا

سیدنا ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ، وَالنِّيَاحَةُ)) وَقَالَ: ((اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ)) ❸

''میری امت میں دور جاہلیت سے چار چیزیں چلی آ رہی ہیں جنہیں لوگ چھوڑ نہیں رہے: حسب پر فخر کرنا، نسب میں طعنہ دینا، ستاروں کو بارش کا

❶ بخاری، رقم: ۱۲۹۸۔ ❷ بخاری، رقم: ۱۲۹٦۔ ❸ مسلم، رقم: ۲۱٦۰۔

سبب جاننا اور نوحہ کرنا، نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے روزِ قیامت گندھک اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔"

☆ روتے وقت میت کی تعریف میں مبالغہ کرنا

جیسا کہ اوپر والی حدیث میں ہے۔

☆ روتے وقت بے صبری کا مظاہرہ کرنا

بے صبری کے ساتھ رونا بھی منع ہے، کیونکہ اس میں انسان اللہ تعالیٰ سے شکوے، شکایتیں کرنے لگ جاتا ہے کہ ہائے اللہ تو نے ہمارے اس ساتھی کو ماردیا، اس کے بچوں کو یتیم کردیا، اس کا گھر اجاڑ دیا، اب کون ان کا والی ہوگا وغیرہ، یہ سب باتیں صبر کے منافی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھنے کے مترادف ہیں۔

مذکورہ بالا رونے کی تمام صورتیں ممنوع اور گناہ ہیں۔

(۲) وہ رونا جس کی شریعت نے نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اسے مباح قرار دیا ہے کیونکہ یہ رونا اوپر بیان کی جانے والی تمام ممنوع صورتوں سے پاک ہوتا ہے۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے اپنے نواسے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے کی وفات پر آنسو جاری ہوئے تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے استفسار پر فرمایا:

((هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ)) [1]

"یہ تو اللہ کی رحمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔"

☆ میت پر زندوں کا رونا کب باعث عذاب ہے؟

اوپر بیان کردہ رونے کی تمام ممنوع صورتیں میت کے لیے اسی وقت باعث عذاب

[1] بخاري، رقم: ١٢٨٤۔

ہیں جب اس قسم کا رونا میت کے خاندان کی رسم ورواج ہو۔ظاہر ہے کہ یہ ایک بری رسم ہے جس سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے لہٰذا مرنے والے کے لیے ضروری تھا کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت انہیں اس قبیح رسم سے منع کرتا۔اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اسے لوگوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

لیکن یاد رہے کہ اگر اس قسم کا رونا، پیٹنا اس کے خاندان کی رسم نہ ہو اور پھر اچانک اس پر کوئی اس طرح رونے لگ جائے تو اس میں میت کا قصور نہیں بلکہ رونے والے کا قصور ہے لہٰذا اس صورت میں گناہ گار رونے والے ہوں گے۔

اسی طرح اگر مرنے والا نوحے کی وصیت کر جائے تو بھی یہ نوحہ میت کے لیے باعث عذاب ہوگا جیسا کہ قدیم عربوں کی یہ عادت تھی کہ مرتے وقت ورثاء کو وصیت کر جاتے کہ ہم پر خوب رونا اور ہماری زبردست تعریف کرنا تا کہ لوگ کہیں کہ فلاں صاحب پر اتنا رویا گیا ہے۔جیسا کہ طرفہ بن العبد کے شعر میں ہے:

اذا مت فابكيني بما انا أهله
و شقي على الجيب يا ابنة معبد

”جب میں مر جاؤں تو مجھ پر خوب رونا جس کا میں اہل ہوں اور مجھ پر اپنے گریبان بھی پھاڑنا اے معبد کی بیٹی۔“

خلاصہ یہ ہے کہ میت پر رونا اس کے لیے باعث عذاب صرف اسی وقت ہے جب اس میں میت کا قصور ہو۔لیکن اگر میت کا قصور نہ ہو تو گناہ گار رونے والے ہوں گے۔واللہ اعلم بالصواب۔

۱۷/ ۳۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی ﷺ، قَالَ: تَخْرُجُ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ وَهِیَ اَطْیَبُ رِیْحًا مِنَ الْمِسْكِ، قَالَ: فَتَصْعَدُ بِهَا الْمَلَائِكَةُ الَّذِیْنَ یَتَوَفَّوْنَهَا فَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ دُوْنَ السَّمَآءِ فَیَقُوْلُوْنَ: مَنْ هٰذَا مَعَكُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: فُلَانٌ، وَیَذْكُرُوْنَهُ بِاَحْسَنِ عَمَلِهٖ، فَیَقُوْلُوْنَ: حَیَّاكُمُ اللّٰهُ وَحَیَّا مَنْ مَعَكُمْ. قَالَ فَتُفْتَحُ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَیُشْرِقُ

وَجْهُهٗ ، قَالَ فَيَأْتِي الرَّبُّ تَعَالٰى وَ وَجْهُهٗ بُرْهَانٌ مِثْلَ الشَّمْسِ ، قَالَ: وَأَمَّا الْآخَرُ فَتَخْرُجُ نَفْسُهٗ وَهُوَ أَنْتَنُ مِنَ الْجِيْفَةِ فَتَصْعَدُ بِهَا الْمَلَائِكَةُ الَّذِيْنَ يَتَوَفَّوْنَهَا فَتَلَقَّاهُمْ مَلَائِكَةٌ دُوْنَ السَّمَاءِ فَيَقُوْلُوْنَ: مَنْ هٰذَا مَعَكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فُلَانٌ. وَيَذْكُرُوْنَهٗ بِأَسْوَإِ عَمَلِهٖ. قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: رُدُّوْهُ ، رُدُّوْهُ فَمَا ظَلَمَهُ اللّٰهُ شَيْئًا. فَقَرَأَ أَبُوْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ: ((**لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ**)). [1]

”سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مؤمن کی روح موت کے وقت جب جسم سے نکلتی ہے تو مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتی ہے۔ قبض کرنے والے فرشتے جب اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو انہیں آسمان سے پہلے فرشتے ملتے ہیں جو ان سے پوچھتے ہیں: یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: یہ فلاں شخص ہے۔ فرشتے اس کا اچھے اعمال کے ساتھ تعارف کرواتے ہیں، تو وہ فرشتے دعا دیتے ہوئے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ تمہیں اور جو تمہارے ساتھ ہے سب کو سلامت رکھے۔ پھر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں تو مؤمن کا چہرہ چمک اٹھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تشریف لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا چہرہ سورج کی طرح چمک رہا ہوتا ہے۔ اور جب کافر کی روح نکلتی ہے تو اس سے بدبو آرہی ہوتی ہے۔ اسے قبض کرنے والے فرشتے آسمان کی طرف اسے لے کر چڑھتے ہیں تو انہیں آسمان سے پہلے فرشتے ملتے ہیں۔ وہ ان سے پوچھتے ہیں: یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے اور وہ گندے اعمال کے ساتھ اس کا تعارف کرواتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں: اسے پھینک دو، اسے پھینک دو۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی ظلم نہیں کیا (بلکہ یہ خود

[1] بیهقی فی عذاب القبر، ص:١٨٠، رقم:٢٥١ وفی نسخة اخری، رقم: ٢٢٦؛ ابن ابی شیبة: ٧/ ٤٧٢، رقم: ١٢١٨٧ وسنده حسن۔

ہی ظالم تھا) پھر سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ''وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے۔''

روح کے متعلق تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۸) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ یا عبدالرحمٰن اور کنیت ابوہریرہ ہے۔ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے۔ ٦ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مفتی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جن سے سب سے زیادہ احادیث نبوی ہم تک پہنچی ہیں۔ ۵۹ھ میں ۷۸ سال عمر پاکر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا اور مدینہ منورہ کے بقیع غرقد نامی قبرستان میں دفن کیے گئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۸/ ۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ، وَاِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ)) [1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنازہ لے کر جلدی چلا کرو کیونکہ اگر میت نیک ہے تو تم اسے بھلائی کی طرف آگے لے جارہے ہو اور اگر وہ اس کے سوا (بری) ہے تو وہ ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتارتے ہو۔''

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسد عنصری جلد دفنانے کا حکم دیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر یہ نیک ہے تو اس کو خیر تک جلدی پہنچا دو اور اگر نیک نہیں بلکہ بد ہے تو اسے اپنی گردنوں سے جلد اتار پھینکو۔ معلوم ہوا کہ نیک میت یعنی جسد عنصری کو قبر میں رکھنا اسے خیر کی طرف پہنچاتا ہے اور یہ راحت قبر کی دلیل ہے۔

---

[1] بخاری، کتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة، رقم:۱۳۱۵؛ مسلم، رقم:۲۱۸٦؛ ابوداود، رقم:۳۱۸۱؛ ترمذی، رقم:۱۰۱۵؛ ابن ماجه، رقم:۱٤۷۷۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے جسد عنصری کو خیر یا شر قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسد عنصری بھی نیکی اور برائی کرنے میں روح کا شریک تھا لہٰذا جو نیکی اور بدی میں برابر شریک ہے اسے جزا و سزا میں بھی ضرور شریک ہونا چاہیے۔ اس سے ان لوگوں کا رد بھی ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عالم برزخ میں اس جسد عنصری کو عذاب نہیں دیا جاتا ہے۔

۱۹/ ۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذَا قُبِرَ الْمَیِّتُ اَوْ قَالَ: اَحَدُكُمْ، اَتَاهُ مَلَكَانِ، اَسْوَدَانِ، اَزْرَقَانِ، یُقَالُ لِاَحَدِهِمَا: اَلْمُنْكَرُ، وَالْاٰخَرُ: اَلنَّكِیْرُ، فَیَقُوْلَانِ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَیَقُوْلُ مَا كَانَ یَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، فَیَقُوْلَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا، ثُمَّ یُفْسَحُ لَهُ فِیْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِیْ سَبْعِیْنَ، ثُمَّ یُنَوَّرُ لَهُ فِیْهِ، ثُمَّ یُقَالُ لَهُ: نَمْ، فَیَقُوْلُ: اَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاُخْبِرُهُمْ؟ فَیَقُوْلَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهُ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ، وَاِنْ كَانَ مُنَافِقًا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ، فَقُلْتُ مِثْلَهُ لَا اَدْرِیْ، فَیَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ، فَیُقَالُ لِلْاَرْضِ: اِلْتَئِمِیْ عَلَیْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَیْهِ، فَتَخْتَلِفُ فِیْهَا اَضْلَاعُهُ، فَلَا یَزَالُ فِیْهَا مُعَذَّبًا، حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ یا فرمایا: تمہارے کسی ایک کو دفن کیا جاتا ہے۔ تو اس کے پاس کالے رنگ کے، نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے

[1] ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم:۱۰۷۱؛ ابن حبان، رقم: ۳۱۰۷؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:٦٨؛ ابن ابی عاصم فی السنة، رقم:۸۹۰۔ قال الترمذی: حدیث ابی هریرة رضی اللہ عنہ حدیث حسن غریب، وقال الالبانی: حسن صحیح۔

ہیں، ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں (انسان سے) پوچھتے ہیں! تو اس آدمی کے متعلق کیا کہتا تھا؟ بندہ جو کچھ دنیا میں کہتا رہا وہاں بھی وہی جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں: ہمیں علم تھا کہ تم یہی بات کہو گے۔ پھر اس کی قبر لمبائی چوڑائی میں ستر ستر ہاتھ کھول دی جاتی ہے۔ اور اس میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: سو جاؤ، تو وہ کہتا ہے: میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر انہیں (اپنی کامیابی) کی خبر دینا چاہتا ہوں؟ فرشتے کہتے ہیں: اس دلہن کی طرح سو جاؤ جسے وہی شخص جگاتا ہے جو سب سے زیادہ اسے محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے اس ٹھکانے سے قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرے گا۔ اور اگر مرنے والا منافق ہو تو جواب دیتا ہے: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تھا تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی (مزید) مجھے کچھ پتا نہیں۔ فرشتے کہتے ہیں: ہمیں علم تھا کہ تو یہی جواب دے گا پھر زمین کو حکم ملتا ہے کہ اس پر تنگ ہو جا چنانچہ وہ اس پر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اسے ہمیشہ اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ اسے اس کے اس ٹھکانے سے دوبارہ (قیامت کے دن) زندہ کرے گا۔"

اس حدیث کا ایک ایک لفظ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے۔ میت کو قبر میں دفن کرنے کا ذکر دراصل اغلب واکثر کی بنا پر ہے ورنہ عذاب قبر تو ان مردوں کو بھی ہوتا ہے جنہیں دفن نہ کیا گیا ہو بلکہ جلا کر راکھ بنا دیے گئے ہوں یا درندے اور دیگر جانور کھا گئے ہوں۔ کیونکہ وہ بھی آخر کار راکھ بن کر یا جانوروں کی خوراک کے ذریعے اسی زمین میں آ جائیں گے جو ان کے لیے قبر ہوگی۔ یاد رہے کہ اس ساری کارروائی کا تعلق پردہ غیب سے ہے۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ اس حدیث سے مسائل اخذ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

☆ مرنے والے سے قبر میں منکر ونکیر دو فرشتوں کا سوال کرنا برحق ہے۔

☆ سوال و جواب کے وقت ان فرشتوں کو اس لیے ڈراونی شکل میں بھیجا جاتا ہے تاکہ میت کو اپنی گزشتہ زندگی کا احساس اور اللہ کا خوف ہو۔ مؤمن اللہ کے فضل سے محفوظ رہتا ہے۔

☆ میت قبر میں کیا جواب دے گی؟ اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے دونوں فرشتوں کو پہلے ہی کر دیتا ہے اور فرشتے وہی کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرشتے اپنی مرضی سے کچھ کہتے ہیں نہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا یہ کہنا ''ہمیں علم تھا کہ تم یہی بات کہو گے۔'' اللہ کی وحی سے ہے۔ اللہ ہی زمین وآسمان کا غیب یعنی سب غیب جانتا ہے۔

☆ عذاب قبر اور قبر کا کھلنا، تنگ ہونا برحق ہے اگرچہ اس کی صحیح کیفیت اور مشاہدے کا علم اہل دنیا کو نہیں ہے۔

☆ نیک مؤمن کو قبر میں سلا دیا جاتا ہے لہٰذا اب اس کا اہل دنیا اور دنیا سے کوئی رابطہ و تعلق باقی نہیں ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ سوئی ہوئی یہ میت قبر سے باہر کی دنیا دیکھتی اور لوگوں کی آوازیں سنتی ہے۔ غلط اور مردود ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے موت دے کر ایک سو سال مارے رکھا تھا جب اسے زندہ کیا تو اسے یہ پتا نہیں تھا کہ وہ سو سال مرا رہا۔ بلکہ وہ کہنے لگا: میں (عالم موت میں) ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ (دیکھئے سورۃ البقرہ:۲۵۹)

☆ دلہن کی طرح سو جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قبر والے نیک انسان کی ہر سال شادی ہوتی ہے لہٰذا ہر سال اس کا عرس منانا چاہیے۔ اہل بدعت اپنے مذعومہ اولیاء کی قبروں پر ہر سال جو عرس مناتے ہیں اس کا قرآن، حدیث، اجماع اور آثار سلف صالحین سے کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ عمل بدعت ہے جس پر ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

☆ بغیر تحقیق کے عام لوگوں کی سنی سنائی اور غیر مدلل باتوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

۲۰/ ۳۔ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ حِيْنَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ: لَا تَضْرِبُوْا عَلَيَّ فُسْطَاطاً، وَلَا تَتْبَعُوْنِيْ بِمِجْمَرٍ، وَاَسْرِعُوْابِيْ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ

[1] ماهنامه "الحديث" شماره: ٤٥ صفحه: ٥، ٦۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ، قَالَ، قَدِّمُوْنِيْ، قَدِّمُوْنِيْ، وَاِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ السُّوْءُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ، قَالَ: يَا وَيْلَهُ! اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِيْ؟)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: مجھ پر خیمہ مت لگانا، اور نہ ہی میرے جنازہ کے پیچھے عود دان لے کر چلنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جب نیک آدمی کی میت اس کی چارپائی پر رکھی جاتی ہے تو وہ کہتی ہے: مجھے جلدی لے چلو، مجھے جلدی لے چلو۔ اور جب برے آدمی کی میت چارپائی پر رکھی جاتی ہے تو وہ کہتی ہے: ہائے تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟''

عود سیاہ قسم کی ایک خاص لکڑی ہوتی ہے جو آگ میں جل کر نہایت عمدہ خوشبو دیتی ہے اور عود دان وہ انگیٹھی جس میں عود لکڑی کو جلایا جاتا ہے۔ لوگ خوشبو کے لیے جنازے کے ساتھ اسے لے کر چلتے ہوں گے اس لیے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ میت کے ساتھ آگ لے جانا منع ہے اور عود دان بھی دراصل آگ ہی ہے۔ اسی طرح قبر پر خیمہ وغیرہ لگانا بھی منع ہے۔

۲۱/ ٤۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اِنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ)) [2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک میت ان دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے جب وہ واپس پلٹتے ہیں۔''

خوب یاد رکھیں کہ عام اصول یہی ہے کہ مردے سنتے نہیں لیکن اگر کسی صحیح حدیث میں سماع کا ذکر آجائے تو وہ اسی موقعے کے لیے ہوگا۔ اس لیے کہ جو بات خلاف قیاس ہو وہ اپنے مورد میں ہی رہتی ہے۔ اس اصول کو ذہن میں رکھ کر مذکورہ حدیث پر غور کریں کہ

[1] احمد: ۲/ ۲۹۲، رقم: ۷۹۰۱؛ نسائی، رقم: ۱۹۰۸، قال الالبانی: صحیح؛ وقال شعیب: صحیح لغیرہ۔ [2] ابن حبان، کتاب الجنائز، رقم: ۳۱۰۸۔ قال الالبانی: صحیح۔

میت کو لوگ جب دفنا کر واپس پلٹتے ہیں تو اس وقت وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ میت صرف دفنانے والوں کے صرف جوتوں کی آواز صرف اس وقت سنتی ہے جب وہ دفنا کر واپس پلٹتے ہیں۔ لہٰذا اب اسے نہ تو خلاف قرآن کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی سماع موتی پر اس سے کوئی دلیل اخذ کی جا سکتی ہے کیونکہ یہ ایک استثنائی صورت ہے جس کی بے شمار امثلہ موجود ہیں۔

۲۲/ ۵۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ إِنَّهٗ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ حِيْنَ يُوَلُّوْنَ عَنْهُ، فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا، كَانَتِ الصَّلٰوةُ عِنْدَ رَأْسِهٖ، وَكَانَ الصِّيَامُ عَنْ يَمِيْنِهٖ، وَكَانَتِ الزَّكٰوةُ عَنْ شِمَالِهٖ، وَكَانَ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصِّلَةِ وَالْمَعْرُوْفِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى النَّاسِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ فَيُؤْتٰى مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ، فَتَقُوْلُ الصَّلٰوةُ: مَا قِبَلِيْ مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتٰى عَنْ يَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ الصِّيَامُ: مَا قِبَلِيْ مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتٰى عَنْ يَسَارِهٖ فَتَقُوْلُ الزَّكٰوةُ: مَا قِبَلِيْ مَدْخَلٌ، ثُمَّ يُؤْتٰى مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، فَتَقُوْلُ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصِّلَةِ وَالْمَعْرُوْفِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى النَّاسِ: مَا قِبَلِيْ مَدْخَلٌ، فَيُقَالُ لَهٗ: اِجْلِسْ، فَيَجْلِسُ، وَقَدْ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ وَقَدْ أُدْنِيَتْ لِلْغُرُوْبِ، فَيُقَالُ لَهٗ: اَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ فِيْكُمْ مَا تَقُوْلُ فِيْهِ، وَمَاذَا تَشْهَدُ بِهٖ عَلَيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: دَعُوْنِيْ حَتّٰى اُصَلِّيَ، فَيَقُوْلُوْنَ: اِنَّكَ سَتَفْعَلُ اَخْبِرْنِيْ عَمَّا نَسْأَلُكَ عَنْهُ، اَرَأَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ فِيْكُمْ مَا تَقُوْلُ فِيْهِ، وَمَاذَا تَشْهَدُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ أَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَاَنَّهٗ جَآءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، فَيُقَالُ لَهٗ: عَلٰى ذٰلِكَ حَيِيْتَ وَعَلٰى ذٰلِكَ مُتَّ وَعَلٰى ذٰلِكَ تُبْعَثُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهٗ: هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنْهَا، وَمَا أَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ

فِيْهَا، فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَسُرُوْرًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنهَا وَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيْهَا، فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَسُرُوْرًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنهَا وَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا لَوْعَصَيتَهُ، فَيَزْدَادُ غِبْطَةً وَسُرُوْرًا، ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِيْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا، وَيُنَوَّرُلَهُ فِيْهِ، وَيُعَادُ الْجَسَدُ لِمَا بُدِأَ مِنْهُ، فَتُجْعَلُ نَسَمَتَهُ فِي النَّسَمِ الطَّيِّبِ وَهِيَ طَيْرٌ يَعْلُقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ))، قَالَ: ((فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾)) إلى آخِرِ الْآيَةِ (ابراهيم:٢٧) قَالَ: ((وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا اُتِيَ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ، لَمْ يُوْجَدْ شَيْءٌ ثُمَّ اُتِيَ عَنْ يَمِيْنِهٖ، فَلَا يُوْجَدُ شَيْءٌ، ثُمَّ اُتِيَ عَنْ شِمَالِهٖ، فَلَا يُوْجَدُ شَيْءٌ ثُمَّ اُتِيَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، وَلَا يُوْجَدُ شَيْءٌ، فَيُقَالُ لَهُ: اِجْلِسْ فَيَجْلِسُ خَائِفًا مَرْعُوْبًا، فَيُقَالُ لَهُ: أَرَاَيْتَكَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ فِيْكُمْ مَاذَا تَقُوْلُ فِيْهِ؟ وَمَاذَا تَشْهَدُ بِهٖ عَلَيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: اَيُّ رَجُلٍ؟ فَيُقَالُ: اَلَّذِيْ كَانَ فِيْكُمْ، فَلَا يَهْتَدِيْ لِاسْمِهٖ حَتّٰى يُقَالَ لَهُ: مُحَمَّدٌ، فَيَقُوْلُ: مَا اَدْرِيْ، سَمِعْتُ النَّاسَ قَالُوْا قَوْلًا، فَقُلْتُ كَمَا قَالَ النَّاسُ، وَيُقَالُ لَهُ: عَلٰى ذٰلِكَ حَيِيْتَ، وَعَلٰى ذٰلِكَ مُتَّ وَعَلٰى ذٰلِكَ تُبْعَثُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ النَّارِ فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُوْرًا، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: ذٰلِكَ مَقْعَدُكَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَمَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ فِيْهِ لَوْ اَطَعْتَهُ، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَثُبُوْرًا، ثُمَّ يُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهُ، فَتِلْكَ الْمَعِيْشَةُ الضَّنْكَةُ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ

نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ واپس پلٹنے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اگر مرنے والا مؤمن ہو تو اس کی نماز اس کے سر کے پاس کھڑی ہو جاتی ہے، روزہ اور زکوٰۃ اس کے دائیں اور بائیں آ جاتے ہیں جبکہ دیگر نیکی کے کام صدقہ، صلہ رحمی، لوگوں کے ساتھ کی ہوئی نیکیاں اور دیگر احسان اس کے پاؤں کے پاس ہوتے ہیں، عذاب کا فرشتہ سر کی طرف سے آتا ہے تو نماز کہتی ہے: میری طرف سے کوئی راستہ نہیں، پھر وہ دائیں طرف سے آنا چاہتا ہے تو روزہ کہتا ہے: میری طرف سے بھی کوئی راستہ نہیں، پھر وہ بائیں جانب سے آنا چاہتا ہے تو زکوٰۃ رکاوٹ بن جاتی ہے، پاؤں کی طرف سے آنا چاہتا ہے تو دیگر نیک اعمال (مثلاً) صدقہ، صلہ رحمی، لوگوں کے ساتھ کی ہوئی نیکیاں اور احسانات رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ بیٹھ جا تو وہ بیٹھ جاتا ہے اس کے سامنے سورج اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے جیسے وہ غروب ہونے کے قریب ہو۔ اس سے پوچھا جاتا ہے: اس شخص کے متعلق تو کیا کہتا تھا جو تم میں (معبوث ہوئے) تھے اور تو اس کے متعلق کیا گواہی دیتا تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو تا کہ میں نماز ادا کر لوں۔ فرشتے کہتے ہیں: یہ تو تو کر ہی لے گا، ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دو (وہ سوال دہراتے ہوئے پوچھتے ہیں) اس شخص کے متعلق تو کیا کہتا تھا جو تم میں (مبعوث) ہوئے تھے اور اس کے متعلق تو کیا گواہی دیتا تھا؟ مؤمن جواب دیتا ہے: وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ

---

[1] ابن حبان، کتاب الجنائز، رقم:۳۱۰۳؛ حاکم:۱/ ۳۸۰، رقم:۱٤۰۳؛ طبرانی فی الاوسط: ۲/ ۹۲، رقم:۲٦۳۰؛ بیہقی فی عذاب القبر، رقم:۷۹۔ قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاه؛ وقال الهیثمی فی المجمع:۳/ ۱۳٤: اسناده حسن؛ و قال الالبانی: حسن۔

بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے تھے۔ فرشتے یہ جواب سن کر اسے کہتے ہیں: اسی (عقیدے) پر تو نے زندگی گزاری، اسی پر تجھے موت آئی اور ان شاء اللہ اسی پر قیامت کے دن تو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر اس کے لیے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا جنت میں ٹھکانا ہے اور جو کچھ اللہ نے جنت میں تیرے لیے تیار کر رکھا ہے (وہ بھی دیکھ۔ اس نظارے کے بعد) اس کے شوق اور لذت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ پھر اس کے سامنے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ اگر تو اللہ کی نافرمانی کرتا تو یہ آگ تیرا ٹھکانا بنتی اور دیگر عذاب جو اللہ نے اس میں تیرے لیے تیار کر رکھے تھے (وہ سب تجھے ملتے) پھر اس کی قبر ستر ہاتھ کشادہ کر دی جاتی ہے اور اس میں روشنی کر دی جاتی ہے اور اس کا جسم پہلے (موت) والی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے اور اس کی روح کو پاکیزہ (نیک) روحوں میں شامل کر دیا جاتا ہے اور وہ پرندہ ہے جو جنت کے درختوں پر چرتا پھرتا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ہے: اللہ ایمان والوں کو قول ثابت کے ذریعے ثابت قدم رکھتا ہے دنیا اور آخرت میں۔''

فرمایا: ''اور بے شک کافر کے پاس جب عذاب کا فرشتہ اس کے سر کی طرف سے آتا ہے تو وہاں کوئی رکاوٹ نہیں پاتا، پھر دائیں طرف سے آتا ہے تو وہاں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، پھر بائیں طرف سے آتا ہے تو وہاں بھی کوئی چیز نہیں ہوتی، پھر وہ پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو ادھر بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی (جب ہر طرف سے عذاب گھیر لیتا ہے تو) کافر سے کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ، تو وہ گھبرایا ہوا، خوف زدہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے: تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا اور کیا گواہی دیتا تھا جو تم میں

(مبعوث) ہوئے تھے؟ کافر پوچھتا ہے: کون سا آدمی؟ اسے آپ کے اسم گرامی کا پتا نہیں چلتا حتی کہ اسے بتا دیا جاتا ہے کہ محمد ﷺ (کے متعلق پوچھا جارہا ہے) وہ جواب دیتا ہے: میں کچھ نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو ان کے متعلق کچھ کہتے سنا تھا بس میں بھی وہی کہتا رہا۔ پھر اسے بتا دیا جاتا ہے کہ اسی کفر پر تو زندہ رہا اور اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی پر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر اس کے لیے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے اور دوسرے عذاب جو اللہ نے تیرے لیے اس میں تیار کر رکھے ہیں (یہ دیکھ کر) اس کی حسرت اور ہلاکت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، پھر اس کے سامنے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ اگر تو اللہ کی فرمانبرداری کرتا تو یہ تیرا ٹھکانا بنتا۔ یہ چیز اس کی ندامت اور ہلاکت میں مزید اضافے کا باعث بنتی ہے۔ پھر اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں۔ یہ ہے وہ تنگ زندگی جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں ذکر فرمایا: ''پس بلاشبہ اس کے لیے تنگی کی زندگی ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

اس حدیث میں نماز، روزہ، زکوۃ اور دیگر نیک اعمال کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ اور یہی اچھے اعمال آخرت میں انسان کے کام آئیں گے، قبر میں انہی صالح اعمال کی برکت سے انسان امتحان میں کامیاب ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی کیونکہ ان اعمال میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ لیکن اس کے برعکس جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنی من مانیاں کیں تو وہ عتاب الٰہی کا شکار ہوگا اور بدبختی اس کا مقدر بنے گی۔

((وَيُعَادُ الْجَسَدُ لِمَا بُدِأَ مِنْهُ)) سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جسم دوبارہ موت والی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ یعنی روح جسم سے نکل جاتی ہے کیونکہ موت دراصل روح

اور جسم کی جدائی کا نام ہے۔ لہٰذا قبر میں سوال و جواب کے بعد روح کے جسم سے نکل جانے کی یہ دلیل ہوئی۔

((وَهِيَ طَيْرٌ)) مومن کی روح کو پرندے میں رکھا جاتا ہے اسی مناسبت سے اسے بھی پرندہ کہا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ومعلوم أنها إذا كانت في جوف طير صدق عليها أنها طير [1]

''معلوم ہوا کہ جب روح پرندے کے پیٹ میں ہو تو اس پر پرندے کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔'' اور یہ پرندہ مؤمن کی روح کے لیے بطور سواری ہوتا ہے، نیز اس پرندے کی ماہیت اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

عذاب قبر کہاں ہوتا ہے؟

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بھی ہم بیان کر آئے ہیں کہ عذاب قبر کا محل یہی ارضی قبر ہے جس میں ہم مردے دفن کرتے ہیں لیکن بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد میت کو اس ارضی قبر کے علاوہ ایک برزخی قبر ملتی ہے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے وہاں میت کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے۔ لیکن یہ نظریہ سراسر کتاب وسنت کے منافی ہے۔

قبر کا مفہوم:

قبر دراصل زمین کے اس حصے کو کہا جاتا ہے جس میں مردہ دفنایا جاتا ہے بالفاظ دیگر قبر انسان کے مدفن یعنی جائے دفن کو کہتے ہیں۔ لغت کی تمام کتابوں میں انسان کی جائے دفن ہی کو قبر کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی قبور اور مقابر کے جو الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سے بالاتفاق انسان کی جائے دفن ہی مراد ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی ان مذکورہ الفاظ کا استعمال ارضی قبر پر ہی ہوا ہے جس میں میت دفن کی جاتی ہے۔ جب قبر انسان کے جائے دفن کا نام ہے تو پھر لازماً عذاب قبر بھی اسی میں ہوتا ہے مثلاً حدیث نمبر ۱۳ میں گزرا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((فَلَوْ لَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا، لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ

[1] كتاب الروح: ۱۳۱۔

الْقَبْرِ))

”اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم مردے دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر صحابہ کرام عذاب قبر سن لیتے تو اس سے بچنے کے لیے ارضی قبر میں مردے دفنانا ہی چھوڑ دیتے۔ اب اگر صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ارضی قبر کے بجائے کسی برزخی قبر میں عذاب ہوتا ہے تو وہ مردوں کو ارضی قبر میں دفنانا کیوں چھوڑتے؟ ارضی قبر میں دفن کرنے سے انہیں کونسا امر مانع تھا؟

اگر صحابہ کرام کا ارضی قبر میں عذاب کا عقیدہ درست نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ ان کو عذاب قبر سنانے کی دعا کر دیتے اور انہیں سمجھا دیتے کہ وہ ارضی قبر میں مردے دفنانا نہ چھوڑیں کیونکہ اس میں تو عذاب ہوتا ہی نہیں ۔ وہ تو کسی دوسری قبر میں ہوتا ہے جو دفن نہ کرنے کی صورت میں بھی ملے گی۔ حدیث نمبر ۱۹ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

((فَلَا يَزَالُ فِيهَا مُعَذَّبًا حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذٰلِكَ))

”وہ اس میں ہمیشہ اسی طرح عذاب میں مبتلا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے اس ٹھکانے سے دوبارہ (قیامت کے دن) اٹھائے گا۔“

اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ مردے کو اس جگہ عذاب ہوتا ہے جہاں سے وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا اور یہ سب مانتے ہیں کہ قیامت کے دن مردے ارضی قبروں سے ہی اٹھائے جائیں گے لہٰذا اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ عذاب قبر اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے۔

ان سطور میں ہم بخوف طوالت صرف انہیں چند مثالوں پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ عذاب قبر کے سلسلے کی ایک ایک حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عذاب قبر کا محل یہی ارضی قبر ہے۔

ارضی قبر میں عذاب کے منکرین کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ کتاب وسنت سے صرف ایک آیت یا حدیث ایسی دکھا دیں جس میں یہ صراحت ہو کہ عذاب قبر، ارضی قبر میں نہیں بلکہ ان

کی مزعومہ برزخی قبر میں ہوتا ہے! ﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ......الخ﴾
ہم کہتے ہیں کہ جب کتاب وسنت حتی کہ لغت میں بھی قبر اسی ارضی قبر کو کہا گیا ہے اور اس کے علاوہ کوئی قبر ثابت نہیں تو لامحالہ عذاب قبر بھی اسی میں ہوتا ہے۔

جنہیں بظاہر ارضی قبر نہ ملے انہیں عذاب کہاں ہوگا؟

ارضی قبر میں عذاب کے منکرین کہتے ہیں کہ جنہیں کسی وجہ سے یہ قبر نہ مل سکے جیسے درندوں کے کھائے ہوئے، آگ میں جلائے جانے والے یا پانی میں ڈوب کر مرنے والے تو انہیں عذاب کہاں ہوگا؟

برزخی قبر کا عقیدہ رکھنے والوں کا یہ اعتراض دراصل منکرین عذاب قبر سے ہی مسروقہ ہے جس کے متقدمین اور متاخرین بے شمار جوابات دے چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ﴾ [1]

”تمہیں زمین ہی میں زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ﴾ [2]

”اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر واپس لوٹائیں گے اور اسی سے تم سب کو دوبارہ نکال کھڑا کریں گے۔“

ان آیات سے معلوم ہوا کہ انسان کو زمین سے پیدا کیا گیا ہے۔ زمین ہی میں اس کو موت آئے گی، زمین ہی میں لوٹایا جائے گا اور اسی زمین سے قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ جب ہر شخص زمین ہی سے اٹھایا جائے گا تو لازماً ہر شخص کو زمین یعنی قبر ملے گی۔ اب خواہ اس زمین میں وہ شخص انسانوں کے ذریعے رکھوایا جائے یا فرشتوں کے ذریعے اور یا پھر کلمۂ کُن کے ذریعے زمین میں پہنچ جائے بہرحال زمین یعنی قبر میں وہ ضرور جائے گا جس سے قیامت کے دن اسے دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

[1] ۷/ الاعراف:۲۵۔ [2] ۲۰/ طٰہٰ:۵۵۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ ﴾ ❶

''اور بے شک قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ قبروالوں کو دوبارہ زندہ کریں گے۔''

سورۃ القمر میں ہے:

﴿ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ﴾ ❷

''اور جس دن ایک پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا تو آنکھیں نیچی کیے ہوئے یہ لوگ (اپنی اپنی) قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا کہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔''

سورۃ العٰدیٰت میں ہے:

﴿ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ﴾ ❸

''کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں کہ جب قبروں میں جو ہیں انہیں زندہ کر کے باہر نکالا جائے گا۔''

اس طرح کی تمام آیات سے بھی یہی چیز واضح ہوتی ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگ انہی ارضی قبروں سے اٹھائے جائیں گے لہٰذا تمام انسانوں کے لیے کسی ارضی قبر کا ہونا ضروری ٹھہرا۔ اگر کوئی شخص انسانوں کے ذریعے قبر میں دفن نہ بھی ہوا تو بھی اللہ تعالیٰ اسے کسی اور ذریعے سے قبر میں پہنچا دے گا اور پھر اسی قبر سے اٹھائے گا لہٰذا اگر کسی شخص کو مچھلیاں کھا جائیں یا سمندر میں ڈوب جائے یا آگ میں جلا کر اس کی راکھ ہواؤں کے ذریعے بکھیر دی جائے تو اسے بھی ضرور اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی ذریعے سے زمین میں پہنچا دے گا جو اس کی قبر ہوگی اور پھر قیامت کے دن اسی سے دوبارہ اٹھائے گا۔

سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

❶ ۲۲/ الحج:۷۔ ❷ ۵٤/ القمر:٦، ۷۔ ❸ ۱۰۰/ العٰدیٰت:۹۔

﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝﴾ ❶

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے ایک خاص طریقے سے اُگایا (پیدا کیا) ہے پھر دوبارہ وہ تمہیں اس (زمین) میں لوٹائے گا اور (روز قیامت) ایک خاص طریقے سے نکالے گا۔''

سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا تھا لیکن سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں پہلے ہی بذریعہ وحی اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ مرنے کے بعد آخر کار انہیں اسی زمین ہی میں واپس لوٹنا ہوگا یعنی یہی زمین ان کی قبر بنے گی اور قیامت کے دن وہ اسی سے اٹھائے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو دفن ہونا نصیب نہ بھی ہو تو بھی آخر کار اللہ تعالیٰ اسے زمین ہی میں لے آئیں گے جس میں اسے عذاب ہوگا اور پھر اسی سے وہ روز قیامت زندہ کیا جائے گا۔

۲۳/ ٦ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ قَوْلِهٖ جَلَّ وَعَلَا: ﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ قَالَ: ((عَذَابُ الْقَبْرِ)) ❷

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ بلند و برتر کے فرمان: ﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ عذاب قبر ہے۔''

۲۴/ ۷۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِنَّ الْمُؤْمِنَ فِیْ قَبْرِهٖ لَفِیْ رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ، وَيُرْحَبُ لَهٗ قَبْرُهٗ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا، وَيُنَوَّرُ لَهٗ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، اَتَدْرُوْنَ فِيْمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ؟ ﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ۝ وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمَعِيْشَةُ الضَّنْكُ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: ((عَذَابُ

---

❶ ۷۱/ نوح: ۱۷، ۱۸۔ ❷ ابن حبان، کتاب الجنائز، رقم: ۳۱۰۹؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۷۰۔قال الالبانی: حسن۔

الْكَافِرِ فِيْ قَبْرِهِ، وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! اِنَّهُ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ تِنِّيْنًا، اَتَدْرُوْنَ مَا التِّنِّيْنُ؟ سَبْعُوْنَ حَيَّةً لِكُلِّ حَيَّةٍ سَبْعُ رُؤُوْسٍ يَلْسَعُوْنَهُ، وَيَخْدِشُوْنَهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک مؤمن اپنی قبر میں سرسبز وشاداب باغ میں ہوتا ہے اور اس کے لیے قبر ستر ہاتھ کشادہ کر دی جاتی ہے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح اس میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ آیت ﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ کس بارے میں نازل ہوئی ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ کیا ہوتا ہے؟'' صحابہ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ عذاب قبر ہے جو قبر میں کافر کو دیا جاتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک کافر پر ننانوے اژدھے مسلط کر دیے جاتے ہیں۔ جانتے ہو اژدھے کیا ہوتے ہیں؟ ایک اژدھا ستر سانپوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر سانپ کے سات سر ہوتے ہیں جو کافر کو قیامت تک ڈستے اور کاٹتے رہیں گے۔''

۲۵/ ۸۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: يُطْبَقُ عَلَى الْكَافِرِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهُ، وَهِيَ الْمَعِيْشَةُ الضَّنْكُ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ: ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ [2]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کافر پر اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی

---

[1] ابن حبان، كتاب الجنائز، رقم:۳۱۱۲؛ بيهقى فى عذاب القبر، رقم:۸۰؛ ابو يعلى فى مسنده، رقم:٦٦٤٤۔ قال الهيثمى فى المجمع، ۳/ ۱۳۹: رواه ابو يعلى و فيه دراج، وحديثه حسن، واختلف فيه؛ قال شعيب: هذا اسناد حسن، فان اباالسمح وهو دراج، احاديثه مستقيمة الاما كان عن ابى الهيثم، عن ابى سعيد، وهوهنا رواه عن ابن حجيرة وهو عبدالرحمن، قاضى مصر...... انظر: الموسوعة الحديثية:۱۷/ ٤۳٥؛ قال الالبانى: حسن۔

[2] ابن جرير الطبرى فى تفسيره:۹/ ۲٤۹، رقم:۱۸٤۲۰ وسنده حسن۔

ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں اور یہی وہ "مَعِيْشَةً ضَنكًا" (تنگ زندگی) ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا پس بے شک اس کے لیے تنگ زندگی ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

"مَعِيْشَةً ضَنكًا" (تنگی والی زندگی) سے مراد عذاب قبر اور قبر کی تنگی ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

٢٦/ ٩۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى قَبْرٍ، فَقَالَ: ((ائْتُوْنِيْ بِجَرِيْدَتَيْنِ)) فَجَعَلَ اِحْدَاهُمَا عِنْدَ رَأْسِهٖ وَالْأُخْرٰى عِنْدَ رِجْلَيْهِ، فَقِيْلَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! اَيَنْفَعُهُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: ((لَنْ يَّزَالَ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُ بَعْضُ عَذَابِ الْقَبْرِ مَا كَانَ فِيْهِمَا نُدُوٌّ)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: "میرے پاس دو سبز ٹہنیاں لے کر آؤ۔" (چنانچہ وہ ٹہنیاں لائی گئیں) تو آپ نے ان میں سے ایک قبر کے سرہانے اور دوسری پائندی کے پاس رکھی۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ اے اللہ کے نبی! کیا یہ چیز اس مردے کو کوئی فائدہ دے سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "جب تک ان دونوں ٹہنیوں میں تری باقی ہے اس وقت تک اس کے عذاب میں کچھ کمی رہے گی۔"

عذاب قبر برحق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر جس قبر کے پاس سے ہوا تھا اور جس کے سرہانے اور پائندی کے پاس آپ نے ٹہنیاں رکھی تھیں وہ ارضی قبر ہی تھی جس میں صاحب

---

[1] احمد: ٢/ ٤٤١، رقم: ٩٦٨٤؛ ابن ابی شیبة: ٣/ ٣٧٦، رقم: ١٢٠٤١؛ اسحاق بن راهويه فی مسنده، رقم: ٢٠٩؛ بيهقی فی عذاب القبر، رقم: ١٣٦۔ قال الهيثمی فی المجمع، ٣/ ١٤١: رواه احمد ورجاله رجال الصحيح؛ قال شعيب: اسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير يزيد بن كيسان فمن رجال مسلم وهو ثقة۔

قبر عذاب میں مبتلا تھا تاہم اس روایت میں یہ وضاحت نہیں کہ اس عذاب کا سبب کیا تھا؟ بہر حال سبب کوئی بھی ہو اس میں عذاب قبر کا ثبوت موجود ہے۔

۲۷/ ۱۰۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كُنَّا نَمْشِي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَمَرَرْنَا عَلٰى قَبْرَيْنِ، فَقَامَ، فَقُمْنَا مَعَهُ، فَجَعَلَ لَوْنُهُ يَتَغَيَّرُ حَتّٰى رَعَدَ كُمُّ قَمِيْصِهِ، فَقُلْنَا: مَالَكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ:((مَا تَسْمَعُوْنَ مَا اَسْمَعُ)) قُلْنَا: وَمَا ذَاكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((هٰذَانِ رَجُلَانِ يُعَذَّبَانِ فِيْ قُبُوْرِهِمَا عَذَابًا شَدِيْدًا فِيْ ذَنْبٍ هَيِّنٍ)) قُلْنَا: مِمَّ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ وَكَانَ الْاٰخَرُ يُؤْذِي النَّاسَ بِلِسَانِهِ، وَيَمْشِيْ بَيْنَهُمْ بِالنَّمِيْمَةِ)) فَدَعَا بِجَرِيْدَتَيْنِ مِنْ جَرائِدِ النَّخْلِ، فَجَعَلَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، قُلْنَا: وَهَلْ يَنْفَعُهُمَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ! يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا دَامَا رَطْبَتَيْنِ)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہمارا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ ٹھہر گئے، ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے، آپ کا رنگ متغیر ہونے لگا حتیٰ کہ آپ کی قمیص مبارک کی آستین ہلنے لگی۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا: ''کیا تم سنتے نہیں جو میں سن رہا ہوں؟'' ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ دو آدمی ہیں جنہیں ان کے معمولی گناہ کی بنا پر قبروں میں سخت عذاب دیا جا رہا ہے۔'' ہم نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! کس گناہ کی وجہ سے؟ آپ نے فرمایا: ''ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا اپنی زبان سے لوگوں کو اذیت دیتا تھا اور ان کے درمیان چغلی کھاتا پھرتا تھا۔'' پھر آپ نے کھجور کی دو سبز شاخیں منگوائیں

[1] ابن حبان، کتاب الرقائق، رقم:۸۲۱؛ قال البانی: صحیح۔

اور ہر قبر پر ایک ایک رکھ دی۔ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ ان کو کوئی فائدہ دے سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی ان پر عذاب میں کمی رہے گی۔''

یہ ایک مختلف واقعہ ہے جو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے ساتھ پیش آیا۔

علاوہ ازیں کفر وشرک، خیانت بھی عذاب قبر کے اسباب میں سے ہیں۔

اہل علم کے ہاں غیبت اور چغلی کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں یا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں؟ راجح قول یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک شخص کا حال اس کی مرضی کے بغیر اختلاف ڈالنے کی غرض سے دوسروں کے سامنے بیان کرنا چغلی ہے جبکہ غیبت یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کا تذکرہ ایسے انداز سے کیا جائے جسے وہ ناپسند کرے۔ یعنی چغلی میں اختلاف ڈالنے، شر و فساد کو ہوا دینے کا ارادہ ہوتا ہے جبکہ غیبت میں ایسا نہیں ہوتا اور غیبت کسی شخص کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے۔

۲۸/ ۱۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَکْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ)) [1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

۲۹/ ۱۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ، فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ)) [2]

---

[1] ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب التشديد فى البول، رقم: ۳۴۸؛ احمد: ۲/ ۳۲۶؛ حاكم: ۱/ ۱۸۳؛ ابن ابى شيبة: ۱/ ۱۲۲؛ بيهقى فى عذاب القبر، رقم: ۱۳۳؛ دارقطنى: ۱/ ۱۲۸، وقال: صحيح؛ وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولا اعرف له علة ولم يخرجاه؛ وقال البوصيرى: هذا اسناد صحيح؛ وقال البانى: صحيح۔

[2] دارقطنى، كتاب الطهارة: ۱/ ۱۲۸، رقم: ۴۵۸؛ ابن ابى حاتم فى العلل، ۱/ ۲۵، رقم: ۴۲، حديث حسن۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پیشاب سے بچو کیونکہ عموماً عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

دیگر نجاستوں کی نسبت پیشاب زیادہ تر عذابِ قبر کا سبب اس لیے بنتا ہے کہ انسانوں کو دن رات میں زیادہ تر اسی سے واسطہ پڑتا ہے اور لوگ اسے معمولی سمجھتے ہوئے اس میں احتیاط نہیں کرتے مثلاً پیشاب کرتے وقت پردے کا اہتمام نہیں کرتے، اس کے چھینٹوں سے نہیں بچتے یا پیشاب والی جگہ کو صاف نہیں کرتے یا پھر جلدی جلدی پیشاب کر کے فوراً اٹھ جاتے ہیں دریں صورت باقی ماندہ پیشاب کے قطرے بدن اور کپڑوں کی نجاست کا سبب بنتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نماز اور اس جیسی دیگر عبادات میں خلل آ جاتا ہے۔

چغلی کے متعلق امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھی نقل الکلام بین الناس علی وجھۃ الإفساد [1]

''فساد ڈالنے کی غرض سے ایک شخص کی بات دوسرے تک پہنچانے کا نام چغلی ہے۔''

چغل خور ایک ساعت میں اتنا فساد پھیلا سکتا ہے کہ کوئی جادوگر اتنا فساد ایک مہینے میں بھی نہیں کروا سکتا۔ لہٰذا یہ بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور عذاب قبر کا باعث ہے۔

۳۰/ ۱۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ ، اَنَّ امْرَاَۃً سَوْدَآءَ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ ۔اَوْ شَابًّا۔ فَفَقَدَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَأَلَ عَنْھَا۔ اَوْعَنْہُ۔ فَقَالُوْا: مَاتَ، قَالَ: ((دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِہٖ)) فَدَلُّوْہُ، فَصَلّٰی عَلَیْھَا، ثُمَّ قَالَ: ((اِنَّ ھٰذِہِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَۃٌ ظُلْمَۃً عَلٰی اَھْلِھَا، وَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُنَوِّرُھَا لَھُمْ بِصَلَاتِیْ عَلَیْھِمْ)) [2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک حبشی عورت یا حبشی جوان مسجد کی

[1] ریاض الصالحین:۲۳/ ۳۲۴۔ [2] مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی القبر، رقم:۲۲۱۵؛ بخاری، رقم:۴۵۷؛ ابوداود، رقم:۳۲۰۳؛ ابن ماجہ، رقم:۱۵۲۷؛ بیہقی فی عذاب القبر، رقم:۱۷۹؛ ابن خزیمۃ:۲/ ۲۷۲، رقم:۱۲۹۹۔

صفائی کیا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے گم پایا آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی؟'' راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے اس کے معاملے کو معمولی سمجھا تھا۔ آپ نے فرمایا: '' مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔'' پس لوگوں نے آپ کو اس کی قبر دکھائی تو آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی پھر فرمایا: ''بلاشبہ یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوئی ہیں میرے نماز جنازہ پڑھنے کے سبب اللہ انہیں روشن کر دیتے ہیں۔''

مسجد کی صفائی کرنے والا مرد تھا یا عورت؟ راجح قول کے مطابق یہ عورت ہی تھی جیسا کہ صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۶۰ میں ''ولا أراه إلا امراة'' اور صحیح ابن خزیمہ میں ''امرأة سوداء'' کے الفاظ ہیں۔

((اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوَّةٌ ظُلْمَةً......)) ''بے شک یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں۔'' ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور اس کا محل ارضی قبر ہی ہے۔ کیونکہ ''هٰذِهِ الْقُبُوْرَ'' میں آپ کا اشارہ انہیں ارضی قبروں کی طرف تھا۔

۳۱/ ۱۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُجْرِیَ عَلَیْهِ عَمَلُهُ الصَّالِحُ الَّذِیْ كَانَ یَعْمَلُ، وَاُجْرِیَ عَلَیْهِ رِزْقُهُ، وَاَمِنَ مِنَ الْفُتَّانِ، وَبَعَثَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اٰمِنًا مِنَ الْفَزَعِ)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو گیا اس کے نیک اعمال جو وہ (اپنی زندگی میں) کیا کرتا تھا، ان کا اجر اسے (مسلسل قیامت تک) ملتا رہے گا۔ اور اسے رزق بھی دیا جاتا رہے گا اور وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔ نیز

---

[1] ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب فضل الرباط فی سبیل الله، رقم: ۲۷۶۷۔ قال البوصیری: هذا اسناد صحیح، رجاله ثقات؛ وقال الالبانی: صحیح۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس حال میں اٹھائیں گے کہ وہ (اس دن کی) گھبراہٹ سے بھی محفوظ ہوگا۔"

اس حدیث میں سرحدوں پر اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جانے والے شخص کے لیے آخرت میں ملنے والے انعامات کا ذکر ہے۔

☆ اسے اس کے نیک اعمال کا قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔ یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوگا۔

☆ شہداء کی طرح اسے بھی رزق ملتا رہے گا۔

☆ وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا یعنی قبر میں منکر اور نکیر اس کا امتحان لینے نہیں آئیں گے۔

☆ وہ آخرت یعنی قیامت کی ہولناکیوں سے امن میں رہے گا۔

۳۲/ ۱۵۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:((اِنَّ الْمَیِّتَ یَصِیْرُ اِلَی الْقَبْرِ فَیُجْلَسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِیْ قَبْرِهٖ غَیْرَ فَزِعٍ وَلَا مَشْعُوْفٍ ثُمَّ یُقَالُ لَهٗ: فِیْمَ کُنْتَ؟ فَیَقُوْلُ: کُنْتُ فِی الْاِسْلَامِ. فَیُقَالُ لَهٗ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَیَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، جَاءَنَا بِالْبَیِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَصَدَّقْنَاهُ. فَیُقَالُ لَهٗ: هَلْ رَاَیْتَ اللّٰهَ؟ فَیَقُوْلُ: مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَرَی اللّٰهَ: فَیُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْهَا یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا. فَیُقَالُ لَهٗ: اُنْظُرْ اِلٰی مَا وَقَاكَ اللّٰهُ، ثُمَّ یُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةً قِبَلَ الْجَنَّةِ فَیَنْظُرُ اِلٰی زَهْرَتِهَا وَمَا فِیْهَا. فَیُقَالُ لَهٗ: هٰذَا مَقْعَدُكَ، وَیُقَالُ لَهٗ: عَلَی الْیَقِیْنِ کُنْتَ وَعَلَیْهِ مُتَّ وَعَلَیْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ. وَیُجْلَسُ الرَّجُلُ السُّوْءُ فِیْ قَبْرِهٖ فَزِعًا مَشْعُوْفًا. فَیُقَالُ لَهٗ: فِیْمَ کُنْتَ؟ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ، فَیُقَالُ لَهٗ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَیَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُهٗ. فَیُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ. فَیَنْظُرُ اِلٰی زَهْرَتِهَا وَمَا فِیْهَا، فَیُقَالُ لَهٗ: اُنْظُرْ اِلٰی مَا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ ثُمَّ یُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْهَا یَحْطِمُ بَعْضُهَا

بَعْضًا. فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ. عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى)) [1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب میت قبر میں دفن کی جاتی ہے تو نیک آدمی قبر میں کسی خوف اور گھبراہٹ کے بغیر اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: تو کس دین پر تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں اسلام پر تھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: وہ آدمی کون تھا (جو تمہارے درمیان بھیجا گیا)؟ وہ جواب دیتا ہے: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہمارے پاس واضح دلائل لے کر آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کی۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: اللہ تعالیٰ کو (دنیا میں) دیکھنا کسی کے لیے ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کے سامنے آگ کی طرف ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح آگ کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: دیکھ (آگ) جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے بچالیا۔ پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ (مؤمن) جنت کی بہاریں اور جو اس میں موجود (نعمتیں) دیکھتا ہے۔ پھر اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے اور اسے کہا جاتا ہے: تو نے ایمان پر زندگی بسر کی اور اسی حال میں فوت ہوا اور اسی پر ان شاء اللہ اٹھایا جائے گا۔

اور برے آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو وہ بہت گھبرایا ہوا اور خوفزدہ ہوتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے: تو کس دین پر تھا؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھا جاتا ہے: وہ آدمی کون تھا (جو تمہارے درمیان بھیجا گیا)؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا وہی میں بھی کہتا تھا۔ پھر اس کے سامنے جنت سے ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ

---

[1] ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، رقم:٤٢٦٨، قال الالباني: صحيح۔

جنت کی بہاروں اور اس میں موجود نعمتوں کو دیکھتا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ ہے وہ جنت جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں محروم کر دیا ہے۔ پھر اس کے لیے آگ سے ایک سوراخ کھولا جاتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح آگ کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانا، تو (دین) کے متعلق شک میں پڑا رہا اور اسی حالت میں مرا جبکہ اسی شک پر (قیامت کے دن) دوبارہ اٹھایا جائے گا۔"

۱۶/۳۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَکَانِ یُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ: فَذَکَرَ مِنْ طِیْبِ رِیْحِهَا، وَذَکَرَ الْمِسْکَ، قَالَ: وَیَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ: رُوْحٌ طَیِّبَةٌ جَآءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكِ وَعَلٰی جَسَدٍ کُنْتِ تَعْمُرِیْنَهٗ، فَیُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰی رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ یَقُوْلُ: انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ: وَاِنَّ الْکَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهٗ قَالَ حَمَّادٌ: وَذَکَرَ مِنْ نَتْنِهَا، وَذَکَرَ لَعْنًا۔ وَیَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَاءِ: رُوْحٌ خَبِیْثَةٌ جَآءَ تْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ، قَالَ: فَیُقَالُ: انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰی اٰخِرِ الْاَجَلِ۔ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ: فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَیْطَةً کَانَتْ عَلَیْهِ عَلٰی اَنْفِهٖ هٰکَذَا۔ [1]

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مؤمن کی روح نکلتی ہے تو فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ جناب حماد (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے روح کی خوشبو اور مشک کا بھی ذکر کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اور آسمان والے فرشتے (روح کی خوشبو پا کر) کہتے ہیں: کوئی پاک روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے،

[1] مسلم، کتاب الجنة ونعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة......، رقم:۷۲۲۱؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:٤٢۔

اللہ تعالیٰ اس پر بھی رحمت کرے اور اس جسم پر بھی جسے اس نے آباد کر رکھا تھا۔ پھر فرشتے اسے لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اسے آخر وقت تک (علیین میں) لے جاؤ۔ اور بے شک کافر کی جب روح نکلتی ہے۔ حماد کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی بدبو اور اس پر لعنت کا بھی ذکر کیا۔ (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) اور آسمان والے فرشتے کہتے ہیں: کوئی گندی روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پھر حکم ملتا ہے کہ اسے آخر وقت تک (سجین میں) رکھ آؤ۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کافر کی روح کی بدبو کے ذکر پر) اپنی چادر کا پلّو اس طرح اپنی ناک پر رکھ لیا۔ (اور پھر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ناک پر چادر رکھ کر دکھائی)۔

۱۷/۳۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ، اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ، فَيَقُوْلُوْنَ: اُخْرُجِی رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ اِلٰى رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ، فَتَخْرُجُ كَاَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ، حَتّٰى اِنَّهٗ لَيُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ بَابَ السَّمَاءِ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَا اَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِیْ جَآءَتْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ؟ فَيَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرْحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ يَقْدَمُ عَلَيْهِ، فَيَسْاَلُوْنَهٗ: مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: دَعُوْهُ! فَاِنَّهٗ كَانَ فِیْ غَمِّ الدُّنْيَا، فَاِذَا قَالَ: اَمَا اَتَاكُمْ؟ قَالُوْا: ذُهِبَ اِلٰى اُمِّهِ الْهَاوِيَةِ. وَاِنَّ الْكَافِرَ، اِذَا احْتُضِرَ، اَتَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ، فَيَقُوْلُوْنَ: اُخْرُجِیْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطًا عَلَيْكِ اِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ، حَتّٰى يَاْتُوْنَ بِهٖ بَابَ الْاَرْضِ، فَيَقُوْلُوْنَ: مَا اَنْتَنَ

هٰذِهِ الرِّيحَ! حَتّٰى يَأْتُوْنَ بِهِ أَرْوَاحَ الْكُفَّارِ)) ❶

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومن کا آخری وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے اس کے پاس سفید ریشم کا لباس لے کر آتے ہیں، اور کہتے ہیں: اللہ کی رحمت، جنت کی خوشبو اور اپنے خوش ہونے والے رب کی طرف اس حالت میں اس جسم سے نکل کر تو اپنے رب سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔ لہٰذا وہ روح جسم سے نکلتی ہے تو اس سے بہترین قسم کی خوشبو آ رہی ہوتی ہے، حتیٰ کہ فرشتے ایک دوسرے سے ہاتھوں ہاتھ اسے لے لیتے ہیں یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان کے دروازے پر آ جاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: یہ کیسی عمدہ خوشبو ہے جو زمین سے تمہاری طرف آئی ہے؟ پھر وہ فرشتے اسے لے کر مومنوں کی روحوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے مومنوں کی روحوں کو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کے ملنے پر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ (روحیں) اس سے پوچھتی ہیں: فلاں آدمی کس حال میں تھا؟ فلاں کیا کر رہا تھا؟ پھر وہ آپس میں کہتی ہیں: اسے آرام کرنے دو کیونکہ یہ دنیا کے مصائب و آلام میں مبتلا تھا۔ (ستانے کے بعد جب) وہ روح جواب دیتی ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ تو وہ روحیں (افسوس سے) کہتی ہیں: وہ اپنے ٹھکانے ہاویہ (آگ) میں لے جایا گیا ہے۔

اور کافر کے پاس عذاب کے فرشتے ٹاٹ لے کر آتے ہیں تو کہتے ہیں: اللہ کے عذاب اور ناراضی کی طرف نکل۔ کافر کی روح جسم سے نکلتی ہے تو اس سے بہت گندی بو آ رہی ہوتی ہے یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر زمین کے دروازے کی طرف آتے ہیں تو (زمین کے دروازے کے محافظ)

---

❶ نسائی، کتاب الجنائز، باب مایلقی به المؤمن من الکرامة عند خروج نفسه، رقم:۱۸۳۳؛ حاکم:۱/ ۳۵۳؛ ابن حبان، رقم:۳۰۰۳؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۴۵۔ قال الحاکم: هذه الاسانید کلها صحیحة؛ وقال البانی: صحیح۔

فرشتے کہتے ہیں یہ کس قدر گندی بو ہے؟ حتیٰ کہ وہ فرشتے اسے لے کر کفار کی روحوں میں پہنچ جاتے ہیں۔"

۱۸/۳۵۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اَلْمَیِّتُ تَحْضُرُہُ الْمَلَائِکَۃُ، فَإِذَا کَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا، قَالُوْا: اُخْرُجِیْ، اَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَۃُ! کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ، اُخْرُجِیْ حَمِیْدَۃً، وَاَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَ رَیْحَانٍ وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ، فَلَا یَزَالُ یُقَالُ لَھَا، حَتّٰی تَخْرُجَ، ثُمَّ یُعْرَجُ بِھَا اِلَی السَّمَآءِ فَیُفْتَحُ لَھَا، فَیُقَالُ: مَنْ ھٰذَا؟ فَیَقُوْلُوْنَ: فُلَانٌ! فَیُقَالُ: مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الطَّیِّبَۃِ، کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ، اُدْخُلِیْ حَمِیْدَۃً، وَاَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَّ رَیْحَانٍ، وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ، فَلَا یَزَالُ یُقَالُ لَھَا ذٰلِکَ، حَتّٰی یُنْتَھٰی بِھَا اِلَی السَّمَآءِ الَّتِیْ فِیْھَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ، وَاِذَا کَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ، قَالَ: اُخْرُجِیْ، اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَۃُ! کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الْخَبِیْثِ، اُخْرُجِیْ ذَمِیْمَۃً، وَاَبْشِرِیْ بِحَمِیْمٍ وَّغَسَّاقٍ، وَاٰخَرَ مِنْ شَکْلِہٖ اَزْوَاجٌ، فَلَا یَزَالُ یُقَالُ لَھَا ذٰلِکَ، حَتّٰی تَخْرُجَ، ثُمَّ یُعْرَجُ بِھَا اِلَی السَّمَآءِ، فَلَا یُفْتَحُ لَھَا، فَیُقَالُ: مَنْ ھٰذَا؟ فَیُقَالُ: فُلَانٌ، فَیُقَالُ: لَا مَرْحَبًا بِالنَّفْسِ الْخَبِیْثَۃِ، کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الْخَبِیْثِ، اِرْجِعِیْ ذَمِیْمَۃً، فَاِنَّھَا لَا تُفْتَحُ لَکِ اَبْوَابُ السَّمَآءِ، فَیُرْسَلُ بِھَا مِنَ السَّمَآءِ ثُمَّ تَصِیْرُ اِلَی الْقَبْرِ)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں اگر وہ نیک انسان ہو تو فرشتے کہتے ہیں: اے

[1] ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذکر الموت والاستعداد له، رقم:٤٢٦٢؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:٤٤؛ احمد:٢/ ٣٦٤ وزاد: ((فیجلس الرجل الصالح......)) قال البوصیری: اسناده صحیح، رجاله صحیح؛ قال الالبانی واحمد محمد شاکر: صحیح؛ قال شعیب: اسناده صحیح علی شرط الشیخین۔

پاک جسم میں رہنے والی پاک روح! باہر نکل آ۔ باہر نکل آ تو قابل تعریف ہے اور اللہ کی رحمت، (جنت کی) خوشبو اور ناراض نہ ہونے والے رب سے خوش ہو جا۔ اسے مسلسل یہی بشارتیں دی جاتی ہیں حتیٰ کہ روح جسم سے باہر آ جاتی ہے۔ پھر روح کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اس کے لیے (آسمان کا) دروازہ کھولا جاتا ہے تو دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں: فلاں ہے۔ تو کہا جاتا ہے: پاک جسم میں رہنے والی اس پاکیزہ روح کے لیے خوش آمدید ہو۔ (آسمان میں) داخل ہو جا، تو قابل تعریف ہے اور اللہ کی رحمت، خوشبو اور ناراض نہ ہونے والے رب سے خوش ہو جا۔ اسے مسلسل یہی کلمات کہے جاتے ہیں حتیٰ کہ روح کو اس آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ ہیں۔

اور جب بدکار شخص مرنے لگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے گندے جسم میں رہنے والی گندی روح! باہر آ جا۔ باہر آ جا تو قابل مذمت ہے اور گرم پانی، پیپ اور اس قسم کے دیگر عذابوں کی بشارت قبول کر۔ اسے مسلسل یہی کلمات کہے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ روح جسم سے باہر آ جاتی ہے۔ پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے لیکن اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ پیغام ملتا ہے کہ گندے جسم میں رہنے والی اس گندی روح کے لیے خوش آمدید نہیں۔ دفع ہو جا تو قابل مذمت ہے، تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جا سکتے۔ چنانچہ اس کو آسمان ہی سے پھینک دیا جاتا ہے پھر وہ قبر میں لوٹ آتی ہے۔"

مسئلہ اعادہ روح:

ان تمام احادیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب برحق ہے اور ہمارا ان سب پر ایمان ہے۔ ہم عقل کو قطعاً یہ اختیار نہیں دیتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان پر

اعتراض کرتے ہوئے اسے تسلیم نہ کرے کیونکہ ان تمام معاملات کا تعلق آخرت سے ہے۔ جن کا احاطہ عقل کے بس میں نہیں۔ یہ سب احادیث ایک دوسری کی تفسیر ہیں یعنی کسی حدیث میں اجمال اور کسی میں تفصیل ہے۔

اس مذکورہ حدیث میں ایک انتہائی اہم مسئلہ بیان ہوا ہے اور وہ ہے قبر میں روح کا لوٹایا جانا یعنی جس وقت میت سے سوال وجواب ہوتے ہیں اس وقت اس میں روح لوٹائی جاتی ہے اور یہ برحق ہے اسی لیے علمائے اہل حدیث اسے اپنا مذہب اور اس پر ایمان لانا ضروری قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس سے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔ میت سے قبر میں جو سوالات کیے جاتے ہیں وہ اس قدر اہم ہوتے ہیں کہ انہی سوالات کے جوابات پر اس کے مستقبل کا فیصلہ ہوتا ہے مگر افسوس ناک امر یہ ہے کہ ماضی میں چند لوگ اور حال میں بعض گروہ چند خود ساختہ وجوہات کی بنا پر اس کے منکر ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان سطور میں ہم قدرے تفصیل سے اس پر بحث کر رہے ہیں تا کہ اس مسئلے کی حقیقت کھل کر سامنے آ سکے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں: ((ثُمَّ تَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ)) ''پھر وہ قبر میں لوٹ آتی ہے'' اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں: ((فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ)) ''پھر اس کے جسم میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آ جاتے ہیں جو اسے بٹھا لیتے ہیں......'' کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح سیدنا جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن مسعود، ابوسعید خدری، اسماء بنت ابی بکر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کی روایات میں "يجلس ، اجلس في قبره ، فأقعداه" کے الفاظ ہیں۔ جبکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مسند احمد میں ((ثُمَّ تَصِيرُ إِلَى الْقَبْرِ فَيُجْلَسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَيُقَالُ لَهُ......)) [1] ''پھر وہ روح قبر میں لوٹ آتی ہے تو نیک آدمی کو بٹھایا جاتا ہے پھر اس سے پوچھا جاتا ہے......'' کی وضاحت موجود ہے، یعنی قبر میں سوال وجواب کے لیے میت کو بٹھایا جانا اعادۂ روح کے بعد ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سب صحیح اور صریح احادیث اس بات

[1] احمد: ۲/ ۳٦٤، رقم: ۸۷۵٤۔

پر دلالت کرتی ہیں کہ قبر میں بوقت سوال روح کا لوٹایا جانا برحق ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

اہل سنت کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والإيمان بالحوض والشفاعة والإيمان بمنكر ونكير وعذاب القبر والإيمان بملك الموت بقبض الأرواح ثم ترد في الأجساد في القبور فيسألون عن الإيمان والتوحيد. (1)

"حوض کوثر، شفاعت، عذاب قبر، ملک الموت کا روحوں کو قبض کرنے اور پھر قبروں میں اجسام کی طرف لوٹائے جانے اور ایمان وتوحید کے متعلق سوال ہونے پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔"

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وإعادة الروح إلى العبد في قبره حق. (2)

"اور قبر میں میت کی طرف روح کا لوٹایا جانا برحق ہے۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الأحاديث الصحيحة المتواترة تدل على عودة الروح إلى البدن وقت السؤال، وسؤال البدن بلا روح قاله طائفة من الناس، وأنكره الجمهور، وقابلهم آخرون، فقالوا: السؤال للروح بلا بدن وهذا قاله ابن مرة وابن حزم وكلاهما غلط، والأحاديث الصحيحة ترده ولو كان ذلك على الروح فقط لم يكن للقبر بالروح اختصاص. (3)

"صحیح اور متواتر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سوالات کے وقت روح بدن میں لوٹا دی جاتی ہے۔ روح کے بغیر صرف بدن ہی سے سوال کے بھی بعض لوگ قائل ہیں مگر جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔ اسی طرح

---

(1) كتاب الصلاة: ٤٥۔ (2) الفقه الاكبر: ١٠١۔ (3) كتاب الروح: ٦٨۔

بعض کے نزدیک محض روح ہی سے سوال ہوتا ہے، بدن سے نہیں جیسا کہ ابن مرہ اور ابن حزم کی رائے ہے مگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور صحیح احادیث کی روشنی میں باطل ہیں۔ اگر سوال محض روح ہی سے ہوتا تو روح کے لیے قبر کی خصوصیت نہ ہوتی۔''

علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فهؤلاء السلف كلهم صرحوا بأن الروح تعاد إلى البدن عند السؤال، وصرح بمثل ذلك طوائف من الفقهاء والمتكلمين من أصحابنا وغيرهم كالقاضي أبي يعلى وغيره۔ [1]

''ان سب ائمہ سلف نے صراحت فرمائی ہے کہ سوالات کے وقت روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا ایک مستند امر ہے اور اسی طرح ہمارے (حنبلی) ساتھیوں میں سے فقہا اور متکلمین کی جماعتوں نے بھی اس کی صراحت کی ہے جیسے قاضی ابویعلی وغیرہ ہیں۔''

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفي حديث البراء: ((فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ)) حسبك. وقد قيل: إن السؤال والعذاب إنما يكون على الروح دون الجسد، وما ذكرناه لك اوّلاً اصح. [2]

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ''پھر اس کے جسم کی طرف اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔'' اور یہی بات تجھے کافی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبر میں سوال اور عذاب بدن کے بجائے صرف روح پر ہی ہوتا ہے؟ لیکن جو بات ہم نے آپ کو پہلے بتائی ہے وہی زیادہ درست ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقد أخذ ابن جرير وجماعة من الكرامية من هذا القصة أن

[1] اهوال القبور: ۸۰۔ [2] التذكرة: ۱۲۱۔

السؤال فی القبر یقع علی البدن فقط، وأن اللّٰه یخلق فیه إدراکاً بحیث یسمع ویعلم ویلذ ویألم. وذهب ابن حزم و ابن هبیرة إلی أن السؤال یقع علی الروح فقط من غیر عود إلی الجسد، وخالفهم الجمهور فقالوا: تعاد الروح إلی الجسد أو بعضه کما ثبت فی الحدیث، ولوکان علی الروح فقط لم یکن للبدن بذلك اختصاص، ولا یمنع من ذلك کون المیت قد تتفرق اجزاؤه، لأن اللّٰه قادر أن یعید الحیوة إلی جزء من الجسد ویقع علیه السؤال، کما هو قادر علی أن یجمع اجزاءہ. [1]

''بلاشبہ اس واقعہ سے ابن جریر (مشہور مفسر و مؤرخ امام محمد بن جریر طبری کے بجائے محمد بن جریر الکرامی مراد ہے) اور فرقہ کرامیہ کے ایک گروہ نے یہ دلیل لی ہے کہ قبر میں سوال صرف بدن سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بدن میں ایک ایسا ادراک پیدا فرما دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سنتا اور جانتا، لذت اور درد بھی محسوس کرتا ہے۔ جبکہ ابن حزم اور ابن ہبیرہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف روح سے بغیر جسم کی طرف لوٹائے سوال ہوتا ہے۔ لیکن جمہور علما نے ان سب کی مخالفت کی ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ روح کو جسم یا اس کے بعض حصے کی طرف لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کیونکہ اگر یہ ساری کارروائی فقط روح سے وابستہ ہوتی تو بدن کی اس میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی (حالانکہ بدن اس میں ملحوظ ہے) اور اس میں بھی کوئی امتناع نہیں کہ کبھی میت کے اجزا بالکل بکھر جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ بدن کے ایک حصے کی طرف روح لوٹا دے اور اس سے سوال ہو جیسا کہ وہ تمام اجزا کے جمع کرنے پر قادر ہے۔''

[1] فتح الباری: ۳/ ۲۹۸، ۲۹۹۔

جسم کے بعض اجزا کی طرف روح لوٹائے جانے والی بات کی تردید کرتے ہوئے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ)) ظاهر الحديث أن عود الروح إلى جميع أجزاء بدنه. فلا التفات إلى قول البعض بأن العود إنما يكون إلى البعض ولا إلى قول ابن حجر إلى نصفه، فإنه لا يصح أن يقال من قبل العقل، بل يحتاج إلى صحة النقل. [1]

''حدیث کے الفاظ ''پھر اس کے جسم کی طرف اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔'' کا ظاہر اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ روح کا لوٹایا جانا سارے بدن کی طرف ہوتا ہے۔لہٰذا ان چند لوگوں کے قول کی طرف توجہ نہیں کی جاسکتی جو یہ کہتے ہیں کہ عودِ روح بدن کے بعض حصے کی طرف ہوتی ہے اور نہ ہی ابن حجر کے قول کی طرف التفات کیا جاسکتا ہے جو نصف بدن کی طرف اعادہ روح کے قائل ہیں، کیونکہ محض عقلاً ایسا کہنا درست نہیں اس میں صحت نقل ضروری ہے۔''

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أن الأرواح تعاد إلى أجساد عند المسألة وهو قول الأكثر من أهل السنة. [2]

''بلاشبہ قبر میں سوال کے وقت روحوں کو ان کے اجسام کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور یہ قول اہل سنت کی اکثریت کا ہے۔''

علامہ ابن ابی العز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والشرع لا يأتي بما يحيله المعقول، ولكنه قد ياتي بما تحارفيه العقول، فإن عود الروح إلى الجسد ليس على الوجه المعهود في الدنيا، بل تعاد الروح إليه إعادة غير

[1] مرقاۃ:٤/ ٢٥۔ [2] عمدة القاری:٣/ ٩٣۔

الإعادة المألوفة فی الدنیا۔ [1]

''شریعت ایسی باتوں کا ذکر نہیں کرتی جس کو عقلیں محال سمجھیں، البتہ ایسی باتوں کا ذکر ضرور کرتی ہے جس میں عقلیں حیران ہوتی ہیں۔پس یقین کرلو کہ روح کا جسم میں لوٹایا جانا اس طرح کا نہیں جس طرح دنیا میں معروف ہے، بلکہ روح کا اعادہ اس اعادہ کے خلاف ہے جو دنیا میں معلوم ہے۔''

کیا اعادہ روح سے تین زندگیاں لازم آتی ہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قبر میں اعادہ روح تسلیم کرلیا جائے تو اس سے تین زندگیاں اور تین موتیں لازم آتی ہیں حالانکہ قرآن مجید میں انسان کی صرف دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر ہے۔لہٰذا یہ چیز قرآن کے خلاف ہے؟

جواب یہ بات درست ہے کہ قرآن مجید میں دو زندگیوں اور دو موتوں کا ذکر ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ قرآن مجید میں انسان کی دو مستقل زندگیوں اور موتوں کا ذکر ہے۔ مستقل زندگی یہ ہے کہ روح باقاعدہ جسم میں داخل ہو کر پورے بدن میں تصرف کرے، اس دوران انسان چلتا پھرتا، بھاگتا دوڑتا ہے، کھانے پینے اور پہننے کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ صورت یا تو دنیا کی زندگی میں ہوتی ہے یا آخرت میں ہوگی لہٰذا مستقل زندگیاں دو ہی ہیں۔ایک دنیا کی اور دوسری آخرت کی۔ جبکہ عالم برزخ کا معاملہ ایسا نہیں، وہاں تو بدن اور روح میں اصل جدائی ہے اور اسی کا نام موت ہے۔ عارضی طور پر کچھ دیر کے لیے روح کے جسم میں لوٹ آنے سے کوئی مستقل زندگی ثابت نہیں ہوسکتی، جیسا کہ دنیا میں انسان ایک مستقل زندگی بسر کررہا ہے۔ اگر عارضی طور پر روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو اسے حقیقی موت نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ نیند کی حالت میں ہوتا ہے کہ اس وقت بھی انسان کی روح قبض کرلی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ

[1] شرح العقیدۃ الطحاویۃ:۳۱۹۔

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ❶

"اللہ تعالیٰ ہی روحوں کو موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی، انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہوا نہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک وقت مقرر کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

نیند کو اسی لیے أخت الموت کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی روح قبض کر لی جاتی ہے گویا دنیا میں نیند انسان کے لیے ایک قسم کی عارضی موت ہے۔

ایک حدیث میں سونے کی یہ دعا پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے: ((اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا)) "اے اللہ میں آپ ہی کے نام کے ساتھ مر رہا ہوں اور زندہ بھی (اسی کے ساتھ) ہوں گا۔" اور بیدار ہونے کے بعد یہ دعا پڑھی جاتی ہے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ)) ❷ "تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی دی اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔"

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بیدار ہوتے وقت اس دعا کے پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَرَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ وَاَذِنَ لِیْ بِذِكْرِهٖ)) ❸ "تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے مجھے میرے جسم میں عافیت دی اور مجھ میں میری روح واپس لوٹا دی اور مجھے اپنا ذکر کرنے کی توفیق بخشی۔"

قرآن مجید کی آیت اور سوتے جاگتے وقت کی مذکورہ دعاؤں سے بھی یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ نیند ایک قسم کی عارضی موت ہے جس میں انسان کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور پھر بیداری کے وقت واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ دنیا کا معاملہ ہے جس میں انسان ایک مستقل زندگی بسر کر رہا ہے اسی لیے قبض روح کے باوجود انسان کی نبض حرکت میں رہتی ہے، سانس جاری رہتا ہے وغیرہ، اگر یہ سب کچھ نہ ہو تو پھر یہ مستقل موت بن

---

❶ ٣٩/ الزمر: ٤٢۔ ❷ بخاری، رقم: ٦٣١٤؛ مسلم، رقم: ٦٨٨٧۔

❸ ترمذی، رقم: ٣٤٠١ وقال: حسن۔

جائے گی۔اسی لیے ملک الموت کو نہیں بھیجا جاتا کیونکہ وہ جب آئیں گے تو حقیقی موت واقع ہو جائے گی جبکہ نیند تو مستقل زندگی میں ایک عارضی موت کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے کلمہ کن سے روح قبض فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انسان کے ساتھ دنیا کی اس مستقل زندگی میں کئی مرتبہ قبض روح اور عود روح ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ عالم دنیا ہے،اس میں ہر انسان دراصل ایک مستقل زندگی گزار رہا ہے عارضی طور پر قبض روح کو حقیقی موت نہیں کہا جا سکتا۔جبکہ عالم برزخ میں انسان دراصل حقیقی موت کی حالت میں ہوتا ہے، عارضی طور پر اعادہ روح سے کوئی مستقل زندگی لازم نہیں آتی جس طرح کہ دنیا میں عارضی طور پر قبض روح سے حقیقی موت لازم نہیں آتی۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قلت: ما ذكره أبو محمد فيه حق و باطل: أما قوله: من ظن أن الميت يحيا في قبره فخطأ، فهذا فيه إجمال، إن أراد به الحياة المعهودة في الدنيا التي تقوم فيها الروح بالبدن و تدبره وتصرفه، ويحتاج معها إلى الطعام والشراب واللباس، فهذا خطأ، كما قال. والحس والعقل يكذبه كما يكذبه النص. وإن أراد به حياة أخرى غير هذه الحياة بل تعاد الروح إليه إعادة غير الإعادة المألوفة في الدنيا ليسأل ويمتحن في قبره، فهذا حق، و نفيه خطأ، وقد دل عليه النص الصحيح الصريح، وهو قوله ﷺ: ((**فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهِ**)) [1]

”میں (ابن قیم) کہتا ہوں کہ ابن حزم کا جو اعتراض ہم نے بیان کیا ہے، اس میں کچھ باتیں صحیح ہیں اور کچھ غلط۔ان کا یہ کہنا کہ قبر میں زندہ ہونے کی رائے غلط ہے، اگر اس سے دنیوی زندگی مراد ہے جس میں روح بدن سے

[1] كتاب الروح:٥٩، ٦٠۔

قائم ہوتی ہے اور اس میں تصرف کرتی ہے اور بدن اس کی موجودگی میں کھانے پینے اور پہننے کا محتاج ہوتا ہے، تو مردے کی ایسی زندگی کی رائے واقعی غلط ہے، جس کا نہ صرف نص بلکہ عقل وحس بھی انکار کرتی ہے۔ اور اگر اس سے برزخی زندگی مراد ہے جو دنیوی زندگی جیسی نہیں۔ قبر میں روح جسم کی طرف لوٹتی ہے تاکہ امتحان لیا جائے مگر یہ لوٹنا دنیوی زندگی میں لوٹنے جیسا نہیں تو یہ رائے درست ہے اور اسے غلط کہنے والا خود غلطی پر ہے، کیونکہ اس پر رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث: ''اور اس کے جسم کی طرف اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے۔'' نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے۔''

قرآن مجید میں اعادہ روح کی نفی نہیں؟

قبر میں اعادہ روح کے منکرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بات کو بیان فرما دیا ہے کہ ''مرنے والے کی یہ روح قیامت سے قبل اس دنیاوی جسم میں نہیں لوٹائی جائے گی۔'' [1]

جواب قبر میں بوقت سوال جسم میں روح لوٹائے جانے کی نفی قران مجید میں کہیں بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جن احادیث میں عود روح کا ذکر ہے انہیں خلاف قرآن نہیں کہا جا سکتا۔ اعادہ روح کے منکرین کا یہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ ''مرنے والے کی روح قیامت سے قبل اس دنیاوی جسم میں نہیں لوٹائی جائے گی۔''

بعض لوگ اس ضمن میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

﴿حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝﴾ [2]

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے: اے

---

[1] حبل اللہ، مجلہ نمبر ۲۲، ص: ۲۲۔ [2] ۲۳/ المؤمنون: ۹۹، ۱۰۰۔

میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے تاکہ میں اپنی چھوڑی ہوئی (دنیا) میں جا کر نیک اعمال کرلوں۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، ان کے پیچھے ایک برزخ ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے تک۔''

حالانکہ یہ آیت قبر میں اعادہ روح کے منکرین کے لیے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ

اولاً: اس آیت میں کہیں بھی قبر میں بوقت سوالات اعادہ روح کی نفی نہیں۔

ثانیاً: مرنے والے کا یہ کہنا: ﴿رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ﴾ ان الفاظ سے بھی پتا چل رہا ہے کہ یہ دنیا کے متعلق ہے کیونکہ مرنے والا دنیا چھوڑ کر جا رہا ہے، دنیا میں ہی دوبارہ آنا چاہتا ہے اور دنیا میں ہی نیک اعمال کرسکتا ہے نہ کہ قبر میں۔ تو اسے دنیا میں دوبارہ ہرگز نہیں آنے دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اس آیت میں روح کے قبر میں نہ لوٹائے جانے کا کوئی تذکرہ نہیں۔

کیا روحیں بھی مرتی ہیں؟

جواب: اس کے متعلق دو قول ہیں:

① روحیں بھی مرتی ہیں کیونکہ روح بھی نفس ہے اور نفس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ [1]

''ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔''

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ ﴾ [2]

''روئے زمین پر جو بھی ہیں سب فنا ہونے والے ہیں صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔''

﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ﴾ [3]

''اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کو موت ہے حتیٰ کہ فرشتوں کے لیے بھی موت ہے لہٰذا ارواح کو بدرجہ اولیٰ موت ہے۔

---

[1] ۳/ آل عمران:۱۸۵۔ [2] ۵۵/ الرحمن:۲۶، ۲۷۔ [3] ۲۸/ القصص:۸۸۔

② روحوں کو موت نہیں آتی کیونکہ انہیں زندگی ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے صرف جسم ہی مرتے ہیں۔

راجح قول:

پہلا قول ہی زیادہ راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کے لیے موت ہے۔ لہٰذا روح کے لیے بھی موت ہے، لیکن روح کی موت اس کا جسم سے جدا ہونا ہے یعنی روح کا جسم سے نکلنا ہی روح اور جسم کی موت ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> والصواب أن يقال: موت النفوس هو مفارقتها لأجسادها وخروجها منها، فإن أريد بموتها هذا القدر فهي ذآئقة الموت، وإن أريد أنها تعدم وتضمحل وتصير عدما محضًا، فهي لا تموت بهذا الاعتبار، بل هي باقية بعد خلقها في نعيم أوفي عذاب. [1]

> "اگر روحوں کی موت سے ان کا بدنوں سے جدا ہونا مراد ہے تو بلا شبہ روحیں مرتی ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ عدم محض میں گم ہو جاتی ہیں تو بلا شبہ اس طرح کی موت روحوں کے لیے نہیں بلکہ وہ پیدا ہونے کے بعد ثواب یا عذاب میں باقی رہتی ہیں۔"

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ روحیں جسم سے جدا ہونے کے بعد جنت میں اڑتی پھرتی ہیں، کھاتی پیتی ہیں، اپنے دوستوں سے ملاقات کرتی ہیں جیسا کہ پیچھے احادیث میں گزر چکا ہے۔ تو پھر وہ مردہ کیونکر تصور ہوں گی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کے سوال قبر میں دفن کیے جانے والے بے روح جسم کے متعلق بھی کیے جا سکتے ہیں مثلاً: قبر دباتی ہے، سانپ اور بچھو ڈستے ہیں، عذاب سے مردہ چیختا چلاتا ہے۔ اسی طرح نیک آدمی کے لیے قبر وسیع کر دی جاتی ہے، وہ اپنے اچھے

[1] کتاب الروح: ٤٧۔

اعمال کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے وغیرہ۔ یہ سب کچھ وہ کس طرح محسوس کرتا ہے؟ جو جواب یہاں دیا جا سکتا ہے وہی روحوں کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

روحوں کا ٹھکانا:

روحیں جب اپنے اجسام سے جدا ہوتی ہیں تو علیین یا سجین میں سے کسی ایک میں ان کا اندراج ہوتا ہے پھر حکم ملتا ہے کہ انہیں قبر میں ان کے اجسام کی طرف لوٹا دو، لہٰذا روحیں قبروں میں منکر نکیر کے سوالات کے وقت لوٹ آتی ہیں۔ بعدازاں اس میں کامیاب ہونے والے اہل ایمان کی روحیں حسب مراتب جنت میں رہتی ہیں جبکہ کفار کی روحیں جہنم میں پھینک دی جاتی ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولكن هذا لايدل على استقرارها هناك، بل يصعد بها إلى هنالك للعرض على ربها، فيقضي فيها أمره ويكتب كتابه من أهل عليين أومن أهل سجّين، ثم تعود إلى القبر للمسألة، ثم ترجع إلى مقرها التي أودعت فيه، فأرواح المؤمنين في عليين بحسب منازلهم، وأرواح الكفار في سجين بحسب منازلهم. [1]

”ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ روحیں رب کے آگے پیش کی جاتی ہیں پھر وہ اپنا فیصلہ فرما کر انہیں علیین یا سجین والوں میں لکھ دیتے ہیں پھر روح سوال و جواب کے لیے قبر کی طرف لوٹتی ہے پھر جہاں اس کے ٹھکانے کا فیصلہ ہوا ہو اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے پس مؤمنوں کی روحیں حسب مراتب علیین اور کافروں کی روحیں سجین میں ٹھہر جاتی ہیں۔“

اب اسی سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

☆ عَنْ مَسْرُوْقٍ، قَالَ: سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿وَلَا

[1] كتاب الروح: ١٤٢۔

تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ [1] قَالَ: اَمَا اِنَّا قَدْ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: ((اَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَآءَتْ، ثُمَّ تَاْوِيْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ، فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمُ اطِّلَاعَةً، فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: اَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِيْ؟ وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا، فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يَسْاَلُوْا، قَالُوْا: يَا رَبِّ! نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِيْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى، فَلَمَّا رَاٰى اَنْ لَّيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا)) [2]

''جناب مسروق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی: ''اور جو لوگ اس کی راہ میں قتل کر دیے جائیں انہیں مردہ مت سمجھو، وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔'' تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے بھی اس آیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: ''ان (شہداء) کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں ان کے لیے عرش پر قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہ روحیں جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی پھرتی ہیں پھر ان قندیلوں میں واپس آ جاتی ہیں۔ پس ان کی طرف ان کے رب نے دیکھا اور پوچھا: کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: مزید ہم کس چیز کی خواہش کریں؟ ہم جہاں چاہیں سیر کرتی پھرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے تین بار یہی سوال کیا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اب جواب دیے بغیر کوئی چارہ نہیں تو کہنے لگیں: اے ہمارے رب! ہم یہ چاہتی ہیں کہ تو ہمیں واپس ہمارے جسموں کی طرف لوٹا دے تا کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل ہو

[1] ۳/ آل عمران: ۱۶۹۔ [2] مسلم، رقم: ۴۸۸۵۔

جائیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ مزید انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں تو انہیں چھوڑ دیا۔"

☆ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَمَّا أُصِيْبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا، وَتَأْوِيْ إِلٰى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَأْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيْلِهِمْ قَالُوْا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ، لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجِهَادِ، وَلَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ؟ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا......﴾ [1]

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمہارے بھائی جنگ احد میں شہید کر دیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھ دیا جو جنت کی نہروں پر آتے ہیں، وہاں کے پھل کھاتے ہیں اور پھر سونے کی قندیلوں میں لوٹ جاتے ہیں جو عرش کے سائے میں لٹک رہی ہیں۔ جب انہوں نے وہاں کے کھانے پینے اور آرام وراحت کے مزے دیکھے تو کہا: کون ہے جو ہمارا یہ پیغام ہمارے بھائیوں تک پہنچا دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں؟ تاکہ وہ جہاد سے بے رغبت نہ ہو جائیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارا یہ پیغام انہیں پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے یہ آیت نازل فرمائی:
﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ..................﴾

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شہداء کی روحیں جنت میں ہیں، اسی طرح عام مومنوں کی روحیں بھی جنت میں ہیں۔

[1] ابوداود، رقم: ٢٥٢٠، قال الالبانی: حسن۔

☆ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ، اَنَّ اَبَاهُ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ يَعْلَقُ فِيْ شَجَرِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ يُبْعَثُ)) [1]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''مومن کی روح پرندہ ہے جو جنت کے درختوں میں چرتی پھرتی ہے یہاں تک کہ جس دن مردے اٹھائے جائیں گے اس روز وہ روح اپنے جسم میں لوٹ آئے گی۔''

☆ عَنْ اُمِّ هَانِیءٍ رضی اللہ عنہا، اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنَتَزَاوَرُ اِذَا مِتْنَا؟ وَيَرٰى بَعْضُنَا بَعْضًا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَكُوْنُ النَّسَمُ طَيْرًا تَعْلُقُ بِالشَّجَرِ، حَتّٰى اِذَا كَانُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، دَخَلَتْ كُلُّ نَفْسٍ فِيْ جَسَدِهَا)) [2]

''سیدہ ام ھانی رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا ہم مرنے کے بعد ایک دوسرے کی زیارت کرسکیں گے؟ اور کیا ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''روح پرندہ ہوکر (جنت کے) درخت پر چرتی پھرتی ہے یہاں تک کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر روح اپنے اپنے جسم میں داخل ہوجائے گی۔''

نوٹ: روح کو پرندہ اس مناسبت سے کہا گیا ہے کہ وہ پرندے کے پیٹ میں ہوتی ہے یعنی پرندے کا پیٹ اسے بطور سواری عطا کیا جاتا ہے اور اس پرندے کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

☆ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ طَيْرٍ مَعْلَقُ فِي الْجَنَّةِ، حَتّٰى يَرُدَّهَا اللّٰهُ

[1] ابن ماجه، رقم:٤٢٧١، صحيح۔ [2] احمد، ٦/ ٤٢٤، قال شعيب: حديث صحيح لغيره وهذا اسناد ضعيف لضعف ابن لهيعة۔

18003

اِلٰی اَجْسَادِھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)) ❶

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومنوں کی روحیں پرندوں (کے پیٹ) میں ہیں جو جنت میں چرتی پھرتی ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن ہی ان کے اجسام کی طرف لوٹائے گا۔''

ان احادیث سے واضح ہوا کہ مؤمنوں کی روحیں بھی جنت میں ہیں جنہیں قیامت کے دن ہی ان کے اجسام میں واپس لوٹایا جائے گا۔ یاد رہے کہ "نسمة المؤمن" اور "ارواح المؤمنین" کے الفاظ عام ہیں جن میں شہید اور غیر شہید تمام مومنین شامل ہیں اس کی مزید وضاحت سیدہ ام ہانی اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں موجود ہے۔ ❷

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ والی حدیث خاص شہداء کے بارے میں ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ لفظوں سے تو یہ خصوصیت نکلتی نہیں۔ یعنی عام لفظ کو اس کے کم سے کم افراد پر محمول کرنا الفاظ حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ شہداء بنسبت عام مؤمنوں کے بہت ہی کم ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ جزا صفت ایمان کی شرط سے وابستہ فرمائی ہے۔ صفت شہادت سے نہیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جو حکم شہداء کے ساتھ خاص ہے وہ صفت شہادت پر معلق کیا گیا ہے مثلاً سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ((لِلشَّهِیْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ......)) ''شہید کے لیے اللہ کے پاس چھ خصلتیں ہیں......'' چونکہ یہ شہید کی خصوصیات ہیں اسی لیے فرمایا: ((ان للشهيد)) یہ نہیں فرمایا کہ ((ان للمؤمن)) اسی طرح قیس جذامی والی حدیث میں ہے: ((یُعْطَی الشَّهِیْدُ سِتَّ خِصَالٍ......)) شہید کو چھ خصلتیں دی جاتی ہیں۔ اسی طرح تمام وہ حدیثیں اور آیتیں ہیں جن میں جزا شہادت پر معلق رکھی گئی ہے۔ لیکن وہ آیتیں یا حدیثیں جن میں جزا ایمان پر معلق کی گئی ہے وہ تمام مؤمنوں کو شامل ہے۔ خواہ وہ شہید ہوں یا غیر شہید۔ رہے وہ آثار و نصوص جو شہداء کے رزق اور جنت

❶ طبرانی فی الکبیر: ٨/ ١١٩، رقم: ١٥٤٦٩ حدیث صحیح بشواھدہ وسندہ ضعیف جداً، ادریس بن جعفر العطار مجروح۔ ❷ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت، دیکھ......

میں ان کی روحوں کے رہنے کے بارے میں آتی ہیں وہ سب برحق ہیں۔ مگر ان سے جنت میں مؤمنوں کی روحوں کے رہنے کی نفی لازم نہیں آتی۔ خصوصاً صدیقوں کے رہنے کی جو بالاتفاق شہداء سے افضل ہیں۔ کوئی پوچھ سکتا ہے کہ صدیقوں کے متعلق کیا کہتے ہو؟ وہ جنت میں ہیں یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں دیں اور یہی دیں گے تو معلوم ہوا کہ آثار ونصوص میں شہیدوں کی خصوصیت نہیں۔ اور اگر نفی میں جواب دیں تو لازم آئے گا کہ بڑے بڑے صحابہ کی روحیں جیسے سیدنا ابوبکر، عمر، ابن مسعود، ابوالدرداء، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم کی روحیں جنت میں نہیں تو ہمارے زمانے کے شہداء کی روحیں جنت میں ہیں اور یہ بالکل غلط ہے۔ [1]

جس طرح اہل ایمان کی روحیں حسب مراتب جنت میں ہیں ایسے ہی کفار اور دیگر بے ایمان لوگوں کی روحیں جہنم میں ہیں: جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ سیدنا نوح اور لوط علیہم السلام کی کافر بیویوں سے موت کے وقت فرمایا گیا: ﴿ وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ﴾ [2] "اور ان دونوں سے کہا گیا کہ آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔" یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے صاحب یٰس کے متعلق ہے کہ ﴿ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ﴾ [3] کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا۔"

اشکال: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قبر میں عود روح کا تو ذکر ہے لیکن واپس لوٹنے کا ذکر نہیں؟

جواب: پیچھے بیان کردہ احادیث سے واضح ہو رہا ہے کہ ارواح کا ٹھکانا جنت یا جہنم ہے نہ کہ قبر۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مرنے سے لے کر قیامت تک کا عرصہ موت کا ہے جس میں روح اور جسم میں جدائی رہتی ہے سوائے کسی استثنائی صورت کے، جیسا کہ سوالات کے وقت روح کا لوٹنا ہے۔ اب اس استثنائی صورت کو دلیل بنا کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ روح ہمیشہ قبر میں اپنے جسم کے اندر موجود رہتی ہے۔ یاد رہے کہ استثنائی صورت بھی صرف وہی ہے جس کا ذکر قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

نوٹ: بعض لوگوں نے یہ عقیدہ بھی بنا رکھا ہے کہ نیک روحیں گاہے بگاہے بالخصوص جمعرات کو گھروں میں چکر لگاتی ہیں۔

---

[1] کتاب الروح: ۱۳۰، ۱۳۱۔ [2] ٦٦/ التحریم: ۱۰۔ [3] ۳٦/ یٰسین: ۲٦۔

لیکن یہ عقیدہ بھی درج ذیل وجوہات کی بنا پر کتاب وسنت کے منافی ہے:

① مرنے کے بعد قبر میں بوقت سوالات روح کا لوٹنا تو برحق ہے لیکن اس کے علاوہ کچھ ثابت نہیں۔

② یہ عقیدہ اوپر بیان کردہ ان تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے جو ہم نے شہداء اور عام مؤمنین کی ارواح کے متعلق بیان کی ہیں۔

③ آخرت میں ہر انسان کے صرف دو ہی ٹھکانے ہیں ایک جنت کہ جہاں سے نکلنے کو دل نہیں چاہے گا اور دوسرا جہنم ہے کہ جہاں سے نکلنے نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا اب روحوں کا دوبارہ دنیا میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

④ اس ضمن میں جو لوگ اپنے مشاہدات بیان کرتے ہیں وہ کس طرح وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جنہیں انہوں نے دیکھا ہے واقعی ان کے کسی اپنے کی روح تھی؟ کیا انسانی عقیدے کو خراب کرنے کے لیے شیطان ایسی چال نہیں چل سکتا؟

⑤ روحوں کا دنیا میں واپس آنا ممکن ہوتا تو شہداء احد کی روحیں آتیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اوپر بیان کردہ حدیث میں ہے:

((فَلَمَّا وَجَدُوْا طِیْبَ مَاْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِیْلِهِمْ قَالُوْا: مَنْ یُبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا............))

یعنی شہداء احد نے جب جنت کے کھانے، پینے اور آرام وراحت کے مزے دیکھے تو کہا کہ کون ہے جو ہمارا یہ پیغام ہمارے بھائیوں تک پہنچا دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبت نہ ہو جائیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارا یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں۔''

اگر روحیں دنیا میں واپس آ سکتیں تو اس وقت آ کر اپنے زندہ رہنے والے مسلمان بھائیوں کو جنت میں ملنے والے انعامات کی خبر دیتیں۔

خلاصہ

اب تک کی اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ روح اور بدن کی جدائی کا نام موت ہے اور یہ جدائی قیامت تک برقرار رہے گی اس دوران روح جنت یا جہنم میں جبکہ جسم زیر

زمین عذاب یا راحت سے ہمکنار ہوگا قیامت کے دن روح کو بدن میں داخل کر کے انسان کو آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی عطا کی جائے گی۔

ہمارے شیخ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ فرماتے ہیں: اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ موت کی وجہ سے جسم اور روح میں جدائی ہو جاتی ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا۔ قیامت کے دن تمام انسان زندہ ہو کر زمین سے پودوں کی طرح اُگ پڑیں گے اور روحوں کو جسموں کی طرف لوٹا دیا جائے گا، قیامت سے پہلے روح کو جسم کی طرف نہیں لوٹایا جاتا سوائے دفن کے وقت، کہ اس وقت سوال و جواب کے لیے روح کو قبر میں پڑے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کا ذکر آتا ہے اور یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ البتہ روح کے لوٹائے جانے کے باوجود بھی میت بدستور میت ہی رہتی ہے کیونکہ ہر انسان کو دو زندگیاں اور دو موتیں دی گئی ہیں اب میت کی دنیاوی زندگی ختم ہو چکی ہے اور دوسری زندگی اسے قیامت کے دن حاصل ہوگی اب میت جس حالت میں ہے یہ حالت موت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''پھر یقیناً تم اس کے بعد ضرور میت ہو جاؤ گے۔ یعنی مرنے والے ہوا اور پھر قیامت کے دن تم (زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے۔'' [1]

واضح رہے کہ قبر میں روح کے لوٹنے سے زندگی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ دنیا میں جب نیند کی وجہ سے انسان پر عارضی موت طاری ہو جاتی ہے اور جاگنے کی صورت میں اس کی طرف روح لوٹائی جاتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الزمر اور سورۃ الانعام میں مذکور ہے۔ اور یہ اعادہ روح روزانہ ہی ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی کسی نے اسے کئی زندگیاں قرار نہیں دیا بلکہ اسے ایک ہی زندگی سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ [2]

کیا عالم برزخ میں روحوں کو نئے اجسام ملتے ہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح کو ایک نیا برزخی جسم ملتا ہے اور یہی وہ جسم ہے جو قیامت تک راحت ولذت کے تمام مراحل سے گزرتا ہے۔ روح کو ملنے والا یہ نیا

[1] المؤمنون:١٥، ١٦۔ [2] ماهنامه "الحدیث" شماره:٣٢، صفحه:٣٣، ٣٤۔

برزخی جسم ایسا ہے کہ اگر اس کو ریزہ ریزہ بھی کر دیا جائے تو یہ دوبارہ اپنی اصلی حالت میں لوٹ آتا ہے۔

جواب اسے کہتے ہیں ''کرے کوئی اور بھرے کوئی'' دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مشقتیں یہ جسد عنصری برداشت کرے اور جب جزا کا وقت آئے تو وہ کسی نئے جسم کو دے دی جائے۔ یا دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے لذتیں دنیاوی جسم اٹھائے اور قبر میں سزا کوئی دوسرا بدن برداشت کرے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

کتاب وسنت میں یہ کہیں بھی نہیں کہ برزخ میں ہر نیک وبد روح کو کوئی نیا برزخی جسم مل جاتا ہے لہٰذا یہ عقیدہ سراسر کتاب وسنت کے منافی ہے، اسی لیے اسے اہل سنت میں سے بھی کسی نے اختیار نہیں کیا۔

یہ عقیدہ دراصل مرزا غلام احمد قادیانی متنبّی کا ہے جسے وہ اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

سو ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح کے افعال کاملہ صادر ہونے کے لیے اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے۔ گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کے لیے جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس جسم کی قسم میں سے نہیں ہوتا بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم تیار ہوتا ہے گویا کہ اس عالم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں، ایسا ہی خدا کے کلام میں بار بار ذکر آیا ہے۔ اور بعض جسم نورانی اور بعض ظلماتی قرار دیے ہیں جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ظلمت سے تیار ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ راز ایک نہایت دقیق راز ہے مگر غیر معقول نہیں۔ انسان کامل اسی زندگی میں ایک نورانی وجود اس کیفیت جسم کے علاوہ پا سکتا ہے اور عالم مکاشفات میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔ اگرچہ ایسے شخص کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے جو صرف ایک موٹی عقل کی حد تک ٹھہرا ہوا ہے۔ لیکن جن کو عالم مکاشفات میں سے کچھ حصہ ہے وہ اس قسم کے جسم کو جو اعمال سے تیار ہوتا ہے، تعجب اور استبعاد کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے بلکہ اس مضمون سے لذت اٹھائیں گے۔

غرض یہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے ملتا ہے، یہی عالم برزخ میں نیک وبد کی جزا کا موجب ہو جاتا ہے۔ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے، اور میں نے بعض فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا ہے کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے غرض میں اس کوچہ سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں اور میں زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ایسا ہی ضرور مرنے کے بعد ہر ایک کو ایک جسم ملتا ہے خواہ نورانی خواہ ظلماتی۔ انسان کی یہ غلطی ہوگی اگر وہ ان نہایت باریک معارف کو صرف عقل کے ذریعے سے ثابت کرنا چاہے۔ بلکہ جاننا چاہیے کہ جیسا کہ آنکھ شیریں چیز کا مزہ نہیں بتلا سکتی اور نہ زبان کسی چیز کو دیکھ سکتی ہے، ایسا ہی وہ علوم معاد جو پاک مکاشفات سے حاصل ہو سکتے ہیں، صرف عقل کے ذریعے سے ان کا عقدہ حل نہیں ہو سکتا۔ خدائے تعالیٰ نے اس دنیا میں مجہولات کے جاننے کے لیے علیحدہ علیحدہ وسائل رکھے ہیں۔ پس ہر ایک چیز کو اس کے وسیلے کے ذریعے سے ڈھونڈو تب اسے پالو گے۔ [1]

معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں روح کے لیے ایک نئے جسم کا تصور مسیلمہ کذاب کے روحانی فرزند مسیلمہ پنجاب آف قادیان کا ہے۔ اسلام سے اس عقیدے کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

وضاحت:

یاد رہے کہ احادیث میں جو ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔'' یہ فرمان اپنی جگہ برحق ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ روحیں ان پرندوں میں سرایت کر جاتی ہیں اور ان پرندوں کی حیات ان روحوں کے سبب ہوتی ہے بلکہ وہ روحیں ان پرندوں میں بمنزلہ سوار اور مسافر ہیں اور وہ پرندے بمنزلہ سواری ہیں۔ جیسے لوگ ہوائی جہاز میں اڑتے ہیں اسی طرح ارواح بھی جنت میں پرندوں میں اڑتی ہیں۔

۳۶/ ۱۹۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ......﴾

[1] اسلامی اصول کی فلاسفی، ص: ۱۳۵، ۱۳۶؛ روحانی خزائن: ۱۰/ ۴۰۴۔۴۰۶۔

فَقَالَ: ((ذَاكَ إِذَا قِيلَ لَهُ فِي الْقَبْرِ: مَنْ رَّبُّكَ؟ وَمَا دِينُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ فَيَقُولُ: اَللّٰهُ رَبِّيْ، وَالْإِسْلَامُ دِيْنِيْ، وَمُحَمَّدٌ نَبِيِّيْ جَآءَ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُهُ، فَيُقَالُ: صَدَقْتَ، عَلٰى هٰذَا حَيِيْتَ، وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ)) ❶

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ......﴾ کی تلاوت کی تو فرمایا: ''یہ اس وقت ہے جب قبر میں پوچھا جائے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو مؤمن جواب دے گا کہ اللہ میرے رب ہیں، اسلام میرا دین ہے جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں جو ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح دلائل لے کر آئے تھے میں نے ان کی تصدیق کی۔ پھر اسے کہا جائے گا کہ تو اسی پر زندہ رہا، اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی پر قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا۔''

۳۷/ ۲۰۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَآءَ، كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ)) ❷

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو یہ دعا اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید کی کوئی صورت سکھایا کرتے تھے: ''اے اللہ! بے شک میں جہنم کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، مسیح دجال کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنوں سے بھی آپ کی پناہ

❶ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:۸؛ ابن جریر الطبری فی تفسیره، رقم: ۱۵۷۰۸۔ قال الشیخ محمد احمد شاکر: صحیح الاسناد۔ ❷ احمد: ۱/ ۲۵۸، رقم: ۲۳۴۲۔ قال شعیب: اسناده صحیح علی شرط مسلم۔

چاہتا ہوں۔"

۳۸/ ۲۱۔ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَالَ نَبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَشَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ)) ❶

جناب ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! بے شک میں قبر کے عذاب، آگ کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنوں اور مسیح دجال کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔"

۳۹/ ۲۲۔ عَنْ طَاوٗسٍ، قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((عُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ، عُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، عُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، عُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ)) ❷

جناب طاؤس رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، مسیح دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو، زندگی اور موت کے فتنوں سے بھی اللہ کی پناہ مانگو۔"

۴۰/ ۲۳۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ)) وَكَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ جَهَنَّمَ، وَفِتْنَةِ الْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ، وَفِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ. ❸

---

❶ مسلم، كتاب المساجد، باب مايستعاذ منه فى الصلوٰة، رقم:۱۳۲۸؛ احمد: ۲/ ۴۲۳؛ بيهقى فى عذاب القبر، رقم:۲۰۷۔ ❷ مسلم، كتاب المساجد، باب ما يستعاذ منه فى الصلوٰة، رقم:۱۳۲۹؛ نسائى، رقم: ۵۵۱۶، بيهقى فى عذاب القبر، رقم:۲۰۹۔

❸ نسائى، كتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من فتنة المحيا، رقم: ۵۵۱۰۔ قال الالبانى: صحيح الاسناد۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے میری اطاعت کی بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر، عذاب جہنم، زندوں اور مردوں کے فتنوں اور مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

۴۱/ ۲۴۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ)) [1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو جائے تو وہ چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے یعنی عذاب جہنم، عذاب قبر، زندگی اور موت کے فتنے اور مسیح دجال کے شر سے۔''

۴۲/ ۲۵۔ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ، يَقُوْلُ فِيْ صَلوٰتِهٖ: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ)) [2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! بلاشبہ میں فتنہ قبر، فتنہ دجال، زندگی اور موت کے فتنوں اور جہنم کی لو سے آپ کی پناہ کا طالب ہوں۔''

۴۳/ ۲۶۔ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، اَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ،

---

[1] مسلم، كتاب المساجد، باب ما يستعاذ منه في الصلوٰة، رقم: ۱۳۲٤؛ نسائی، رقم: ۱۳۱۰ وزاد: "ثم يدعولنفسه بما بداله"؛ ابوداود، رقم: ۹۸۳؛ ابن ماجه، رقم: ۹۰۹؛ احمد: ۲/ ۲۳۷۔

[2] نسائی، كتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من حر النار، رقم: ۵۵۲۰۔ قال الالبانی: صحیح۔

يَقُوْلُ: صَلَّيْتُ وَرَآءَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَلٰی صَبِیٍّ، لَمْ یَعْمَلْ خَطِیْئَةً قَطُّ، فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [1]

جناب یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں (سعید بن مسیّب) نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک ایسے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جس نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ یہ دعا کر رہے تھے: ''اے اللہ! اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھنا۔''

ان احادیث سے پتا چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں آخری تشہد کے بعد قبر، دجال، زندگی اور موت کے تمام فتنوں اور جہنم کے عذابوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کیا کرتے تھے اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم فرماتے اور نمازوں کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر ان فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے، کیونکہ یہ انسان کی ایسی آزمائشیں ہیں جو اپنی ہیبت و ہلاکت اور دینی و دنیاوی خسران و نقصان کے باعث بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان سب سے بچا لیا تو دونوں جہانوں میں کامیابیاں ہی کامیابیاں ہیں اور اگر خدانخواستہ ان میں سے کسی ایک میں مبتلا کر دیا تو دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ رحم کا معاملہ فرمائے۔

فتنہ قبر:

فتنہ عربی لغت میں سونے یا کسی دوسری دھات کو آگ میں ڈال کر پگھلانے پر بولا جاتا ہے تاکہ وہ میل کچیل سے پاک اور صاف ستھرا ہو جائے۔ کھرے اور کھوٹے کا پتا چل سکے۔ [2]

بعد ازاں اس کا استعمال آزمائش اور امتحان کے معنی میں ہونے لگا۔ فتنہ قبر کی اضافت ''فی'' (میں) کے معنی میں ہے یعنی وہ امتحان اور آزمائش جو قبر میں پیش آئے

---

[1] مالك في الموطا، كتاب الجنائز، باب مايقول المصلي على الجنازة، رقم: ٥٣٤؛ بيهقي في عذاب القبر، رقم: ١٧٧، ١٧٨ مرفوعا وموقوفا؛ سنده صحيح۔

[2] القاموس الوحيد: ٢/ ١٢٠٣؛ مصباح اللغات: ٦١٨؛ المنجد: ٧٢٩۔

گی۔ جب منکر اور نکیر دو فرشتے انسان سے اس کے عقیدے کا امتحان لیں گے تاکہ اس کے نیک یا بد ہونے کا پتا چل سکے اور پھر اسی امتحان پر انسان کے مستقبل کا فیصلہ موقوف ہے کہ آیا وہ جنتی ہے یا جہنمی؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فأما الفتنة: فإن الناس يمتحنون في قبورهم، فيقال للرجل: من ربك؟ وما دينك؟ ومن نبيك؟ ﴿فَيُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ فيقول المؤمن: ربي الله، والإسلام ديني، ومحمد ﷺ نبيي. وأما المرتاب، فيقول: هاه، هاه لا أدري، سمعت الناس يقولون شيئًا فقلته، فيضربه بمرزبة من حديد فيصيح صيحة يسمعها كل شيء الا الإنسان ولو سمعها لصعق. [1]

”فتنے کا مطلب یہ ہے کہ قبروں میں لوگوں کا امتحان لیا جائے گا، آدمی سے پوچھا جائے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس امتحان میں ثابت قدمی عطا فرمائیں گے جو ایمان دار ہوں گے وہ درست جواب دیں گے چنانچہ مومن کہے گا: میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، اسلام میرا دین اور محمد ﷺ میرے نبی ہیں۔ اور شک کرنے والا جواب دیتے ہوئے کہے گا: ہائے، ہائے مجھے کچھ علم نہیں، میں نے جو کچھ لوگوں سے سنا اسی طرح میں نے بھی کہہ دیا۔ پھر ایسے شخص کو لوہے کے ہتھوڑوں کے ساتھ مارا جائے گا اور وہ اس قدر زور سے چیخے گا جسے انسان کے علاوہ ساری مخلوق سنتی ہے اور اگر کوئی انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔“

[1] شرح العقيدة الواسطية: ١٤٠۔

فتنہ قبر پر ایمان

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الإيمان بعذاب القبر و فتنته واجب، والتصديق به لازم، حسب ما أخبربه الصادق. وأن الله تعالى يحيى العبد المكلف فى قبره برد الحياة إليه ويجعله من العقل فى مثل الوصف الذى عاش عليه ليعقل ما يسأل عنه ومايجيب به و يفهم ما أتاه من ربه وما أعدله فى قبره من كرامة اوهوان، وبهذا نطقت الأخبار عن النبى المختار ﷺ وعلى اله أناء الليل وأطراف النهار، وهذا مذهب أهل السنة والذى عليه الجماعة من أهل الملة. ولم تفهم الصحابة الذين نزل القرآن بلسانهم ولغتهم من نبيهم عليه السلام غيرما ذكرنا. وكذلك التابعون بعدهم إلى هلم جرا۔ [1]

"عذاب قبر اور فتنہ قبر پر ایمان لانا واجب ہے اور جس قدر نبی اکرم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے، اس کی تصدیق کرنا لازم ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مکلف بندے کو اس کی قبر میں زندگی اور عقل عطا فرماتے ہیں (جو دنیا کی زندگی سے مختلف ہوتی ہے) تاکہ جو اس سے سوالات ہوں وہ ان کے سوچ سمجھ کر جوابات دے سکے اور جو اس کے رب نے قبر میں اس کے لیے ثواب یا عذاب تیار کر رکھے ہیں انہیں وہ پہچان سکے۔ یاد رکھیں کہ یہ سب چیزیں نبی ﷺ سے ہی لی گئی ہیں اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور صحابہ کرام جن کی لغت اور زبان میں قرآن نازل ہوا انہوں نے بھی نبی ﷺ سے یہی عقیدہ سیکھا ہے جو ہم نے بیان کر دیا، اسی طرح ان کے بعد آنے والے تابعین وغیرہ اور آج تک ان کے بعد آنے والے (مسلمان) بھی

[1] التذکرۃ: ۱/ ۱۲۱، ۱۲۲۔

اسی عقیدے پر ہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن الإيمان باليوم الاخر: الإيمان بكل ما أخبربه النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما يكون بعد الموت، فيؤمنون بفتنة القبر ونعيمه. [1]

''اور آخرت پر ایمان لانے میں یہ بھی شامل ہے کہ ہر اس چیز پر ایمان لایا جائے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ موت کے بعد یہ ہوگا۔ پس مؤمن لوگ فتنہ قبر، عذاب قبر اور اس کی نعمتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔''

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارا ایمان ہے کہ منکر ونکیر انبیا کے علاوہ ہر کسی کی قبر میں آ کر سوال کرتے ہیں اور اس کے ایمان وعقائد کا امتحان لیتے ہیں دریں اثنا میت میں روح ڈال دی جاتی ہے پھر اسے بٹھادیا جاتا ہے سوالات کے بعد اس کے جسم سے بلا تکلیف روح نکال لی جاتی ہے۔ [2]

قبر میں سوالات کی تعداد:

یہ بات تو قطعی ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص کو فتنہ قبر سے واسطہ پڑتا ہے۔ لیکن اس میں سوالات کی تعداد کے متعلق اختلاف ہے۔ کسی روایت میں ایک سوال کا ذکر ہے، کسی میں دو اور کسی میں تین جبکہ بعض روایات ایسی بھی ہیں جن میں سرے سے کسی بھی سوال کا ذکر نہیں۔ اس اختلاف کی بنیادی وجہ بھی دراصل ان روایات کا مختلف ہونا ہے جو اس ضمن میں مروی ہیں۔

جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن میں سرے سے فتنہ قبر کا ذکر ہی نہیں تو اس کے لیے ہم یہی عرض کریں گے کہ بعض روایات مفصل اور بعض مجمل ہیں۔ لہٰذا مفصل روایات کو مجمل روایات کی تفسیر سمجھ لینا چاہیے کیونکہ عدم ذکر سے نفی لازم نہیں آتی۔

ایسے ہی ان روایات کو بھی سمجھ لینا چاہیے جن میں سوالات کی تعداد مختلف بیان ہوئی ہے۔ تاہم ان میں تطبیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ فرق اہل ایمان کے ایمان اور کافر

[1] شرح العقيدة الواسطية: ١٤٠۔ [2] غنية الطالبين: ١/ ١٧٩۔

کے کفر کی کمی بیشی پر ہے کیونکہ مسند احمد میں ایک روایت میں دو سوالات کے ذکر کے بعد یہ الفاظ ہیں: ((فما یسال عن شيء بعدها)) ''پھر اس سے مزید کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا۔'' [1]

قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تعداد:

بعض روایات میں ہے کہ قبر میں دو فرشتے سوال کرنے آتے ہیں جبکہ بعض میں ایک فرشتے کا ذکر ہے۔ تو یہ بھی انسان کے ایمان یا کفر کی کمی بیشی کے لحاظ سے ہے یعنی بعض لوگوں کے پاس دو فرشتے ایک ساتھ سوال کرنے آتے ہیں تاکہ اس پر گھبراہٹ زیادہ ہو اور یہ سوال تمام لوگوں کے چلے جانے کے بعد ہوگا تاکہ خوف و ہراس زیادہ ہو۔ کسی کے پاس دفن کرنے والوں کے جانے سے پہلے ہی سوال ہوگا تاکہ تخفیف ہو جائے اور کسی کے پاس صرف ایک ہی فرشتہ آتا ہے تاکہ اس سے سوال زیادہ نہ ہوں اور یہ چیز مؤمن کے لیے باعث مسرت جبکہ کافر کے لیے پریشانی کا سبب ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آنے والے فرشتے دو ہی ہوں اور سوال صرف ایک ہی کرے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ موخر الذکر تاویل زیادہ صحیح اور بہتر ہے۔ کیونکہ زیادہ احادیث میں دو ہی فرشتوں کا ذکر آیا ہے۔ [2]

منکر و نکیر:

قبر میں انسان کا امتحان لینے کے لیے جو فرشتے آتے ہیں ان میں سے ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نکیر ہے۔ بعض روایات میں انہیں ''فَتَّان'' بھی کہا گیا ہے تاہم بعض لوگوں کا خیال ہے کہ منکر و نکیر صرف کفار سے سوالات کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں اور مؤمن کے پاس جو فرشتے آتے ہیں ان کے نام مبشر اور بشیر ہیں۔

لیکن یہ بات کسی مستند دلیل سے ثابت نہیں کہ مؤمن کے پاس آنے والے فرشتوں کا نام مبشر و بشیر ہے لہٰذا راجح یہی ہے کہ نیک و بد ہر دو سے منکر و نکیر ہی سوال کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

[1] احمد:۳/ ۳۔ [2] شرح الصدور:۱۳۲؛ التذکرۃ:۱/ ۱۱۵۔

اعتراض:

دور دراز مقامات پر منتشر مردوں کو منکر ونکیر ایک ہی وقت میں کیسے مخاطب کر سکتے ہیں؟

جواب جس طرح ملک الموت بیک وقت دور دراز مقامات پر بسنے والے بہت سارے انسانوں کی ایک ہی لمحے میں ارواح قبض کر لیتے ہیں ایسے ہی منکر اور نکیر کا بھی معاملہ ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ منکر ونکیر کا جسم اتنا بڑا ہو کہ وہ ایک ہی آن میں تمام مردوں کو ایک ہی آواز سے مخاطب کر لیتے ہوں جس سے ہر کوئی یہی سمجھتا ہو کہ یہ خطاب خاص طور پر اسی سے ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے جوابات سننے سے مردوں کے درمیان رکاوٹ پیدا فرما دیتے ہوں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کام پر بہت سارے فرشتے مقرر ہوں جن میں سے ایک جماعت کا نام منکر اور دوسری کا نکیر ہو اور ان میں سے دو دو (منکر ونکیر) میت کے پاس جاتے ہوں۔ جیسا کہ کراماً کاتبین ایک جماعت کا نام ہے اور ان میں سے دو دو فرشتے ہر انسان کے ساتھ مقرر ہیں۔ [1]

منکر ونکیر کی صفات

تانبے کے دیگچے جیسی (بڑی بڑی) آنکھیں۔

گائے کے سینگوں جیسے دانت۔

بجلی کی گرج جیسی آواز۔ [2]

آنکھیں نیلی، سخت سیاہ رنگت۔ [3]

گھونگریالے بال۔ [4]

کافر کے پاس دانتوں سے زمین اکھیڑتے اور بڑے بڑے ہونٹوں سے زمین

---

[1] شرح الصدور: ١٣٤؛ التذكرہ: ١/ ١٢٦۔ [2] مجمع الزوائد: ٣/ ١٣٦۔

[3] ترمذی، رقم: ١٠٧١۔ [4] بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ٢٥٢۔

رگیدتے ہوئے اور مؤمن کے پاس دانتوں سے زمین اکھیڑتے اور بالوں سے روندتے ہوئے آئیں گے۔ [1]

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إنما سمّيا فتانى القبر، لأن فى سؤالهما انتهارا، وفى خلقهما صعوبة، وسمّيا منكرا ونكيرا لأن خلقهما لا يشبه خلق الآدميين، ولا خلق الملائكة، ولا خلق البهائم، ولا خلق الهوام، هما خلق بديع، وليس فى خلقتهما أنس للناظرين اليهما، جعلهما الله تكرمة للمؤمن لتثبيه و تبصرة، وهتكا لستر المنافق فى البرزخ من قبل أن يبعث حتى يحل عليه العذاب. [2]

''قبر میں سوال کرنے والے دو فرشتوں کو '' فتانى القبر '' اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے سوالوں میں سختی اور جھڑکیاں پائی جاتی ہیں اور ان کی سیرت میں کچھ کرختگی ہوتی ہے۔ اور انہیں منکر ونکیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی شکل وصورت انسانوں، فرشتوں، جانوروں، حتی کہ کیڑوں مکوڑوں سے بھی نہیں ملتی، بلکہ ان کی شکل وصورت عجیب وغریب اور علیحدہ ہے۔ (جسے اللہ ہی بہتر جانتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے انہیں مؤمن کے لیے باعث عزت اور بصیرت بنایا ہے جبکہ منافق تو انہیں دیکھتے ہی اپنے حواس کھو بیٹھے گا۔''

قبر میں دفن نہ ہونے والوں کا بھی امتحان ہوتا ہے

جو لوگ کسی بنا پر قبر میں دفن نہ بھی کیے گئے ہوں تو ان سے بھی سوال ہونا اور پھر ثواب یا عذاب ملنا برحق ہے لیکن اس ساری کارروائی کا تعلق پردۂ غیب سے ہے اس لیے جن وانس اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے جیسا کہ انسان فرشتوں اور جنوں وغیرہ کو نہیں دیکھ پاتا۔

---

[1] الترغیب: ٤/ ٢٧٣۔ [2] شرح الصدور: ١٣٤۔

فتنہ قبر سے محفوظ رہنے والے:

☆ انبیاء:

فتنہ قبر سے محفوظ رہنے والے خوش نصیبوں میں سرفہرست انبیائے کرام علیہم السلام ہیں گو بعض لوگ اس طرف بھی گئے ہیں کہ انبیا سے بھی قبروں میں سوال ہوا ہے تاہم جمہور کا موقف جو زیادہ راجح اور صحیح ہے وہ یہی ہے کہ اللہ رب العالمین نے انبیائے کرام علیہم السلام کو فتنہ قبر سے محفوظ رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ معصوم عن الخطا ہیں، دنیا میں وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں رہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی معصیت اور نافرمانی سے ان کی حفاظت فرمائی اور انہیں بخشش کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا لہٰذا قبروں میں ان کا امتحان چہ معنی وارد؟

اور پھر یہ کہ جب بعض امتیوں (شہداء وغیرہ) کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ وہ فتنہ قبر سے محفوظ ہیں تو انبیائے کرام اس کے زیادہ مستحق ہوئے، کیونکہ ایک نبی کا مقام اور مرتبہ بہرحال امتی سے ارفع واعلیٰ ہے جبکہ امتی بہرصورت نبی کے مقام اور مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے اگر امتی فتنہ قبر سے بچ سکتا ہے تو نبی بالاولیٰ اس سے محفوظ ہے۔

فتنہ قبر کے متعلق آپ کا ارشاد ہے: ((فَأَمَّا فِتْنَةُ الْقَبْرِ فَبِي تُفْتَنُونَ وَعَنِّي تُسْأَلُونَ)) ''قبر میں تم میرے متعلق ہی فتنے میں مبتلا کیے جاؤ گے اور میرے متعلق ہی پوچھے جاؤ گے۔'' اور: ((مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ فِيكُمْ؟)) ''وہ آدمی کون تھا جو تم میں بھیجا گیا؟'' اور: ((مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟)) ''تو اس آدمی کے متعلق کیا کہتا ہے؟'' اور ((مَنْ نَبِيُّكَ)) 'تیرا نبی کون ہے؟'' وغیرہ یہ سب الفاظ فتنہ قبر ہی کے متعلق ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں لہٰذا ان الفاظ سے بھی یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آ رہی ہے کہ فتنہ قبر کا تعلق امتیوں سے ہے کیونکہ انبیائے کرام سے خود انہیں کے متعلق سوال کوئی معنی نہیں رکھتا؟

☆ شہداء:

فتنہ قبر سے محفوظ رہنے والوں میں شہداء بھی شامل ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''مَا بَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ يُفْتَنُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ إِلَّا الشَّهِيْدُ؟'' شہید کے سوا تمام

مومنوں کو فتنہ قبر میں مبتلا کیا جائے گا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((کَفٰی بِبَارِقَةِ السُّیُوْفِ عَلٰی رَأْسِهٖ فِتْنَةً)) [1] ''شہداء کے لیے (دنیا میں) ان کے سروں پر چمکتی ہوئی تلواریں ہی آزمائش کے لیے کافی ہیں۔''

معلوم ہوا کہ شہداء کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فتنہ قبر سے محفوظ رکھیں گے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا گھر بار چھوڑ کر اللہ کی رضا کے لیے میدان جنگ میں چلا گیا اور اس کے سامنے موت آئی، تلواروں کی جھنکار اس نے سنی لیکن وہ پھر بھی ڈٹ گیا، اللہ کی راہ میں اپنی جان دے دی لیکن اپنے ایمان اور مشن پر ثابت رہا تو یہ اس کے سچے مومن اور مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ اگر وہ منافق ہوتا تو ایسے موقع پر کبھی بھی ٹھہر نہیں سکتا تھا بلکہ یا تو اپنا ایمان ضائع کر کے دشمن کے ساتھ جا ملتا اور یا پھر بزدلی دکھاتے ہوئے بھاگ جاتا، اب جبکہ اس نے میدان جنگ میں اپنے پاک عقیدے کا واضح ثبوت جان دے کر پیش کر دیا ہے تو قبر میں سوال کا اعادہ کیونکر ہوگا؟

☆ اسلامی سرحدوں پر پہرہ دیتے ہوئے فوت ہونے والا:

فتنہ قبر سے بچ جانے والے خوش نصیبوں میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو کسی اسلامی ملک کی سرحد پر پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو جائیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((کُلُّ مَیِّتٍ یُخْتَمُ عَلٰی عَمَلِهٖ اِلَّا الَّذِیْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ یُنْمٰی لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَیَأْمَنُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ)) [2]

''اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے مر جانے والے کے سوا ہر کسی کے اعمال اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ اس (پہرے کی حالت میں مرنے والے) کے اعمال قیامت تک نشو ونما پاتے رہتے ہیں اور وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔''

☆ جمعہ کی رات یا دن کو فوت ہونے والا مسلمان:

جمعہ کی رات یا دن کو کسی بھی وقت فوت ہونے والا مومن بھی فتنہ قبر سے محفوظ رہے

[1] نسائی، رقم: ۲۰۵۳۔ [2] ترمذی، رقم: ۱۶۲۱۔

گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ)) [1]

''جو مسلمان جمعہ کے دن یا رات کو فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے فتنہ قبر سے بچا لیتے ہیں۔''

فتنہ قبر میں مبتلا ہونے والے:

☆ کافر: فتنہ قبر میں مبتلا ہونے والوں میں کفار بھی شامل ہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

((وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟)) ایک روایت میں ہے: ((وَإِنْ كَانَ كَافِرًا أَوْ مُنَافِقًا))

لہٰذا معلوم ہوا کہ کفار بھی فتنہ قبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔

☆ منافق: منافق اسے کہتے ہیں جو زبان سے اسلام کا اظہار کرے مگر دل میں کفر چھپائے رکھے۔ منافق بھی فتنہ قبر میں مبتلا ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

☆ فاجر: فاجر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو گناہوں میں مستغرق ہو، بے دھڑک اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کیے جائے۔

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فاجر ایسا گنہگار اور بدکردار جو ڈھیٹ بن چکا ہو اور گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھتا ہو، بدمعاش۔ [2]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا أَوْ كَافِرًا جَاءَهُ الْمَلَكُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ يَرُدُّهُ فَأَجْلَسَهُ وَيَقُولُ: مَا تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟)).

''اور اگر وہ فاجر یا کافر ہو تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے جس کے اور کافر یا فاجر کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، وہ اسے بٹھا لیتا ہے اور پوچھتا ہے: تو اس آدمی کے متعلق کیا کہتا تھا؟''

[1] ترمذی، رقم: ١٠٧٤۔ [2] مترادفات القرآن، ص: ٧٤٦۔

☆ بدکار: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ جَلَسَ فِيْ قَبْرِهٖ فَزِعًا مَشْغُوْفًا فَيُقَالُ لَهٗ: فِيْمَ كُنْتَ؟))

''اور اگر آدمی بدکار ہو تو وہ گھبراہٹ اور پریشانی کے عالم میں اپنی قبر میں بیٹھ جاتا ہے، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: تو کس دین پر تھا۔''

☆ مؤمن: عام مؤمن بھی فتنہ قبر سے محفوظ نہیں ہیں تاہم اس میں اللہ تعالیٰ اپنے مخلص اور فرمانبردار بندوں کو ثابت قدمی نصیب فرماتے ہیں۔ اس کے متعلق اس قدر احادیث مروی ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ یہ کہ فتنہ قبر میں سوائے چند لوگوں کے، جن کا ذکر گزر چکا ہے، باقی سب لوگ آزمائے جائیں گے۔

کیا فتنہ قبر میں نابالغ بچے بھی مبتلا ہوتے ہیں؟

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ سوال بکثرت کیا جاتا ہے کہ قبر میں چھوٹے بچوں سے سوال کیا جاتا ہے یا نہیں؟ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الروح'' میں اس مسئلے کو ذکر کرتے ہوئے حنابلہ کے دو قول نقل کیے ہیں۔

پہلا قول: چھوٹے بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹے بچے کی نماز جنازہ پڑھائی تو یہ دعا فرمائی: ((اَللّٰهُمَّ قِهٖ عَذَابَ الْقَبْرِ)) ''اے اللہ! اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھنا۔'' امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس (سوال ہوگا) رائے کو راجح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس وقت ان کی عقل مکمل کر دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی نیک بختی کو پہچان سکیں اور ان کو سوالات کے جوابات بھی بذریعہ الہام بتا دیے جاتے ہیں۔

امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی رائے کو پسند کیا ہے بلکہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے جویبر کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کا چھ دن کا بچہ فوت ہو گیا تو انہوں نے فرمایا: جب میرے بچے کو اس کی قبر میں رکھ دو تو اس کا چہرہ کھول دینا اور کفن کی گرہ بھی کھول دینا کیونکہ میرے بیٹے کو قبر میں بٹھایا جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا: اس بچے

سے کیا سوال ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا: حضرت آدم کی پشت میں جو اقرار لیا گیا تھا۔

دوسرا قول: سوال نہیں ہوتا، کیونکہ سوال تو اس سے ہوگا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بھیجنے والے (رب) کو پہچانتا ہو۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو آپ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ کی اطاعت کی یا نہیں؟ باقی رہا اس (بچے پر نماز جنازہ والی) حدیث کا جواب تو اس سے مراد وہ تکلیف اور رنج ہے جو قبر میں تنہائی اور وحشت کی وجہ سے ہوگا اور اس میں بچے بھی شامل ہیں یہی قول زیادہ صحیح اور درست ہے۔ علامہ نسفی نے ''بحر الکلام'' میں نقل کیا ہے کہ انبیائے کرام اور مؤمن مسلمانوں کے بچوں سے حساب و کتاب نہ ہوگا اور نہ ہی منکر و نکیر کے سوال ہوں گے۔ ہمارے علمائے شافعیہ فرماتے ہیں کہ دفن کے بعد بچے کو تلقین نہ کی جائے یہ صرف بالغ کے لیے ہے۔ [1] اسی طرح امام النووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''الروضۃ'' میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قبر میں بچوں سے سوال نہ ہوگا اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ سوال صرف مکلفین سے ہی ہوتا ہے۔ [2]

فتنہ قبر میں بچوں کے مبتلا ہونے یا نہ ہونے کے متعلق علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہم نے دونوں اقوال بیان کر دیے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمه اتم واکمل۔

کیا فتنہ قبر اسی امت کے ساتھ خاص ہے؟

کیا فتنہ قبر یعنی منکر اور نکیر کے سوالات صرف اسی امت کے ساتھ خاص ہیں یا دیگر تمام سابقہ امتوں سے بھی وابستہ ہیں؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔

ابو عبد اللہ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ صرف اسی امت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ پہلی امتیں اگر رسولوں کی تکذیب کرتیں تو رسول ان سے جدا ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ عذاب بھیج کر انہیں ہلاک کر دیتے تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد کو انسانیت کے لیے

---

[1] دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا کسی بھی مستند دلیل سے ثابت نہیں۔

[2] شرح ال[illegible] ١٤٠۔

رحمت بنا کر بھیجا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ [1]

تو اس نے نہ ماننے والوں سے عذاب روک لیا اور (مسلمانوں کو) تلوار دے دی تاکہ اس کے ڈر سے لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوں اور پھر رفتہ رفتہ ان کے دلوں میں ایمان اپنی جڑیں مضبوط کر لے۔ اسی طرح انہیں مہلت دی گئی اور پھر یہیں سے نفاق پیدا ہوا، منافق دلوں میں کفر چھپاتے تھے اور زبانوں سے اسلام کا اعلان کرتے تھے، زندگی میں تو ان کی اندرونی حالت پر پردہ پڑا رہتا تھا لیکن موت کے بعد اللہ تعالیٰ ان کا پول کھولنے کے لیے منکر اور نکیر مسلط کر دیتے تاکہ وہ سوالات کے ذریعے ان کے دلی حالات واضح کر دیں:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ [2]

"اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ذریعے ثابت قدم رکھتے ہیں دنیا اور آخرت میں، اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جو چاہیں کر گزرتے ہیں۔"

بعض نے اس رائے کی مخالفت کی ہے جن میں عبدالحق الاشبیلی اور امام قرطبی رحمہما اللہ بھی شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نکیرین کے سوالات اس امت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگلے پچھلے سب کے لیے ہیں۔

ایک گروہ نے توقف بھی کیا ہے جن میں ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ والی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا)) بعض روایتوں میں ((تُسْأَلُ)) کے الفاظ بھی ہیں۔ ان سب الفاظ میں یہ احتمال ہے کہ فتنہ قبر صرف اسی امت کے ساتھ خاص ہو۔ مگر یہ ایک ایسا احتمال ہے جس پر کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

اول الذکر حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دلیل پکڑی ہے: ((اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا)) "بے شک یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جائے گی۔" اور

[1] ٢١/ الانبياء: ١٠٧۔ [2] ١٤/ ابراهيم: ٢٧۔

((اُوْحِیَ اِلَیَّ اِنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِکُمْ)) ''میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بلاشبہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔''

ان الفاظ کے ظاہر سے اسی امت کی خصوصیت واضح ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں اس پر نکیرین کا یہ قول بھی دلالت کر رہا ہے: ((مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْکُمْ؟ فَیَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ)) ''تو اس آدمی کے متعلق کیا کہتا تھا جو تم میں بھیجے گئے؟ تو مؤمن جواب دیتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

پس یہ چیز بھی نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں تو یہ بھی وضاحت ہے: ((اِنَّکُمْ بِیْ تُفْتَنُوْنَ وَعَنِّیْ تُسْأَلُوْنَ)) ''تم میرے متعلق ہی آزمائے جاؤ گے اور میرے متعلق ہی تم سے پوچھا جائے گا۔''

خصوصیت نہ ماننے والے یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تمام باتیں اس امت کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتیں کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان: ((اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ)) سے یا تو بنی نوع انسان کی امت مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ﴾ [1] ''اور زمین پر جتنے بھی چلنے والے جاندار اور اپنے دو پروں پر اڑنے والے پرندے ہیں وہ سب تمہاری طرح امتیں ہیں۔''

یعنی ہر جاندار کی جنس کو امت کہا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ((لَوْ لَا اَنَّ الْکِلَابَ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِهَا)) [2] ''اگر کتے دوسری امتوں کی طرح ایک امت نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دیتا۔''

اسی طرح ایک حدیث میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کی ساری بستی کو جلانے کا حکم دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ آپ نے ایک چیونٹی کے کاٹنے سے ایک امت کو جلا ڈالا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرتی تھی۔

معلوم ہوا کہ ہر جاندار کی جنس کو امت کہا جاتا ہے اس لیے ((اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ)) میں

---

[1] ٦/ الانعام:٣٨۔ [2] ابوداود، رقم:٢٨٤٥ حسن۔

جنس انسانیت کی امت مراد ہے جس میں اگلے پچھلے سب انسان شامل ہیں۔

اور اگر ((اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ)) سے مراد آپ کی وہ امت ہو جس کی طرف آپ بھیجے گئے تھے تو اس صورت میں بھی دوسری امتوں سے سوالات کی نفی لازم نہیں آتی اس لیے کہ آپ ﷺ اپنی امت کو آگاہ کررہے ہیں کہ تم بھی فتنہ قبر میں مبتلا ہو گے اور تم سے میرے متعلق سوال ہوگا۔ انہیں ان کے شرف اور مقام ومرتبہ کی بنا پر یہ خبر دی جارہی ہے کہ فتنہ قبر کا تعلق صرف پہلی امتوں کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا بلکہ اس امت میں بھی اس کا وجود ہے اور یہی جواب ((اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِکُمْ)) اور نکیرین کے اس قول: ((مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْکُمْ)) کا ہے یعنی یہ سب آپ کی امت کے لیے خبریں ہیں کہ انہیں بھی فتنہ قبر میں مبتلا کیا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ ہر نبی کا اپنی امت کے ساتھ یہی معاملہ ہوا جب آخرت میں پوچھ گچھ اور حجت قائم کرنے کے بعد ہر امت پر عذاب ہوگا تو برزخ میں بالا ولیٰ ایسا ہونا چاہیے۔ [1]

اس ساری تفصیل سے یہی بات راجح قرار پاتی ہے کہ فتنہ قبر کا تعلق اسی امت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس سے سابقہ امتوں کو بھی واسطہ پڑا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک یہودی عورت نے کہا: هَلْ شَعِرْتِ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ کیا تمہیں علم ہے کہ تم لوگ اپنی قبروں میں فتنے میں ڈالے جاؤ گے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّمَا تُفْتَنُ الْیَهُوْدُ)) [2] ”یہود فتنے میں مبتلا ہوتے ہیں۔“

اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ نے یہودیوں کے فتنہ قبر میں مبتلا ہونے کی خبر دی ہے۔

(۹) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

آپ کا نام اُبی اور کنیت ابومنذر ہے، انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ نجار سے ہونے کی وجہ سے انصاری، نجاری، خزرجی کہلائے، آپ قراء (علما) کی جماعت کے سربراہ تھے

[1] کتاب الروح: ۱۱۴، ۱۱۵۔ [2] مسلم، رقم: ۱۳۱۹۔

اسی وجہ سے سید القراء کے لقب سے مشہور ہوئے، آپ کا شمار کاتبین وحی میں بھی ہوتا ہے، آپ ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنہیں جمع قرآن کی سعادت حاصل ہوئی، عہد رسالت میں فتویٰ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔ بدر اور احد کے غزوات میں بھی شریک رہے، آپ کی سن وفات میں اختلاف ہے۔ ۱۹ھ سے لے کر ۳۳ھ کے درمیان میں کوئی وقت ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۴ / ۱۔ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ ذَكَرَ الدَّجَّالَ عِنْدَهُ، فَقَالَ: ((عَيْنُهُ خَضْرَآءَ كَالزُّجَاجَةِ، فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) [1]

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے پاس دجال کا ذکر کیا تو فرمایا: ''اس کی آنکھ سبز فانوس جیسی ہے۔ تم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑو۔''

حبیب بن زبیر ثقہ راوی ہیں:

مذکورہ بالا حدیث کے راویوں میں مرکزی راوی جناب حبیب بن الزبیر بن مشکان الہلالی رحمہ اللہ ہیں جن کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ما اعلم الا خیرا'' میں ان میں بھلائی ہی جانتا ہوں۔ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صدوق، صالح الحديث، ما اعلم احدا حدث عنه الا شعبة و حديثه مستقيم'' وہ صدوق، صالح الحدیث ہیں، میرے علم میں شعبہ کے سوا ان سے کسی نے حدیث بیان نہیں کی اور ان کی حدیث بھی صحیح ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ امام نسائی، ابوداود رحمہما اللہ وغیرہ نے بھی آپ کو ثقہ کہا ہے۔ امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی آپ کی حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ [2] اس کے برعکس حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب میں

[1] احمد: ۵/ ۱۲۳، رقم: ۲۱۴۶۳؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۲۲۷؛ طحاوی فی مشكل الآثار: ۲/ ۵۷۰، رقم: ۱۲۶۹؛ ابوداود الطيالسی، رقم: ۵۴۴۔ قال الشيخ شعيب: اسناده صحيح، وقال الشيخ احمد عبدالرحمن البنا: سنده جيد۔

[2] تهذيب التهذيب: ۲/ ۱۶۹؛ ميزان الاعتدال: ۱/ ۴۵۵۔

امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاذ قول یوں بیان کیا ہے: هو رجل مجهول وہ مجہول آدمی ہے۔ [1]

جمہور کے مقابلے میں امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شاذ قول کو لے کر حدیث کے ایک منکر نے آپ کے متعلق یوں زہر افشانی کی ہے: حبیب بن زبیر کو علی بن مدینی نے رجل مجہول کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب) یہ اسناد اور حدیث اسی کی گھڑی ہوئی ہے۔ [2]

اس خائن کو امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شاذ قول تو تہذیب میں نظر آ گیا مگر اس کے مقابلے میں جمہور ائمہ کی توثیق اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تہذیب ہی میں اس قول کی تردید اور تقریب میں آپ کو ثقہ قرار دینا کیوں نہ نظر آیا؟

بہر حال جمہور ائمہ حدیث کے مقابلے میں امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مردود ہے۔

اور پھر یہ کہ اگر مجہول راوی سے ہی کم از کم دو ثقہ امام روایت کریں تو مجہول العین ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ [3]

جبکہ حبیب بن زبیر سے بیان کرنے والے امام شعبہ اور عمر بن فروخ ہیں۔ امام احمد بن حنبل، ترمذی اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہم جیسی نابغہ روز ہستیوں نے آپ کی مرویات کو اپنی اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے۔

(۱۰) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

آپ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں۔ مکہ میں ایمان لانے والے قدیم الاسلام مسلمانوں میں سے ہیں۔ آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ۷۳ھ میں اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قتل کیے جانے کے ایک ماہ بعد مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اس وقت آپ کی عمر تقریباً سو برس تھی۔ ایسی پیرانہ سالی کے باوجود نہ آپ کا کوئی دانت گرا اور نہ ہی عقل میں کسی قسم کا کوئی تغیر پیدا ہوا۔ (رضی اللہ عنہا)

---

[1] تهذيب التهذيب: ۲/ ۱۶۹۔ [2] احادیث دجال کا تحقیقی مطالعہ، ص: ۷۴۔

[3] دارقطنی: ۳/ ۱۷۴؛ الكفاية في علم الرواية، ص: ۸۸۔

٤٥/ ١۔ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہما، اَنَّھَا قَالَتْ: اَتَیْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ حِیْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَاِذَا النَّاسُ قِیَامٌ یُصَلُّوْنَ، وَاِذَا ھِیَ قَائِمَةٌ تُصَلِّیْ، فَقُلْتُ: مَا لِلنَّاسِ؟ فَاَشَارَتْ بِیَدِھَا اِلَی السَّمَآءِ، وَقَالَتْ: سُبْحَانَ اللّٰہِ، فَقُلْتُ: اٰیَةٌ؟ فَاَشَارَتْ، اَیْ نَعَمْ، قَالَتْ: فَقُمْتُ حَتّٰی تَجَلَّانِیَ الْغَشْیُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ فَوْقَ رَاْسِی الْمَآءَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ: ((مَا مِنْ شَیْءٍ کُنْتُ لَمْ اَرَہٗ اِلَّا وَقَدْ رَاَیْتُہٗ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتَّی الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِیْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ)) لَا اَدْرِیْ اَیَّتَھُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ۔ ((یُؤْتٰی اَحَدُکُمْ، فَیُقَالُ لَہٗ: مَا عِلْمُکَ بِھٰذَا الرَّجُلِ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوِ الْمُوْقِنُ))۔لَا اَدْرِیْ اَیَّ ذٰلِکَ قَالَتْ اَسْمَاءُ۔((فَیَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ، جَآءَ نَا بِالْبَیِّنَاتِ وَالْھُدٰی، فَاَجَبْنَا وَاٰمَنَّا، وَاتَّبَعْنَا، فَیُقَالُ لَہٗ: نَمْ صَالِحًا، فَقَدْ عَلِمْنَا اِنْ کُنْتَ لَمُوْقِنًا. وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ))۔لَا اَدْرِیْ اَیَّتَھُمَا قَالَتْ اَسْمَاءُ۔ ((فَیَقُوْلُ: لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ، یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُہٗ)) [1]

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ جب سورج کو گرہن لگا تو میں نبی ﷺ کی رفیقہ حیات عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئی، دیکھا کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز پڑھنے میں مصروف ہیں۔ میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا؟ (جو اس وقت نماز پڑھ رہے ہیں) اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سبحان اللہ! کہا۔ میں نے پوچھا: کیا کوئی خاص نشانی رونما ہوئی ہے؟ تو انہوں نے اشارے سے ہاں میں

[1] بخاری، کتاب الکسوف، باب صلاة النساء مع الرجال فی الکسوف، رقم:١٠٥٣؛ مسلم، رقم:٢١٠٣؛ مالك فی المؤطا، رقم:٤٤٧؛ احمد:٦/ ٣٤٥؛ ابن حبان، رقم: ٣١٠٤؛ بیھقی فی عذاب القبر، رقم:٢٥۔

جواب دیا۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر میں بھی نماز پڑھنے کے لیے کھڑی ہوگئی لیکن مجھے چکر آ گیا اس لیے میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''وہ چیزیں جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں، اب میں نے انہیں اپنی اسی جگہ سے دیکھ لیا ہے، جنت اور دوزخ تک میں نے دیکھ لی ہے اور مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ تم قبروں میں فتنہ دجال جیسی یا (فرمایا کہ) فتنہ دجال سے ملتی جلتی آزمائش میں ڈالے جاؤ گے۔'' راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ ان دونوں لفظوں میں سے اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا بیان کیا۔ ''قبر میں تمہیں لایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اس شخص کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟ تو مؤمن یا (فرمایا کہ) یقین کرنے والا۔'' راوی کا بیان ہے کہ مجھے یاد نہیں ان دونوں میں سے اسماء رضی اللہ عنہا نے کیا بیان کیا۔ ''کہے گا کہ وہ محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر آئے، ہم نے آپ کی دعوت کو قبول کیا، ایمان اور اتباع کی۔ اس پر اسے کہا جائے گا: آپ آرام وسکون سے سو جائیں۔ ہمیں پہلے ہی سے معلوم تھا کہ تو ایمان و یقین والا ہے۔ منافق یا شک کرنے والا'' مجھے (راوی کو) معلوم نہیں کہ اسماء رضی اللہ عنہا نے یہاں کیا بیان کیا۔ ''جواب دے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی وہی میں نے بھی کہی (مزید میں کچھ نہیں جانتا)۔''

مولانا محمد داود راز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے جن میں سے صلوٰۃ کسوف میں عورت کی شرکت کا مسئلہ بھی ہے اور اس میں عذاب قبر اور امتحان قبر کی تفصیلات بھی شامل ہیں، یہ بھی کہ ایمان والے قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق اور آپ کی اتباع کا اظہار کریں گے اور بے ایمان لوگ وہاں چکر میں پڑ کر صحیح جواب نہ دے سکیں گے اور دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ اللہ ہر مسلمان کو قبر میں ثابت

قدمی عطا فرمائے۔ آمین۔

۲/۴۶۔ اَنَّهُ سَمِعَ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہا، تَقُوْلُ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَکَرَ الْفِتْنَةَ الَّتِیْ یُفْتَنُ بِهَا الْمَرْءُ فِیْ قَبْرِهٖ، فَلَمَّا ذَکَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً، حَالَتْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اَنْ اَفْهَمَ کَلَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا سَکَنَتْ ضَجَّتُهُمْ، قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِیْبٍ مِّنِّیْ: اَیْ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ! مَاذَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ اٰخِرِ قَوْلِهٖ؟ قَالَ: ((قَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ قَرِیْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ)) [1]

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبے کے لیے) کھڑے ہوئے اور آپ نے انسان کو قبر میں پیش آنے والے فتنے کا ذکر کیا۔ جب آپ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں اس وجہ سے میں آپ کی بات نہ سمجھ سکی، پھر جب ان کی چیخیں بند ہوگئیں تو میں نے ایک شخص سے کہا: جو میرے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اللہ آپ کو برکت دے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے کے آخر میں کیا فرمایا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے: ''یقین کرلو میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ بلاشبہ تم لوگ قبروں میں آزمائش میں ڈالے جاؤ گے۔''

۳/۴۷۔ کَانَتْ اَسْمَآءُ تُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ: قَالَ: ((اِذَا دَخَلَ الْاِنْسَانُ قَبْرَهٗ، فَاِنْ کَانَ مُؤْمِنًا اَحَفَّ بِهٖ عَمَلُهٗ، الصَّلٰوةُ وَالصِّیَامُ)) قَالَ: ((فَیَأْتِیْهِ الْمَلَكُ مِنْ نَحْوِ الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّهٗ، وَمِنْ نَحْوِ الصِّیَامِ فَیَرُدُّهٗ)) قَالَ: ((فَیُنَادِیْهِ اجْلِسْ)) قَالَ: ((فَیَجْلِسُ، فَیَقُوْلُ لَهٗ: مَاذَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ یَعْنِی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم. قَالَ:

[1] نسائی، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم:۲۰۶۲؛ بخاری، رقم: ۱۳۷۳ طرفامنه۔

مَنْ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ.قَالَ: اَنَا اَشْهَدُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ)) قَالَ: ((يَقُوْلُ: وَمَا يُدْرِيْكَ، اَدْرَكْتَهُ؟ قَالَ: اَشْهَدُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ)) قَالَ: ((يَقُوْلُ: عَلٰى ذٰلِكَ عِشْتَ، وَعَلَيْهِ مِتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ)) قَالَ: ((وَاِنْ كَانَ فَاجِرًا اَوْكَافِرًا)) قَالَ: ((جَآءَ الْمَلَكُ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ يَرُدُّهُ)) قَالَ: ((فَاَجْلَسَهُ)) قَالَ: ((يَقُوْلُ: اِجْلِسْ، مَاذَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ قَالَ: اَيُّ رَجُلٍ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ)) قَالَ: ((يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ)) قَالَ: ((فَيَقُوْلُ لَهُ الْمَلَكُ: عَلٰى ذٰلِكَ عِشْتَ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ)) قَالَ: ((وَتُسَلَّطُ عَلَيْهِ دَآبَّةٌ فِيْ قَبْرِهٖ مَعَهَا سَوْطٌ تَمْرَتُهُ جَمْرَةٌ، مِثْلَ غَرْبِ الْبَعِيْرِ، تَضْرِبُهُ مَا شَآءَ اللّٰهُ صَمَّآءَ لَا تَسْمَعُ صَوْتَهُ فَتَرْحَمَهُ)) [1]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب انسان اپنی قبر میں چلا جاتا ہے، اگر وہ مؤمن ہو تو اس کے نیک اعمال نماز اور روزہ اسے گھیر لیتے ہیں۔“

آپ نے فرمایا: ”پھر اس کے پاس فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اسے بھگا دیتی ہے، اور جب روزے کی طرف سے آتا ہے تو روزہ اسے بھگا دیتا ہے۔“

آپ نے فرمایا: ”پھر فرشتہ اسے بیٹھنے کے لیے کہتا ہے تو وہ بیٹھ جاتا ہے، فرشتہ پوچھتا ہے: تو اس آدمی یعنی نبی ﷺ کے متعلق کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے: کس کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ فرشتہ جواب دیتا ہے: محمد ﷺ (کے متعلق)۔ تو مؤمن جواب دیتا ہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔“

[1] احمد: ٦/ ٣٥٢۔٣٥٣، رقم: ٢٧٥١٦؛ طبرانی فی الکبیر، : ١٩٧٦٢۔ قال الهیثمی فی المجمع، ٣/ ١٣٣: رجال احمد رجال الصحیح۔

آپ نے فرمایا: ''فرشتہ پوچھتا ہے تجھے کیسے پتا چلا (کہ آپ اللہ کے رسول ہیں) کیا تو نے آپ سے ملاقات کی ہے؟ مؤمن جواب دیتا ہے: میں گواہی دے رہا ہوں کہ آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔''

آپ نے فرمایا: ''فرشتہ کہتا ہے: اسی (عقیدے) پر تو زندہ رہا، اسی پر مرا اور اسی پر (روز قیامت) اٹھایا جائے گا۔''

آپ نے فرمایا: ''اگر وہ (مرنے والا) فاجر یا کافر ہو، تو اس کے پاس جب فرشتہ آتا ہے تو وہ اپنے اور اس کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں پاتا۔''

آپ نے فرمایا: ''فرشتہ اسے بیٹھا لیتا ہے اور کہتا ہے: بیٹھ جا۔ (اور بتا کہ) تو اس آدمی کے متعلق کیا کہا کرتا تھا؟ وہ پوچھتا ہے: کس شخص کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ فرشتہ جواب دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کے متعلق)۔''

آپ نے فرمایا: ''وہ (فاجر یا کافر) کہتا ہے: اللہ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا (ہاں) میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، میں نے بھی وہی کہا۔''

آپ نے فرمایا: ''پھر فرشتہ اسے کہتا ہے: اسی (عقیدے) پر تو زندہ رہا، اور اسی پر اٹھایا جائے گا۔''

آپ نے فرمایا: ''(پھر اس پر) اس کی قبر میں ایک جانور مسلط کر دیا جاتا ہے، اس کے پاس ایک ایسا کوڑا ہوتا ہے جس کے سرے پر اونٹ کی پھولی ہوئی آنکھ کے برابر آگ کا انگارا ہوتا ہے وہ اسے مارتا رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ وہ مارنے والا بہرہ ہوتا ہے وہ اس کی آواز نہیں سنتا کہ اس پر رحم کرے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جب پوچھا جاتا ہے تو اس میں بعض میتوں کو تردد رہتا ہے اور وہ ''مَنْ'' کہہ کر سوال کرتی ہیں یعنی کس کے متعلق پوچھ رہے ہو؟ تو اس پر فرشتے بتاتے ہیں کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ لہٰذا یہ چیز بھی اس بات کی دلیل ہے کہ قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لاتے اور نہ ہی میت اور آپ کے

درمیان حائل پردے رفع کیے جاتے ہیں جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

(۱۱) سیدہ ام خالد رضی اللہ عنہا

آپ کا نام امۃ اور کنیت ام خالد ہے۔ آپ سیدنا خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ جن کا شمار السابقون الاولون یعنی قدیم الاسلام لوگوں میں ہوتا ہے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے جب اپنے گھر والوں سمیت حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہیں سیدہ ام خالد کی ولادت ہوئی۔ ۷ھ کے قریب جب حبشہ سے مہاجرین کا قافلہ مدینے آیا تو ان میں سیدہ ام خالد بھی اپنے باپ کے ہمراہ تھیں۔ بیان فرماتی ہیں کہ (بچپن میں) میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں ایک زرد قمیص پہنے ہوئے تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: بہت خوب، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے ساتھ کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کھیلنے دو۔ پھر آپ نے مجھے طویل عمر کی دعا دی۔ [1]

بعد از بلوغت آپ کی شادی سیدنا زبیر بن عوام سے ہوئی جن سے عمرو بن زبیر اور خالد بن زبیر پیدا ہوئے آپ کی کنیت ام خالد بھی انہیں کی وجہ سے ہے۔ (رضی اللہ عنہا)

۱/۴۸۔ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [2]

جناب موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (ام خالد) نے بیان کیا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

(۱۲) ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام ہند بنت ابی امیہ اور کنیت ام سلمہ ہے۔ سیدنا ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسود المخزومی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ حبشہ کی جانب پہلی ہجرت میں ان کے ساتھ تھیں۔ غزوہ

[1] بخاري، رقم: ۳۰۷۱۔ [2] بخاري، كتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم: ۱۳۷۶؛ ابن ابی شيبة، ۳/ ۳۷۵۔

احد میں سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو جو زخم لگا تھا اس کی وجہ سے وہ وفات پا گئے۔ ان کی وفات کے بعد شوال ۴ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے حرم میں داخل فرما لیا۔ ۵۹ھ یا ۶۲ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۴ برس تھی بقیع قبرستان میں دفن ہوئیں۔ (رضی اللہ عنہا)

۱/۴۹۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی أَبِی سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ الرُّوْحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ)) فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فَقَالَ: ((لَا تَدْعُوْا عَلٰی أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَا تَقُوْلُوْنَ)) ثُمَّ قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِأَبِیْ سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِی الْمَهْدِيِّيْنَ، وَاخْلُفْهُ فِیْ عَقِبِهِ فِی الْغَابِرِيْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، وَافْسَحْ لَهُ فِیْ قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ)) [1]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت تشریف لائے تو اس وقت ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بند کر دیا اور فرمایا: ''بے شک جب روح بدن سے نکلتی ہے تو آنکھ اس کا پیچھا کرتی ہے۔'' اتنے میں گھر کے لوگ رونے، چیخنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے لیے بھلائی کی دعا کرو کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہہ رہے ہیں۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ و مرتبہ بلند فرما، تو اس کے پیچھے رہنے والوں میں نائب و قائم مقام بن جا۔ ہمیں اور اسے معافی دے دے، اے تمام جہانوں کے رب، اور اس کی قبر کشادہ اور وسیع فرما اور اس میں روشنی کر دے۔''

((إِنَّ الرُّوْحَ إِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ)) ''جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھ اس کا پیچھا کرتی ہے۔'' امام نووی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ جب روح جسم

[1] مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اغماض المیت والدعاء له اذا حضر، رقم: ۲۱۳۰؛ ابو داود، رقم: ۳۱۱۸۔

سے نکلتی ہے تو آنکھ اس کا پیچھا کرتی ہوئی دیکھتی ہے کہ روح کہاں اور کدھر جا رہی ہے اس میں ان لوگوں کے لیے دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ روح بھی ایک لطیف جسم ہے، کوئی عرض اور خون نہیں، جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ ❶

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ میت قبر میں نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہے یا پھر عذاب سے دوچار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کا معاملہ فرمائے۔ آمین۔

(۱۳) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی انس اور کنیت ابوحمزہ ہے۔ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مدنی زندگی میں آپ کی خدمت کرتے رہے۔ خزرج کے قبیلہ نجار سے ہونے کی بنا پر نجاری خزرجی کہلائے۔ آپ کا شمار بھی کبار صحابہ کرام میں ہوتا ہے، ۹۱ھ کو فوت ہوئے اور بصرہ میں دفن ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۵۰/ ۱۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((لَوْلَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) ❷

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مردے دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر (کی آوازیں) سنادے۔"

۵۱/ ۲۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَائِطًا مِنْ حِيْطَانِ بَنِي النَّجَّارِ، فَسَمِعَ صَوْتًا مِنْ قَبْرٍ، فَسَأَلَ عَنْهُ: ((مَتّٰى دُفِنَ هٰذَا؟)) فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! دُفِنَ هٰذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَاَعْجَبَهُ ذٰلِكَ وَقَالَ: ((لَوْلَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ عَذَابَ الْقَبْرِ)) ❸

---

❶ مسلم مع شرح النووی: ۱/ ۳۰۱۔ ❷ مسلم، کتاب الجنة و نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه، رقم: ۷۲۱٤؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۱۰۵۔

❸ احمد: ۳/ ۱۰۳، رقم: ۱۲۰۳۰؛ نسائی، رقم: ۲۰۵۸؛ ابن حبان، رقم: ۳۱۱٦؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۱۰٤۔ قال الالبانی: صحیح۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے کسی باغ میں آئے تو وہاں آپ نے ایک قبر سے عذاب کی آواز سنی۔ آپ نے پوچھا: اس (مردے) کو کب دفن کیا گیا تھا؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! یہ جاہلیت میں دفن کیا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: ''اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مردے دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جب چاہتے بذریعہ وحی امور غیب میں سے کسی پر مطلع فرما دیتے۔ انہیں میں سے بنی نجار کی قبروں کا یہ واقعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ ہی نے خصوصی طور پر یہ قوت برداشت عطا فرمائی تھی کہ اس قسم کے ہولناک واقعات کا مشاہدہ فرما کر بھی آپ صحیح وسلامت رہتے، جیسا کہ معراج کی رات آپ نے جہنم کو اپنی چشم مبارک سے دیکھا اور اس میں اہل جہنم کے عذاب کی کیفیات اور اقسام بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے علاوہ کسی انسان یا جن میں یہ قوت ہرگز نہیں کہ وہ قبر میں ہونے والا عذاب دیکھ سکے۔ اگر وہ دیکھ لیں یا سن لیں تو شدت خوف سے فوراً مر جائیں یا اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دیں ہاں اگر اللہ تعالیٰ کبھی کبھار باعث عبرت کسی کو سنا دیں تو یہ ایک استثنائی صورت ہوگی جو اسی کی توفیق سے ممکن ہے۔

قبر والے کو عذاب ہوتا سن کر آپ کا خوش ہونا اس لیے تھا کہ وہ مسلمان نہیں، کیونکہ اگر وہ مسلمان ہو کر عذاب قبر میں مبتلا ہوتا تو اس سے آپ کو پریشانی لاحق ہوتی:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [1]

''اور یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت شاق ہے، تمہاری بھلائی کی بہت حرص رکھنے والا ہے، ایمان والوں کے ساتھ تو بہت ہی شفقت کرنے والا اور ترس کھانے والا ہے۔''

---

[1] ۹/ التوبة:۱۲۸۔

٥٢/ ٣۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: دَخَلَ نَخْلاً لِبَنِي النَّجَّارِ فَسَمِعَ صَوْتًا فَفَزِعَ فَقَالَ: ((مَنْ أَصْحَابُ هٰذِهِ الْقُبُوْرِ؟)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! نَاسٌ مَا تُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ)). قَالُوْا: وَمِمَّ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَقُوْلُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَإِنِ اللّٰهُ تَعَالٰى هَدَاهُ، قَالَ: كُنْتُ أَعْبُدُ اللّٰهَ، فَيُقَالُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ، فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرَهَا فَيُنْطَلَقُ بِهٖ إِلٰى بَيْتٍ كَانَ لَهُ فِي النَّارِ، فَيُقَالُ لَهُ: هٰذَا بَيْتُكَ كَانَ لَكَ فِي النَّارِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ عَصَمَكَ وَرَحِمَكَ فَأَبْدَلَكَ بِهٖ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ: دَعُوْنِي حَتّٰى أَذْهَبَ فَأُبَشِّرَ أَهْلِي فَيُقَالُ لَهُ: اسْكُنْ. وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهٖ أَتَاهُ مَلَكٌ فَيَنْتَهِرُهُ، فَيَقُوْلُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَعْبُدُ: فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِي، فَيُقَالُ لَهُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ، فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ، فَيَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيْدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا الْخَلْقُ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ)) [1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک نخلستان میں داخل ہوئے۔ آپ نے ایک آواز سنی تو گھبرا گئے اور پوچھا: ''یہ قبروں والے کون ہیں؟'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کچھ لوگ تھے جو دور جاہلیت میں مر گئے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ سے آگ کے عذاب اور دجال کے فتنے سے امان مانگو۔'' انہوں نے کہا: اے

[1] ابوداود، کتاب السنة، باب مسألة القبر، رقم: ٤٧٥١؛ احمد: ٣/ ٢٣٣؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ١٩۔ قال الشیخ شعیب: صحیح واسناده قوی؛ وقال الالبانی: صحیح۔

اللہ کے رسول! کس لیے؟ آپ نے فرمایا: ''بلاشبہ مؤمن آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے، وہ اس سے پوچھتا ہے تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ تو اگر اللہ تعالیٰ اسے توفیق دے، تو وہ کہتا ہے میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے، تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے: یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو اس سے اس کے علاوہ کچھ اور نہیں پوچھا جاتا۔ چنانچہ اسے ایک گھر کی طرف لے جایا جاتا ہے جو اس کے لیے دوزخ میں مقرر تھا اور اس سے کہا جاتا ہے: (دیکھ) دوزخ میں یہ تیرا گھر تھا لیکن اللہ نے تجھ کو بچا لیا ہے اور تجھ پر رحم کیا ہے اور اس کے بدلے تجھے جنت میں گھر دے دیا ہے۔ تو وہ کہتا ہے: مجھے چھوڑو کہ میں جاؤں اور اپنے گھر والوں کو خوشخبری دے آؤں تو اسے کہا جاتا ہے کہ آرام کرو۔

اور کافر آدمی کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور اس کو جھڑکتا ہے اور پوچھتا ہے: تو کس کی عبادت کیا کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے: مجھے نہیں معلوم۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: نہ تو نے معلوم کیا اور نہ پڑھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے: تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے: میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ تو فرشتہ لوہے کے ایک بھاری ہتھوڑے کے ساتھ اس کے کانوں کے درمیان مارتا ہے تو وہ اس قدر چیختا اور چلاتا ہے کہ جنوں اور انسانوں کے علاوہ ساری مخلوق اس کی آواز سنتی ہے۔''

٥٣/ ٤۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ، وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ، وَاِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، اَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ، فَيَقُوْلَانِ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ: اَشْهَدُ

اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ، فَيُقَالُ لَهٗ: اُنْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا)) قَالَ قَتَادَةُ: وَذُكِرَ لَنَا اَنَّهٗ يُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ، ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى حَدِيْثِ اَنَسٍ قَالَ: ((وَاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ، فَيُقَالُ لَهٗ: مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: لَا اَدْرِيْ، كُنْتُ اَقُوْلُ مَايَقُوْلُهُ النَّاسُ. يُقَالُ: لَا دَرَيْتَ، وَلَا تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ)) [1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ بندہ جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے (جنازے میں شریک) دوست واحباب اس سے رخصت ہوتے ہیں تو ابھی وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں۔ وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تو کیا کہتا تھا؟ تو مؤمن آدمی یہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس پر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ اپنا جہنم کا ٹھکانا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تیرے لیے جنت میں ٹھکانا دے دیا ہے اس وقت اسے (جہنم اور جنت کے) دونوں ٹھکانے دکھائے جاتے ہیں۔'' جناب قتادہ رحمۃ اللہ علیہ (راوی حدیث) نے بیان کیا کہ ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ اس کی قبر خوب کشادہ کردی جاتی ہے۔ پھر قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنا شروع کی تو فرمایا: ''منافق اور کافر سے جب کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا؟ تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں بھی وہی کہتا تھا جو دوسرے لوگ کہتے تھے۔ پھر اس سے کہا

[1] بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر، رقم:١٣٧٤، مسلم، رقم: ٧٢١٦؛ نسائی، رقم:٢٠٥١؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:١٧؛ ابن ابی عاصم فی السنة، رقم: ٨٨٩۔

جاتا ہے: نہ تو نے خود عقل سے کام لیا اور نہ ہی (قرآن وحدیث کو) پڑھا۔
پھر اسے لوہے کے ہتھوڑوں سے بڑی زور کے ساتھ مارا جاتا ہے، وہ چیخ اٹھتا ہے اور اس کی یہ چیخ و پکار جن وانس کے سوا اس کے آس پاس کی ساری مخلوق سنتی ہے۔"

عالم برزخ کے تمام معاملات غیبی امور سے ہیں۔ میت کو قبر میں سوالات کے وقت بٹھایا جانا، روح کا لوٹایا جانا اور پھر اس کا دفنا کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سننا، یہ سب اپنی جگہ برحق ہیں، بے شمار احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب مردوں کو جو بھی، جہاں سے بھی اور جب بھی پکارے تو وہ اس کی پکار سنتے اور قبول کرتے ہیں۔

میت جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اس میں نیک اور بد دونوں شامل ہیں یعنی خواہ میت مسلم ہو یا کافر۔ دونوں دفنا کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتے ہیں۔ لہٰذا سماع موتی پر اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ کیونکہ اگر یہ سماع موتی کی دلیل ہے تو ضروری ہے کہ کفار کے متعلق بھی یہ اعتقاد رکھا جائے جو مسلمان میت سے رکھا جاتا ہے۔ یقیناً اس سے فریق ثانی بھی متفق نہیں ہوگا۔

اور یہ جوتوں کی آواز سننا بھی محدود وقت کے لیے ہے اس میں وسعت نہیں دی جا سکتی کیونکہ احادیث میں صرف یہی تذکرہ ہے کہ میت جانے والے کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی بیرونی آواز کے سننے کا کوئی تذکرہ نہیں اگر اس موقع پر لوگ لاؤڈ سپیکر میں بھی بولیں تو اس کے میت کو سنائی دیئے جانے کا کوئی ثبوت نہیں، جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنانے میں حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ میت کو لوگوں کے چلے جانے کا احساس دلایا جائے۔

بہر حال میت کا زندوں کے جوتوں کی آواز سننا یہ عام اصول سے ایک استثنائی حالت ہے اور استثنائی حالتوں یا معجزات کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص کے دو دو ٹھکانے ہیں، ایک جنت اور دوسرا جہنم اور یہ کتاب اللہ میں بھی ہے کہ کافروں کے ٹھکانے جو جنت میں ہیں ان کے

دوزخ میں جانے کی وجہ سے اہل ایمان ان ٹھکانوں کے وراث بن جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

٥/٥٤ ـ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الْمَيِّتَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ، اَنَّهٗ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ اِذَا انْصَرَفُوْا)) [1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جب میت اپنی قبر میں رکھی جاتی ہے تو وہ اپنے ساتھیوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے جب وہ (دفنا کر) واپس پلٹتے ہیں۔''

٦/٥٥ ـ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ بَيْنَمَا نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَخْلٍ لَنَا لِاَبِيْ طَلْحَةَ يَتَبَرَّزُ لِحَاجَتِهٖ، قَالَ: وَبِلَالٌ يَمْشِيْ وَرَآءَهٗ يُكَرِّمُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَمْشِيَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَمَرَّ نَبِيُّ اللّٰهِ بِقَبْرٍ فَقَامَ حَتّٰى لَمَّ اِلَيْهِ بِلَالٌ، فَقَالَ: ((وَيْحَكَ يَا بِلَالُ! هَلْ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ؟)) قَالَ: مَا اَسْمَعُ شَيْئًا، قَالَ: ((صَاحِبُ الْقَبْرِ يُعَذَّبُ)) قَالَ فَسُئِلَ عَنْهُ فَوُجِدَ يَهُوْدِيًّا. [2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ ہمارے نخلستان میں اپنی حاجت کے لیے جا رہے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ برابر چلنے کے بجائے بطور ادب آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ نبی ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے تو اچانک رک گئے۔ اتنے میں بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کے قریب آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''اے بلال! تجھے افسوس، کیا جو میں سن رہا ہوں تو بھی سن رہا ہے؟'' بلال نے کہا: میں تو کچھ نہیں سن رہا۔ آپ نے فرمایا: ''اس قبر والے کو عذاب دیا جا رہا ہے۔'' پھر اس قبر والے کے متعلق دریافت کیا گیا تو پتا چلا کہ یہ یہودی تھا۔

٧/٥٦ ـ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ بَعْضُ مَنْ لَا اَتَّهِمُهٗ

[1] مسلم، كتاب الجنة ونعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه، رقم: ٧٢١٧۔

[2] احمد: ٣/ ١٥١، رقم: ١٢٥٥٨؛ بيهقى فى عذاب القبر، رقم: ١٠٧۔ قال الهيثمى فى المجمع: ٣/ ١٣٩، رجاله رجال الصحيح، وقال الشيخ شعيب: اسناده صحيح۔

مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ، اَنَّهٗ قَالَ: بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَبِلَالٌ یَمْشِیَانِ بِالْبَقِیْعِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((یَا بِلَالُ! هَلْ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ؟)) قَالَ: لَا، وَاللّٰهِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَسْمَعُهٗ، قَالَ: ((اَلَا تَسْمَعُ اَهْلَ هٰذِهِ الْقُبُوْرِ یُعَذَّبُوْنَ؟)) یَعْنِیْ قُبُوْرَ الْجَاهِلِیَّةِ۔ [1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث نبی ﷺ کے ایک ایسے صحابی نے بیان کی جس پر کسی قسم کی کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اس نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور بلال رضی اللہ عنہ بقیع قبرستان میں چل رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! کیا جو میں سن رہا ہوں، تو بھی سن رہا ہے؟'' بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں، اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! میں کچھ نہیں سن رہا۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو نہیں سن رہا کہ ان اہل قبور کو عذاب دیا جا رہا ہے؟'' یعنی دور جاہلیت میں مرنے والوں کو۔

ان احادیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ عذاب قبر کا محل ارضی قبر ہے جس میں مردے دفن کیے جاتے ہیں، نہ کہ کوئی اور فرضی قبر، کیونکہ آپ ﷺ اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا گزر انہی ارضی قبروں کے پاس سے ہوا تھا اور بقیع میں بھی یہی قبریں ہیں نیز آپ ﷺ نے ((هٰذِهِ الْقُبُوْرِ)) فرما کر انہیں قبروں کو متعین فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ یہ ایک ہی قسم کے دو مختلف واقعات معلوم ہو رہے ہیں جن میں یہود اور دورے جاہلیت میں مرنے والوں کی قبروں میں ہونے والا عذاب نبی کریم ﷺ کو سنایا گیا۔ واللہ اعلم۔

۸/۵۷۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ، اَنَّ اَسْوَدَ کَانَ یُنَظِّفُ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ، فَدُفِنَ لَیْلًا، وَاَتَی النَّبِیُّ ﷺ فَاُخْبِرَ، فَقَالَ: ((اِنْطَلِقُوْا اِلٰی قَبْرِهٖ))

[1] احمد:۳/ ۲۵۹، رقم:۱۳۷۵۵؛ حاکم:۱/ ۴۰؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۱۰۹، وقال: وهذا ایضا باسناد صحیح شاهد لما تقدم؛ وقال الهیثمی فی المجمع، ۳/ ۱۳۹: رجاله رجال الصحیح؛ وقال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔

فَانْطَلَقُوْا اِلٰی قَبْرِہٖ، فَقَالَ: ((اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مُمْتَلِئَةٌ عَلٰی اَهْلِهَا ظُلْمَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنَوِّرُهَا بِصَلَاتِيْ عَلَيْهَا)) فَاَتَى الْقَبْرَ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، وَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: اِنَّ اَخِيْ مَاتَ وَلَمْ تُصَلِّ عَلَيْهِ، قَالَ: ((فَاَيْنَ قَبْرُهُ؟)) فَاَخْبَرَهُ، فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ الْاَنْصَارِيِّ. [1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک سیاہ فام مرد جو مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا جب وہ فوت ہوا تو اسے رات کو ہی دفنا دیا گیا۔ پھر جب نبی ﷺ تشریف لائے تو آپ کو اس (کی وفات) کے متعلق بتایا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اس کی قبر پر چلو۔“ پس جب آپ اس کی قبر پر آئے تو فرمایا: ”بلاشبہ یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوئی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں میری نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے روشن کر دیتے ہیں۔“ پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا بھی ایک بھائی فوت ہو چکا ہے آپ اس کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھ سکے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”اس کی قبر کہاں ہے؟“ اس انصاری نے آپ کو اپنے بھائی کی قبر بتلائی تو آپ اس کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے (اور اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی)۔“

یہ حدیث بھی دوسری احادیث کی طرح اس پر دلالت کر رہی ہے کہ عذاب قبر برحق ہے اور اس کا محل بھی وہی ہے جہاں مردے کو دفنایا جاتا ہے کیونکہ آپ نے انہی قبور، جن میں اجسام عنصریہ مدفون ہیں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان قبروں میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ یعنی روشنی نام کی کوئی چیز نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تاریکی بھی فوت شدگان کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔

[1] احمد: ۳/ ۱۵۰، رقم: ۱۲۵۴۵۔ قال الهيثمی فی المجمع، ۳/ ۱۱۲: رجاله رجال الصحيح۔

۵۸ / ۹۔ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيًّا فَأَسْلَمَ وَقَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ، فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَعَادَ نَصْرَانِيًّا، فَكَانَ يَقُولُ: مَا يَدْرِي مُحَمَّدٌ إِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهُ، فَأَمَاتَهُ اللَّهُ، فَدَفَنُوهُ، فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ، فَقَالُوا: هَذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوا عَنْ صَاحِبِنَا فَأَلْقُوهُ، فَحَفَرُوا لَهُ فَأَعْمَقُوا، فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ، فَقَالُوا: هَذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ نَبَشُوا عَنْ صَاحِبِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ، فَأَلْقُوهُ، فَحَفَرُوا لَهُ وَأَعْمَقُوا لَهُ فِي الْأَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوا، فَأَصْبَحَ قَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ فَعَلِمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ، فَأَلْقَوْهُ. [1]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص پہلے عیسائی تھا پھر وہ مسلمان ہوگیا، اس نے سورت بقرہ اور آل عمران پڑھ لی تھی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب بن گیا پھر وہ مرتد ہو کر عیسائی ہوگیا اور کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو کچھ میں نے لکھ دیا ہے اس کے سوا اسے اور کچھ بھی معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی موت واقع ہوگئی اور اس کے آدمیوں نے اسے دفن کر دیا، جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ اس کی لاش قبر سے نکل کر زمین کے اوپر پڑی ہے۔ عیسائیوں نے کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کا کام ہے چونکہ ان کا دین اس نے چھوڑ دیا تھا اس لیے انہوں نے اس کی قبر کھودی ہے اور لاش کو باہر نکال کر پھینک دیا ہے، چنانچہ دوسری قبر انہوں نے کھودی جو کہ بہت زیادہ گہری تھی لیکن جب صبح ہوئی تو پھر لاش باہر تھی اس مرتبہ بھی انہوں نے یہی کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے چونکہ ان کا دین اس نے چھوڑ دیا تھا اس لیے اس کی قبر کھود کر انہوں نے لاش باہر

[1] بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، رقم:۳۶۱۷؛ مسلم، رقم: ۷۰۴۰؛ احمد:۳/ ۱۲۱۔

پھینک دی۔ پھر انہوں نے قبر کھودی جتنی گہری ان کے بس میں تھی، پھر اسے اس کے اندر ڈال دیا گیا، لیکن صبح ہوئی تو لاش پھر باہر تھی اب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں (بلکہ اسے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا مل رہی ہے) چنانچہ انہوں نے اسے یونہی پڑا چھوڑ دیا۔''

اس مرتد اور گستاخ کا نام تو کسی روایت میں مذکور نہیں تاہم مسلم شریف میں اس قدر وضاحت ضرور ہے کہ اس کا تعلق قبیلہ بنو نجار سے تھا۔

اس بد بخت کو بار بار دفنانے کے باوجود قبر کی مٹی نے قبول نہ کیا اور اس کے نجس لاشے کو بحکم خدا باہر پھینک دیا حتیٰ کہ اس کے ساتھی بھی اسے یونہی زمین پر بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ دراصل اس مرتد کو برزخ میں ملنے والی سزا کا ایک منظر تھا جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے سامنے عبرت کے طور پر پیش کیا ہے۔

بہر حال یہ واقعہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے اور اللہ تعالیٰ بعض مردوں کے عذاب کی کیفیات کو لوگوں کی نصیحت اور عبرت کے لیے ظاہر فرمانے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات بلکہ اب بھی عبرت کے لیے عذاب قبر کی بعض کیفیات ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ آئے دن اخبارات میں خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ کسی جگہ پر قبر کھودی جانے لگی تو بچھو اور سانپ نکل آئے، بعض دفعہ قبر کھودتے وقت بار بار ٹیڑھی ہو جاتی ہے، بعض قبروں سے عجیب و غریب قسم کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ کئی قبریں لرزنا شروع ہو جاتی ہیں اور بسا اوقات میتوں کو زمین قبول ہی نہیں کرتی لہٰذا ہر مسلمان کو عذاب قبر پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ تمام اہل ایمان کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔

۵۹ / ۱۰۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰى عَلٰى صَبِيٍّ۔ اَوْصَبِيَّةٍ۔ فَقَالَ. ((لَوْ كَانَ نَجَا اَحَدٌ مِنْ ضَمَّةِ الْقَبْرِ لَنَجَا هٰذَا الصَّبِيُّ)) [1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے یا بچی کی نماز جنازہ پڑھی تو فرمایا: ''اگر قبر کے دبانے سے کوئی نجات پا سکتا تو یہ بچہ ضرور

[1] طبرانی فی الاوسط: ۲/ ۱۲۶، رقم: ۲۷۵۳۔ قال الهیثمی فی المجمع، ۳/ ۱۲۸ رجاله موثقون؛ وقال الشیخ محمد حسن اسماعیل: اسناده صحیح۔

نجات پا جاتا۔"

٦٠/ ١١ـ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، كَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ،وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) [1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے: "اے اللہ! میں عاجز آ جانے، سستی، بزدلی اور بڑھاپے سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور زندگی وموت کے فتنوں سے بھی آپ کی پناہ کا طالب ہوں اور عذاب قبر سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

دنیا آخرت کی بھلائیوں کے حصول میں محرومی تین اسباب سے ہوتی ہے کہ انسان میں ان کے کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی، یا سستی غالب آ جاتی ہے، یا جرأت کا فقدان ہوتا ہے "بخل" سے مراد وہ کیفیت ہے کہ جہاں خرچ کرنا مشروع ومستحب ہو لیکن انسان وہاں خرچ نہ کرے "ھرم" بڑی عمر ہونے کی یہ حالت کہ انسان دوسروں پر بوجھ بن جائے' نہ عبادت کر سکے اور نہ دنیا کا کام۔ "زندگی کے فتنے" یہ کہ آزمائشیں اور پریشانیاں غالب آ جائیں، نیکی کے کاموں سے محروم رہے "موت کا فتنہ" یہ کہ انسان اعمال خیر سے محروم رہ جائے یا مرتے دم کلمہ توحید نصیب نہ ہو اور "قبر" آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے اس میں بندہ اگر پھسل یا پھنس گیا تو بہت بڑی ہلاکت ہے اور عذاب قبر سے تعوذ امت کے لیے تعلیم ہے ورنہ انبیائے کرام علیہم السلام تو اس سے محفوظ ہیں۔ [2]

٦١/ ١٢ـ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَنِ الدَّجَّالِ، فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَالْهَرَمِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ)) [3]

---

[1] بخاری، کتاب الجهاد، باب ما يتعوذ من الجبن، رقم:٢٨٢٣؛ مسلم، رقم:٦٨٧٣؛ ابوداود، رقم:١٥٤٠؛ نسائی، رقم:٥٤٥٢۔ [2] ابوداود مع فوائد سعیدی۔

[3] احمد:٣/ ٢٠٦، رقم: ١٣١٦٤؛ نسائی، رقم:٥٤٥٧، ٥٤٥٩؛ بيهقی فی عذاب القبر، رقم:٢١٨۔ قال الالبانی: صحيح الاسناد۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عذاب قبر اور فتنہ دجال کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! بلاشبہ میں سستی، بڑھاپے، بزدلی، بخل، فتنہ دجال اور عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

فتنہ دجال

فتنہ دجال سے مراد وہ آزمائش اور امتحان ہے جس میں ہر شخص قرب قیامت دجال کی آمد پر مبتلا ہوگا۔ یہ آزمائش بھی عذاب قبر کی طرح بہت سخت ہوگی۔ اسی لیے ہر نبی نے اس سے اپنی امت کو ڈرایا ہے ہمیں بھی اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

دجال دراصل ایک یہودی شخص ہوگا، فتنہ پردازی میں ممتاز ہونے کی بنا پر اس کا نام ہی دجال ہے۔ یعنی بہت دجل وفریب سے کام لینے والا۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی آزمائش کے لیے اسے بعض خرق عادت امور پر قدرت عطا فرمادیں گے۔ وہ الوہیت کا مدعی ہوگا۔ یہودیوں کا ایک بہت بڑا گروہ اس کے لشکر میں شامل ہو جائے گا۔ اس کو حدیث میں مسیح الدجال بھی کہا گیا ہے کیونکہ وہ اپنے دجل وفریب کو پھیلاتا ہوا پوری دنیا کی سیاحت کرے گا یا یہ کہ وہ ممسوح العین ہوگا یعنی اس کی ایک آنکھ ملی ہوئی ہوگی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ وہ کانا ہوگا۔ [1]

یاد رہے کہ دجال اور اس کی فتنہ انگیزی کے متعلق بھی اس قدر احادیث مروی ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں، جن کی صحت پر قدیم وجدید تمام علما کا اتفاق ہے اس لیے اس کی بابت کسی قسم کا شک وشبہ جائز نہیں۔ اس سلسلے میں ہمارے فاضل بھائی حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ نے ''فتنہ دجال اور اس سے نجات کا راستہ'' نام سے کتاب بھی لکھی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

٦٢/ ١٣۔ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) [2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔''

---

[1] مسلم، رقم:٢٩٣٣۔

[2] بیهقی فی عذاب القبر، رقم:٢١٥ حدیث صحیح بشواهده وهذا اسناد ضعیف۔

٦٣/ ١٤۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ ، فَتَرَاءَ يْنَا الْهِلَالَ ، وَكُنْتُ رَجُلاً حَدِيْدَ الْبَصَرِ ، فَرَاَيْتُه ، وَلَيْسَ اَحَدٌ يَزْعُمُ اَنَّهُ رَاٰهُ غَيْرِيْ ، قَالَ: فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لِعُمَرَ: اَمَا تَرَاهُ؟ فَجَعَلَ لَا يَرَاهُ، قَالَ: يَقُوْلُ عُمَرُ: سَاَرَاهُ وَاَنَا مُسْتَلْقٍ عَلٰى فِرَاشِيْ، ثُمَّ اَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا عَنْ اَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ، يَقُوْلُ: **((هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ))** قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: فَوَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَأُوا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: فَجُعِلُوْا فِيْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ، فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِمْ فَقَالَ: **((يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ، وَيَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ! هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ حَقًّا؟ فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا))** قَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا؟ قَالَ: **((مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا))** [1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں تھے۔ ہم نے چاند دیکھا، میں تیز نظر والا آدمی تھا اس لیے چاند کو (جلدی) دیکھ لیا۔ میرے علاوہ اور کسی کو یہ زعم نہیں تھا کہ اس نے چاند دیکھ لیا ہو۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: کیا آپ چاند کو نہیں دیکھتے؟ وہ چاند دیکھنے لگے لیکن انہیں نظر نہ آیا تو انہوں نے کہا: عنقریب جب میں بستر پر لیٹوں گا تو دیکھ لوں گا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سے اہل بدر کا واقعہ بیان کرنا شروع کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] مسلم ، كتاب الجنة ونعيمها ، باب عرض مقعد الميت من الجنة ، رقم: ٧٢٢٢۔

جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں (کفار) بدر کے گرنے کی جگہیں دیکھا رہے تھے۔ آپ فرمارہے تھے: ان شاء اللہ کل فلاں یہاں اور فلاں یہاں گرے گا۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرنے کی جو جگہ بتلائی تھی وہ اس حد سے بالکل متجاوز نہ ہوئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ پھر ان کی لاشوں کو اوپر تلے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: "اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدے کو سچا پالیا ہے کیونکہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے وعدے کو سچا پا لیا ہے۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ کے رسول! آپ ان جسموں سے کیسے بات کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا:"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو البتہ وہ میری بات کا کوئی جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔"

٦٤/ ١٥ ـ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَخْلاً لِبَنِی النَّجَّارِ فَخَرَجَ مَزْعُوْرًا، فَقَالَ: ((لِمَنْ هٰذِهِ الْقُبُوْرُ؟)) فَقَالُوْا: لِقَوْمٍ مُشْرِكِيْنَ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((سَلُوْا رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُجِيْرَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ! لَوْلَا اَنِّيْ اَتَخَوَّفُ اَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَسَاَلْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُسْمِعَكُمْ عَذَابَ الْقَبْرِ. اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا دَخَلَ حُفْرَتَهٗ وَتَفَرَّقَ عَنْهُ اَصْحَابُهٗ دَخَلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ، شَدِيْدُ الْاِنْتِهَارِ، فَيُجْلِسُهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَيَقُوْلُ لَهٗ: مَا كُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ، فَيَقُوْلُ: كُنْتُ اَعْبُدُ اللّٰهَ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، فَيَقُوْلُ مَاتَقُوْلُ فِيْ مُحَمَّدٍ؟ فَيَقُوْلُ: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ،

فَمَا يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ غَيْرَهَا، فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى مَقْعَدِهِ مِنَ النَّارِ، فَيَقُوْلُ: هٰذَا كَانَ لَكَ فَأَطَعْتَ رَبَّكَ، وَعَصَيْتَ عَدُوَّكَ، ثُمَّ يُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى مَنْزِلِهِ مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ: هٰذَا لَكَ، فَيَقُوْلُ: دَعُوْنِيْ أُبَشِّرَ أَهْلِيْ، وَيُوَسَّعُ لَهُ قَبْرُهُ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا. وَأَمَّا الْكَافِرُ، فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ مَلَكٌ شَدِيْدُ الْإِنْتِهَارِ، فَيُجْلِسُهُ فَيَقُوْلُ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَنْ كُنْتَ تَعْبُدُ؟ فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِيْ، فَيَقُوْلُ: لَا دَرَيْتَ، وَلَا تَلَيْتَ، فَيَقُوْلُ لَهُ: فَمَا تَقُوْلُ فِيْ مُحَمَّدٍ؟ فَيَقُوْلُ: كُنْتُ أَسْمَعُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ، فَيَضْرِبُهُ بِمِطْرَاقٍ مِنْ حَدِيْدٍ بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُ صَوْتَهُ مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ، ثُمَّ يُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى مَنْزِلِهِ مِنَ الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ: كَانَ هٰذَا مَنْزِلُكَ، فَعَصَيْتَ رَبَّكَ، وَأَطَعْتَ عَدُوَّكَ، فَيَزْدَادُ حَسْرَةً وَنَدَامَةً، وَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى مَنْزِلِهِ مِنَ النَّارِ فَيَرَاهُمَا كِلَاهُمَا، فَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ مِنْ وَرَآءِ صُلْبِهِ)) [1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے کھجوروں کے ایک باغ میں تشریف لے گئے، جب آپ باغ سے باہر آئے تو سخت گھبرائے ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا: ''یہ کن لوگوں کی قبریں ہیں؟'' صحابہ نے کہا کہ یہ مشرکین کی قبریں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم لوگ اپنے رب سے دعا کیا کرو کہ وہ تمہیں عذاب قبر سے بچائے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم لوگ قبروں میں مردے دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے۔ یقیناً بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے دفن کر کے واپس پلٹتے ہیں تو ایک گرج دار آواز والا فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے بٹھا کر پوچھتا ہے: تو کس کی

[1] آجری فی الشریعة، رقم: ۸۵۷، حدیث صحیح وھذا اسناد ضعیف، خلید بن دعلج ضعیف۔

عبادت کرتا تھا؟ چنانچہ مؤمن جواب دیتا ہے: میں اس اکیلے اللہ کی عبادت کرتا تھا جس کا کوئی شریک نہیں۔ فرشتہ پوچھتا ہے: تو محمد (ﷺ) کے متعلق کیا کہتا تھا؟ تو مؤمن جواب دیتا ہے: آپ (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر وہ فرشتہ ان سوالوں کے علاوہ مزید کوئی سوال نہیں کرتا۔ پھر اس مؤمن کو اس کے جہنم کے ٹھکانے کی طرف لے جایا جاتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا تھا لیکن تو نے اپنے رب کی اطاعت کی اور اپنے دشمن (شیطان) کی نافرمانی کی (لہٰذا اللہ نے تجھے اس ٹھکانے سے بچالیا ہے)۔ پھر اس مؤمن کو اس کی اگلی منزل جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے تو فرشتہ اسے کہتا ہے: اب یہ تیرا ٹھکانا ہے۔ یہ دیکھ کر مؤمن کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اپنے اہل وعیال کو بھی یہ خوشخبری سنا دوں۔ پھر اس کی قبر کو ستر ہاتھ وسیع کر دیا جاتا ہے۔

اور رہی بات کافر کی، تو اس پر بھی قبر میں ایک گرج دار آواز والا فرشتہ آتا ہے اور اسے بٹھا کر پوچھتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تو کس کی عبادت کرتا تھا؟ کافر جواب دیتا ہے: میں نہیں جانتا۔ فرشتہ کہتا ہے: تو نے سمجھا اور نہ ہی پڑھا۔ پھر وہ فرشتہ پوچھتا ہے: محمد (ﷺ) کے متعلق تو کیا کہتا تھا؟ کافر جواب دیتا ہے: میں لوگوں سے سنتا تھا جو کچھ وہ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا چنانچہ وہ فرشتہ اس کے دونوں کانوں کے درمیان (زور سے) لوہے کا ہتھوڑا مارتا ہے تو وہ کافر اتنی زور زور سے چیختا ہے کہ اس کی آواز جن وانس کے علاوہ (آس پاس کی) ساری مخلوق سنتی ہے۔ پھر اس کافر کو اس کے جنت کے ٹھکانے کی طرف لے جایا جاتا ہے تو فرشتہ اسے کہتا ہے: تیرا یہ ٹھکانا تھا لیکن تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنے دشمن (شیطان) کی اطاعت کی (لہٰذا اب تو اس سے محروم رہے گا) اس سے کافر کی حسرت اور ندامت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اسے اس کی اصل منزل جہنم کی طرف لے جایا جاتا ہے چنانچہ یہ

اپنے دونوں ٹھکانے دیکھ لیتا ہے۔ پھر اس پر اس کی قبر اتنی تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں اس کی پشت کے پیچھے ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں۔"

امام محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

ما أسوأ حال من كذب بهذه الأحاديث، لقد ضل ضلالا بعيدا، وخسر خسرانا مبينا.

"کس قدر برا حال ہے اس شخص کا جو ان احادیث کو جھٹلاتا ہے۔ یقیناً وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا اور واضح نقصان اٹھایا۔"

٦٥/ ١٦ـ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ الدَّانَاج، قَالَ: شَهِدْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا حَمْزَةَ! إِنَّ قَوْمًا يُكَذِّبُوْنَ بِعَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَ: فَلَا تُجَالِسُوْا أُولٰئِكَ. [1]

"جناب عبداللہ داناج بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا تو ایک آدمی نے انہیں کہا: اے ابوحمزہ! بے شک کچھ لوگ عذاب قبر کو جھٹلاتے ہیں (ہمیں ان کے متعلق نصیحت فرمائیں) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے ساتھ مت بیٹھو۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دور میں بھی ایسے گمراہ لوگ پیدا ہو چکے تھے جو عذاب قبر کا انکار کرتے تھے صحابہ کرام نے عام لوگوں کو ان کی مجلسوں اور محفلوں سے دور رہنے کی تلقین کی ہمیں بھی صحابہ کرام کی اس نصیحت کو سامنے رکھتے ہوئے اس قسم کے گمراہوں کی بیٹھک سے دور رہنا چاہیے اور ان کی دوستی سے بچتے ہوئے نیک اور پرہیز گار لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے کیونکہ اسی میں عافیت ہے۔

(۱۴) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما

آپ کا نام براء اور کنیت ابو عمارہ ہے، انصار کے قبیلہ اوس کے فرد تھے۔ آپ کے باپ کا نام عازب بن حارث بن عدی ہے۔ دونوں باپ بیٹا شرف صحابیت سے بہرہ ور

[1] بيهقي في عذاب القبر، رقم: ٢٥٨ وسنده صحيح۔

ہوئے۔ غزوہ بدر کے موقع پر کم سنی کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہو سکے۔ پہلا معرکہ جس میں انہوں نے شرکت کی وہ احد یا خندق دونوں میں سے کوئی ایک ہے۔ ۲۴ھ میں رَے کو فتح کیا۔ جنگ جمل، صفین، اور معرکہ نہروان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے تھے۔ کوفہ میں ۷۲ھ میں انتقال فرمایا۔ (رضی اللہ عنہ)

٦٦/ ١۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَانْتَهَیْنَا إِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ وَكَأَنَّ عَلٰی رُؤُوْسِنَا الطَّیْرُ وَفِیْ یَدِهٖ عُوْدٌ یَنْكُتُ فِی الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: ((اسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) مَرَّتَیْنِ اَوْثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: ((اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِیْ انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَیْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَآءِ بِیْضُ الْوُجُوْهِ كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ، مَعَهُمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ وَحُنُوْطٌ مِنْ حُنُوْطِ الْجَنَّةِ حَتّٰی یَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ یَجِیْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَیْهِ السَّلَامُ حَتّٰی یَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَیَقُوْلُ: اَیَّتُهَا النَّفْسُ الطَّیِّبَةُ! اُخْرُجِیْ اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ)) قَالَ: ((فَتَخْرُجُ تَسِیْلُ كَمَا تَسِیْلُ الْقَطْرَةُ مِنْ فِیْ السِّقَاءِ فَیَأْخُذُهَا، فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ یَدَعُوْهَا فِیْ یَدِهٖ طَرْفَةَ عَیْنٍ حَتّٰی یَاْخُذُوْهَا فَیَجْعَلُوْهَا فِیْ ذٰلِكَ الْكَفَنِ، وَفِیْ ذٰلِكَ الْحُنُوْطِ وَیَخْرُجُ مِنْهَا كَاَطْیَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ)) قَالَ: ((فَیَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا یَمُرُّوْنَ یَعْنِیْ بِهَا عَلٰی مَلَأٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا: مَا هٰذَا الرُّوْحُ الطَّیِّبُ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، بِاَحْسَنِ اَسْمَآئِهِ الَّتِیْ كَانُوْا یُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِی الدُّنْیَا حَتّٰی یَنْتَهُوْا بِهَا اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَسْتَفْتِحُوْنَ لَهٗ فَیُفْتَحُ لَهُمْ فَیُشَیِّعُهٗ مِنْ كُلِّ سَمَآءٍ مُقَرَّبُوْهَا اِلَی السَّمَاءِ الَّتِیْ تَلِیْهَا حَتّٰی یُنْتَهٰی بِهٖ

إِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِي فِيْ عِلِّيِّيْنَ. وَاَعِيْدُوْهُ إِلَى الْاَرْضِ فَاِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا اُعِيْدُهُمْ، وَمِنْهَا اُخْرِجُهُمْ تَارَةً اُخْرٰى)) قَالَ: ((فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَاْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: مَنْ رَّبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: مَا دِيْنُكَ! فَيَقُوْلُ: دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ. فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُوْلُ، قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ، فَيُنَادِيْ مُنَادٍ فِي السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ، فَافْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ)) قَالَ: ((فَيَاْتِيْهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيْبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ مَدَّ بَصَرِهٖ)) قَالَ: ((وَيَاْتِيْهِ رَجُلٌ، حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ طِيْبُ الرِّيْحِ، فَيَقُوْلُ: اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُرُّكَ، هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ، فَيَقُوْلُ لَهٗ: مَنْ اَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ بِالْخَيْرِ. فَيَقُوْلُ: اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، فَيَقُوْلُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ)) قَالَ: ((وَاِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ فِيْ انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مِنَ السَّمَآءِ مَلَائِكَةٌ، سُوْدُ الْوُجُوْهِ، مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ، فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ! اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ)) قَالَ: ((فَتَفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَيَاْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ الْمُسُوْحِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى مَلَاٍ مِنَ

الْمَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا: مَا هٰذَا الرُّوحُ الْخَبِيثُ؟ فَيَقُولُونَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِأَقْبَحِ أَسْمَائِهِ الَّتِي كَانَ يُسَمَّى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهُ فَلَا يُفْتَحُ لَهُ)) ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ [٧/ الاعراف:٤٠] فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ((اُكْتُبُوا كِتَابَهُ فِي سِجِّينٍ فِي الْأَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ رُوحُهُ طَرْحًا)) ثُمَّ قَرَأَ: ((﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّمِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْتَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ [٢٢/ الحج:٣١] فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَّبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَاأَدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهْ هَاهْ لَا أَدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ، فَافْرِشُوا لَهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ، فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ، وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ! قَبِيحُ الْوَجْهِ، قَبِيحُ الثِّيَابِ، مُنْتِنُ الرِّيحِ فَيَقُولُ: أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُوءُكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ، فَيَقُولُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ فَيَقُولُ: أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ، فَيَقُولُ: رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةَ)) [1]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ نبی ﷺ کی معیت میں ایک انصاری کے جنازے میں حاضر ہوئے۔ جب ہم قبر پر پہنچے تو قبر ابھی تک تیار نہیں ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف فرما ہوئے، ہم

---

[1] احمد:٤/ ٢٨٨، رقم:١٨٧٣٣؛ ابن ابی شیبۃ:٣/ ٣١٠؛ ھناد فی الزھد، رقم: ٣٣٩؛ بیھقی فی عذاب القبر، رقم:٢٨؛ ابوداود، رقم:٤٧٥٣؛ حاکم:١/ ٣٧؛ ابوداود الطیالسی، رقم:٧٨٩، ابن مندہ فی الایمان، رقم:١٠٦٤؛ ابن جریر طبری فی تفسیرہ: ٨/ ٢٤٨، ابن مبارک فی الزھد، رقم:١٢١٩۔

آپ کے اردگرد اس طرح بیٹھ گئے جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین کرید رہے تھے۔
آپ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھا کر دو یا تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''بے شک مؤمن جب دنیا سے جانے اور آخرت میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے سفید چہروں والے فرشتے آتے ہیں، ان کے چہرے سورج کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں، ان کے پاس جنت کا لباس اور جنت کی خوشبو بھی ہوتی ہے۔ وہ مؤمن سے حدِ نگاہ کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں: اے پاک روح! تو اللہ کی مغفرت اور اس کی رضا کی جانب نکل آ۔'' آپ نے فرمایا: ''روح اس قدر آرام سے نکلتی ہے جیسے مشکیزے سے پانی کا قطرہ بہہ نکلتا ہے۔ چنانچہ ملک الموت روح کو پکڑ لیتے ہیں، دوسرے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں آنکھ جھپکنے کے برابر (عرصے تک) بھی نہیں رہنے دیتے کہ اس سے لے لیتے ہیں۔ پھر اسے جنتی لباس اور جنتی خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں۔ روح سے زمین میں پائی جانے والی کستوری سے بھی نہایت عمدہ مہک کی طرح خوشبو پھیل رہی ہوتی ہے۔''
آپ نے فرمایا: ''فرشتے روح کو لے کر اوپر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ (فرشتوں کی جماعت) پوچھتے ہیں: یہ کون سی پاکیزہ روح ہے؟ انہیں بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے۔ اس کا وہ نہایت عمدہ نام بتایا جاتا ہے جس کی ساتھ وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا۔ فرشتے اسے لے کر آسمان تک چلے جاتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں، چنانچہ ان کے لیے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ بعد ازاں ہر آسمان کے مقرب

فرشتے اگلے آسمان تک اسے الوداع کہنے کے لیے اس کے ساتھ جاتے ہیں یہاں تک کہ اسے ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے بندے کا نام علیین میں لکھ لو اور اسے دوبارہ زمین میں لے جاؤ کیونکہ میں نے انہیں مٹی سے پیدا کیا ہے، اسی میں انہیں دوبارہ لے جاؤں گا اور اسی سے قیامت کو اٹھاؤں گا۔''

آپ نے فرمایا: ''پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں وہ اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ مؤمن جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ وہ پوچھتے ہیں: وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے: وہ رسول اللہ (ﷺ) ہیں۔ وہ کہتے ہیں تجھے ان (تمام سوالوں) کا کیسے علم ہوا؟ وہ جواب دیتے ہوئے کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اسکی تصدیق کی۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے سچی باتیں کہیں ہیں لہٰذا اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دو۔''

آپ نے فرمایا: ''پھر اسے (جنت کی) بادِ نسیم اور خوشبو پہنچتی رہتی ہے جبکہ اس کی قبر تاحدِ نگاہ وسیع کر دی جاتی ہے۔''

آپ نے فرمایا: ''پھر اس کے پاس ایک خوبصورت شخص آتا ہے، جس کے کپڑے بھی خوبصورت ہوتے ہیں اور اس سے بہت عمدہ خوشبو آرہی ہوتی ہے۔ وہ آکر مؤمن کو کہتا ہے: ان نعمتوں کے ساتھ خوش وخرم رہ، یہ سب تیرے لیے خوشی کا پیغام ہیں، یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ مؤمن پوچھتا ہے: تو کون ہے؟ تیرا تو چہرہ ہی ایسا ہے جس سے خیر و برکت پھوٹ رہی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ تب مؤمن دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم فرما تا کہ میں اپنے

اہل وعیال کی طرف لوٹ جاؤ (اور انہیں اپنی کامیابی کی خبر دوں)۔''
آپ نے فرمایا: ''کافر جب دنیا سے جانے اور آخرت میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کے پاس آسمان کی طرف سے سیاہ چہروں والے فرشتے آتے ہیں جن کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں۔ وہ اس سے حدِ نظر کی مسافت پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں: اے خبیث روح! تو اللہ کی ناراضی اور غصے کی طرف نکل چل۔'' آپ نے فرمایا: ''روح اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے ملک الموت اسے اس طرح کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کانٹے دار لوہے کی سیخ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے، ملک الموت ابھی روح پکڑتے ہی ہیں کہ دوسرے فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں رہنے دیتے کہ اس سے لے لیتے ہیں، پھر اسے ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس روح سے دنیا میں پائی جانے والی بدبودار مردار کی سی بو آتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہوئے فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں: یہ کونسی ناپاک روح ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: یہ فلاں کا بیٹا ہے۔ فرشتے اس کا نہایت قبیح نام لیتے ہیں جس کے ساتھ وہ دنیا میں معروف تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں اور اس کے لیے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ گزرے۔''
پھر اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کا نام سجین میں لکھ لو، جو سب سے نچلی زمین میں ہے۔ پھر اس کی روح کو وہاں سے پھینک دیا جاتا ہے۔ (اس کی تصدیق کے لیے) آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان سے گر پڑا، اسے پرندوں نے اچک لیا

یا تیز ہوا نے اسے دور پھینک دیا۔'' پھر اس کی روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں جو اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: ہائے، ہائے مجھے معلوم نہیں۔ وہ پوچھتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: ہائے، ہائے مجھے علم نہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں: وہ شخص کون تھا جو تم میں مبعوث کیا گیا؟ وہ کہتا ہے: ہائے، ہائے مجھے تو اس کا بھی علم نہیں۔ پھر آسمان سے آواز آتی ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے لہٰذا اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دو، دوزخ کی جانب اس کا دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اس کے پاس دوزخ کی گرمی اور تیز بو آتی رہتی ہے۔ اور اس پر اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک شخص آتا ہے جس کا چہرہ نہایت قبیح اور کپڑے بھی نہایت ہی گندے ہوتے ہیں، اس سے بدبو آ رہی ہوتی ہے۔ وہ آکر کہتا ہے: تجھے ایسی چیزوں کی بشارت ہو جو تجھے غمناک کریں گی۔ یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کافر اس سے پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ تیری تو شکل ہی نہایت قبیح ہے جس سے شر ہی شر پھوٹ رہا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے: میں تیرا گندہ عمل ہوں۔ تب وہ چیخ اٹھتا ہے کہ اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔''

حدیث براء بن عازب کی تحقیق

اس حدیث کے متعلق امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، فقد احتجا جميعا بالمنهال بن عمرو وزاذان أبي عمر الكندي، وفي هذا الحديث فوائد كثيرة لأهل السنة وقمع للمبتدعة، ولم يخرجاه بطوله، وله شواهد على شرطهما يستدل بها على صحته. [1]

یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے کیونکہ منہال بن عمرو اور ابو عمر

[1] مستدرک: ۱/ ۴۰۔

زاذان الکندی سے ان دونوں نے احتجاج پکڑا ہے، اور اس حدیث میں اہل سنت کے لیے بے شمار فوائد بھی موجود ہیں جبکہ اہل بدعت کے عقائد کے قلع قمع کے لیے بھی ثبوت موجود ہیں۔ اور بخاری و مسلم کی شرطوں پر اس کے دیگر شواہد بھی موجود ہیں جن کے ذریعے اس کی صحت پر دلیل لی جا سکتی ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا حديث ثابت مشهور مستفيض صححه جماعة من الحفاظ، ولا نعلم أحدا من أئمة الحديث طعن فيه، بل رووه فى كتبهم، وتلقوه بالقبول، وجعلوه أصلا من أصول الدين فى عذاب القبر و نعيمه، ومساء لة منكر و نكير، و قبض الأرواح، وصعودها إلى بين يدى الله، ثم رجوعها الى القبر [1]

یہ حدیث مشہور اور مستفیض ہے۔ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ہمیں حدیث کا کوئی ایسا امام معلوم نہیں جس نے اس میں طعن کیا ہو، بلکہ اسے ائمہ حدیث اپنی اپنی کتب میں لائے ہیں اور اسے قبول کر کے عذاب و ثواب قبر، منکر ونکیر کے سوالات، روحوں کے قبض ہونے، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے جانے اور پھر قبر میں واپس لوٹانے کے سلسلے میں دین کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد قرار دیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هذا حديث صحيح الإسناد [2]
یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

هذا حديث كبير صحيح الإسناد، رواه جماعة من الثقات عن الأعمش. [3]

یہ عظیم حدیث صحیح سند والی ہے۔ اسے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے امام

[1] کتاب الروح: ٦٥۔ [2] شعب الایمان: ١/ ٦١٢۔ [3] عذاب قبر: ٣٩۔

اعمش سے روایت کیا ہے۔

امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا إسناد متصل مشهور، رواه جماعة عن البراء ❶

یہ سند متصل بھی ہے اور مشہور بھی ہے اسے سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے ائمہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح ❷

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی بھی صحیح کے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهو حديث صحيح، له طرق كثيرة. ❸

یہ حدیث صحیح ہے اس کے بے شمار طرق ہیں۔

علامہ ابن ابی العز حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وذهب إلى موجب هذا الحديث جميع السنة والحديث ❹

تمام اہل سنت اس حدیث کے قائل ہیں۔

ان ائمہ محدثین کے علاوہ الشیخ البانی، الشیخ شعیب الارناؤوط، الشیخ محمد عوامہ، الشیخ عبدالرزاق المہدی، الشیخ حمزہ احمد الزین، اور دیگر محققین نے اس حدیث کو بالکل صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر بعض منکرین حدیث کا جرح کرنا یا اسے قرآن مجید کے خلاف قرار دے کر رد کرنا مردود ہے۔

کیا عذاب کے وقت بھی روح قبر میں لوٹائی جاتی ہے:

یاد رہے کہ ابوداؤد میں اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ ہے:

((فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا، ثُمَّ يُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ))

❶ كتاب الايمان:۵۷۔ ❷ مجمع الزوائد:۳/ ۵۰۔

❸ التذكرة:۱۱۶۔ ❹ شرح العقيدة الطحاوية:۳۱۸۔

''پھر فرشتہ ہتھوڑے کے ساتھ اسے مارتا ہے جسے انسانوں اور جنوں کے علاوہ مشرق ومغرب کی ہر چیز سنتی ہے، پھر وہ مٹی بن جاتا ہے۔ اور پھر دوبارہ اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۔''

اس اضافے کی بنا پر بعض حضرات کو یہ شبہ لاحق ہوا کہ شاید عذاب کے وقت بھی روح کو قبر میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ ابوداؤد کے مذکورہ الفاظ صحیح ثابت نہیں۔ اس لیے کہ ایک تو یہ روایت مختصر ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دوسری روایات جو مفصل بھی ہیں ان میں یہ اضافہ نہیں ملتا۔ اور پھر یہ کہ اس اضافے میں اعمش مدلس کی تصریح بالسماع نہیں ملتی لہٰذا یہ اضافہ اعمش مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جن روایات میں تصریح بالسماع ہے ان میں یہ اضافہ نہیں۔ مسند ابوداؤد طیالسی کی ایک روایت میں یہ اضافہ ملتا ہے لیکن اس کی سند میں بھی عمرو بن ثابت ہیں جو بالاتفاق ضعیف ہیں۔

الشیخ حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں: اس خاص متن میں اعمش کے سماع کی تصریح نہیں ملی لہٰذا یہ متن مشکوک ہے اور باقی روایت حسن ہے۔ [1]

ہم نے اس سلسلے میں بذریعہ خط حافظ صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔

حدیث براء رضی اللہ عنہ صحیح اور صریح ہے:

جیسا کہ سطور بالا میں بیان ہو چکا ہے کہ حدیث براء بن عازب صحیح اور اپنے مفہوم میں بالکل صریح ہے۔ اسے اہل سنت کے قدیم وجدید تقریباً تمام علما نے صحیح قرار دیا ہے سوائے علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے، جن سے اس میں سہو ہوا جس کی بنا پر وہ اسے ضعیف سمجھ بیٹھے لیکن امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں ان کا خوب تعاقب کیا اور فرمایا کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف علم سے دوری پر مبنی ہے اور اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ [2]

جناب منہال بن عمرو اور زاذان پر جرح کا تنقیدی جائزہ

بعض لوگ اس روایت کو منہال بن عمرو اور زاذان رحمہما اللہ پر جرح کرتے ہوئے

[1] الحدیث شمارہ نمبر ٤٥، صفحہ نمبر ١٠۔ [2] کتاب الروح: ٧٦٣۔

اسے ضعیف قرار دیتے ہیں لہٰذا مناسب ہے کہ ان سطور میں ان مذکورہ راویوں پر ہونے والی جرح کا جائزہ پیش کیا جائے۔

منہال بن عمرو الاسدی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا تعلق تابعین کی جماعت سے ہے۔ صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کی کتاب "احادیث الانبیاء، البیوع، الذبائح والصید اور کتاب التعبیر" میں آپ سے روایات لی ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی روایت کو حسن صحیح جبکہ امام ذہبی، حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام یحییٰ بن معین، العجلی، ابن شاہین اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ [1]
جبکہ امام دارقطنی اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہما نے صدوق کہا ہے۔
امام ابن حبان، ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے اپنی اپنی صحیح میں آپ سے روایات اخذ کی ہیں۔ [2]
معلوم ہوا کہ منہال بن عمرو ثقہ وصدوق راوی ہیں اس لیے آپ کی روایات صحیح یا کم از کم حسن لذاتہ ضرور ہوتی ہیں۔

آپ پر سب سے بڑا الزام وہ ہے جسے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

اتيت منزل منهال بن عمرو فسمعت منه صوت الطنبور فرجعت ولم اساله

میں (شعبہ) منہال بن عمرو کے گھر کے پاس آیا تو وہاں سے میں نے باجے (ساز) کی آواز سنی تو میں واپس چلا گیا اور اس سے پوچھا تک نہیں۔ [3]

جہاں تک اس جرح کا تعلق ہے تو یہ جرح صحیح نہیں۔ کیونکہ امام الذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس جرح کے متعلق فرماتے ہیں: وهذا لا يوجب غمز الشيخ یعنی اس قسم کی جرح سے

[1] سنن ترمذی، رقم:۲۰۶۰؛ مستدرك حاكم:۱/ ۴۰؛ عذاب قبر، رقم:۲۸؛الجرح والتعديل: ۸/ ۳۵۷؛ تهذيب التهذيب:۱۰/ ۲۸۴-۲۸۵؛ تهذيب الكمال:۷/ ۲۳۹؛ ميزان الاعتدال: ۴/ ۱۹۲۔ [2] صحیح ابن حبان، رقم:۲۹۶۷؛ صحیح ابن خزیمة، رقم:۲۸۳۰۔
[3] الضعفاء للعقيلی:۴/ ۲۳۷؛ تهذيب الكمال:۷/ ۲۳۹؛ تهذيب التهذيب:۱۰/ ۲۸۵۔

راوی پر طعن ثابت نہیں کی جاسکتی۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا اعتراض صحيح فإن هذا لا يوجب قدحا في المنهال، کہ اگرچہ یہ اعتراض درست ہے تاہم یقین کر لیجئے کہ اس سے منہال پر جرح ثابت نہیں کی جاسکتی۔ ❷

دوسری بات یہ کہ وہب بن جریر کو شعبہ نے جب یہ بیان کیا تو انہوں نے فوراً کہا:

فهلا سالته؟ عسىٰ كان لا يعلم ❸

آپ نے منہال سے پوچھا کیوں نہیں؟ ممکن ہے کہ انہیں اس کا علم ہی نہ ہو۔ یعنی ہوسکتا ہے کہ منہال گھر پر نہ ہو جس کی بنا پر اسے اس کا علم ہی نہ ہوسکا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس الزام کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ولم يصح ذلك عنه وجرحه بهذا تعسف ظاهر وقد وثقه ابن معين والعجلي وغيرهما ❹ یعنی منہال پر یہ الزام درست نہیں اس وجہ سے ان پر جرح کرنا سراسر زیادتی ہے اور یقین کرلو کہ منہال بن عمرو کو ابن معین اور عجلی وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔

اس کے علاوہ باقی جو چھوٹی موٹی غیر حقیقی جرحیں آپ کی طرف منسوب ہیں ان کے مردود اور باطل ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ حجۃ الاسلام، آیۃ من آیات اللہ، امام الدنیا فی فقہ الحدیث، امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تالیف "الجامع الصحیح" المعروف بصحیح البخاری میں آپ سے کئی روایت لی ہیں۔ اگر آپ کے متعلق اس قسم کی باتیں جو بیان کی جاتی ہیں وہ سب درست ہوتیں تو کبھی بھی امام موصوف آپ کی مرویات کو اپنی صحیح میں جگہ نہ دیتے۔ لہٰذا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تكلم فيه بلا حجة ❺ کہ منہال پر دلیل کے بغیر جرح کی گئی ہے۔

دکتور بشار عواد رقمطراز ہیں:

بل ثقة، فقد وثقه الأئمة ابن معين، والنسائي، والعجلي

---

❶ ميزان الاعتدال: ٤/ ١٩٢۔ ❷ هدى الساري مقدمة فتح الباري، ص: ٦٢٨۔

❸ تهذيب التهذيب: ١٠/ ٢٦٥؛ الضعفاء للعقيلي: ٤/ ٢٣٧؛ تهذيب الكمال: ٧/ ٢٣٩۔

❹ تهذيب التهذيب: ١٠/ ٢٨٥۔ ❺ هدى الساري، ص: ٦٥٣۔

وذكره ابن حبان فى الثقات ولم يجرح بجرح حقيقي۔ [1]

بلکہ آپ ثقہ ہیں بلا شبہ ائمہ کرام مثلاً: ابن معین، نسائی اور عجلی وغیرہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے، ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ کے متعلق حقیقی جرح بالکل ثابت نہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وبعض مانسب إلى جرحه لا يصح بسبب الراوی [2]

اور جرح کے متعلق بعض چیزیں جو آپ کی طرف منسوب ہیں وہ (کمزور) راوی کی وجہ سے درست نہیں۔

ابو عمر زاذان الکندی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی ثقہ تابعین میں سے ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام سے حدیث کا سماع کیا۔ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب ''الایمان، الاشربۃ'' میں آپ سے روایات لی ہیں۔ امام ابن حبان اور ابن خزیمہ رحمہما اللہ نے بھی اپنی صحیح میں آپ کی مرویات کو جگہ دی ہے۔ امام یحییٰ بن معین، عجلی، ابن شاہین، ابن سعد، منذری اور خطیب بغدادی رحمہم اللہ نے آپ کو ثقہ جبکہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ وصادق کہا ہے۔ [3]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ليس به بأس اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صدوق کہا ہے۔ [4]

ابن عدی آپ کی مرویات کے متعلق لا بأس بها فرماتے ہیں۔ [5]

امام ترمذی، بیہقی، قرطبی، حاکم، ذہبی، ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہم اللہ وغیرہ آپ کی مرویات پر حسن یا صحیح کا حکم لگاتے ہیں۔ [6]

معلوم ہوا کہ حضرات محدثین کی ایک جماعت نے آپ کو ثقہ اور آپ کی مرویات کو حسن یا صحیح قرار دیا ہے۔

---

[1] تحریر تقریب التهذيب:٣/ ٤٢١۔ [2] تهذيب الكمال:٧/ ٢٤٠۔

[3] تهذيب التهذيب:٣/ ٢٦٩؛ سير اعلام النبلاء: ٤/ ٢٨٠۔ [4] التقريب، ص:١٠٥، تاريخ دمشق:٢٠/ ٢١٢۔ [5] الكامل:٣/ ٩١٠١۔ [6] ترمذی، رقم: ١٨٦٧؛ شعب الايمان: ١/ ٦١٢؛ مستدرك :١/ ٤٠ نیز دیکھیں التذکرۃ اور کتاب الروح۔

جرح کے متعلق آپ پر سب سے بڑا الزام شیعیت کا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صدوق، یرسل وفیه شیعیة [1]

یعنی آپ سچے انسان ہیں مرسل روایت بھی بیان کرتے ہیں اور آپ میں شیعیت بھی ہے۔

یاد رہے کہ مرسل روایات بیان کرنا کوئی جرم نہیں۔ کئی ثقہ راویوں نے مرسل روایات بیان کی ہیں بلکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک باقاعدہ کتاب ''المراسیل'' کے نام سے معروف ہے۔

اور جہاں تک شیعیت والی بات کا تعلق ہے تو متقدمین میں اس لفظ کا اطلاق اس شخص پر کیا جاتا تھا جو تفضیل علی رضی اللہ عنہ علی الصحابة۔ [سیدنا علی کو دیگر صحابہ کرام پر برتری دینا اور افضل سمجھنا] کا قائل ہوتا جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خود ہی اس کی وضاحت فرماتے ہیں:

والتشیع محبة علی وتقدیمه علی الصحابة فمن قدمه علی ابی بکر وعمر فهو غال فی تشیعه ویطلق علیه رافضی وإلا فشیعی. [2]

یعنی محدثین کی اصطلاح میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے (بے حد) محبت رکھنے اور انہیں دیگر صحابہ پر افضل سمجھنے کا نام شیعیت ہے لیکن جس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھا تو وہ غالی شیعہ ہے اور محدثین کی اصطلاح میں اسے رافضی کہا جاتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ ہو تو پھر اس پر شیعیت ہی کا اطلاق ہوگا۔

جہاں تک حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا زاذان کے متعلق یہ کہنا کہ: ''فیه شیعیة'' تو یہ قول دو وجہ سے مردود ہے:

(۱) حافظ ابن حجر کا یہ قول گو ''تقریب التهذیب'' میں موجود ہے لیکن حافظ موصوف نے ''تهذیب التهذیب'' میں اس کا کوئی ذکر یا ماخذ بیان نہیں کیا۔ حالانکہ ''تقریب'' ''تهذیب

[1] تقریب: ۱۰۵۔ [2] هدی الساری: ٦٤٦۔

ہی کا خلاصہ ہے۔ جب اصل میں یہ قول سرے سے ہی نہیں تو خلاصہ میں کہاں سے آ گیا؟

(۲) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے قبل یہ قول محمد بن عمر الواقدی کذاب سے کتاب ''الکنیٰ'' للدولابی: ۲/۴۲ اور تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲۰/ ۲۱۸ میں اس طرح مروی ہے:

أخبرني محمد بن إبراهيم بن هاشم عن أبيه عن محمد بن عمر، قال: زاذان أبو عمر الفارسي مولىٰ كندة أدرك عمر وكان من أصحاب عبدالله وكان من شيعة علي هلك في سلطان عبدالملك. [1]

واقدی کا یہ قول موضوع اور باطل ہے کیونکہ اس کی سند کے تمام راوی ضعیف ہیں۔ خود صاحب کتاب محمد بن احمد الدولابی بھی ضعیف ہے۔

محمد بن ابراہیم اوران کا باب ابراہیم بن ہاشم بھی غیر ثقہ ہیں۔ [2]

جبکہ محمد بن عمر الواقدی کے بارے میں تو اہل علم جانتے ہی ہیں کہ یہ شخص انتہائی جھوٹا کذاب تھا۔ لہٰذا کذاب اور غیر ثقہ راویوں کی بات کا کس طرح اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ زاذان ثقہ تابعین اور اہل سنت میں سے ہیں آپ پر شیعیت کا الزام ہر لحاظ سے من گھڑت اور باطل ہے۔

اس کے علاوہ زاذان کے متعلق امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول: يخطىء كثيرا (وہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا) بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واقعی زاذان بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا تھا تو پھر اسے کتاب الثقات میں کیوں ذکر کیا؟ ظاہر ہے کہ جو شخص بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہو وہ ثقہ تو نہیں ہو سکتا اور جو ثقہ نہیں اسے کتاب الثقات میں ذکر کرنا چہ معنی دارد؟

معلوم ہوا کہ امام ابن حبان کا زاذان کو يخطىء كثيرا کہنا اور پھر انہیں کتاب الثقات میں ذکر کرنا دونوں متناقض ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ امام موصوف کے اگر دو اقوال میں تعارض اور تناقض واقع ہو جائے تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔ [3]

---

[1] ميزان الاعتدال: ۳/ ۴۵۹۔ [2] تاريخ بغداد: ۶/ ۲۰۲، ۲۰۳۔

[3] ميزان الاعتدال: ۲/ ۵۵۲ ترجمه عبدالرحمن بن ثابت الصامت۔

مختصر یہ کہ زاذان ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہیں آپ پر ہر قسم کی جرح بے بنیاد اور من گھڑت ہونے کی بنا پر مردود ہے۔

علامہ ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

فقد و ثقه الجمهور من الائمة الفحول الذين عليهم العمدة في باب الجرح والتعديل، وحسبك منهم يحيى بن معين فقد قال فيه: ثقة لا يسأل عن مثله، ووثقه أيضًا ابن سعد و ابن عدى والعجلى والخطيب وكذا ابن حبان ولكنه قال: يخطىء كثيرا قلت: وهذا من افراده و تناقضه اذ لوكان يخطىء كثيرا لم يكن ثقة، ولعل قول هذا هو عمدة قول الحاكم ابى احمد فيه: ليس بالمتين عندهم، ولا نعلم أحدا تكلم فيه غيرهذين وهو كلام مردود لأنه غير مدعم بالدليل مع مخالفته لتوثيق من سمينا من الائمة، وبالاضافة الى ذلك فقد احتج به مسلم واشار الذهبى فى اول ترجمته الى ان حديثه صحيح وقال الحافظ في التقريب: صدوق. [1]

زاذان کو کبار ائمہ کی اس اکثریت نے ثقہ قرار دیا ہے کہ جن پر جرح وتعدیل کے باب میں اعتماد کیا جاتا ہے اوران ائمہ فحول میں سے تجھے صرف امام یحییٰ بن معین ہی کافی ہیں جنھوں نے آپ کے متعلق فرمایا کہ زاذان ایسے ثقہ ہیں جن جیسے ثقہ لوگوں کے بارے میں سوال ہی نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابن سعد، ابن عدی، عجلی اور خطیب بغدادی جیسے محدثین نے بھی آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ایسے ہی امام ابن حبان نے بھی ثقہ کہا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کان یخطیء کثیرا (بہت زیادہ غلطیاں کرنے والے تھے) بھی کہا ہے۔

[1] سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة: ٢/ ٣٣٣۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ ان کی یہ بات منفرد اور ان کے اپنے ہی قول کے خلاف ہے کیونکہ اگر وہ بہت زیادہ غلطیاں کرنے والے تھے تو ثقہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور شاید ابن حبان کے اسی قول پر اعتماد کرتے ہوئے ابو احمد الحاکم نے بھی کہہ دیا کہ وہ محدثین کے نزدیک پختہ نہیں۔

ہم نہیں جانتے کہ ان دو کے سوا کسی اور نے بھی ان پر کلام کیا ہو اور یہ کلام بھی مردود ہے کیونکہ اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہی موجود نہیں بلکہ اس کے برخلاف بہت سے محدثین نے آپ کی توثیق بیان کی ہے اور مزید برآں امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کے ترجمے کے شروع میں اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ ان کی حدیث صحیح ہے اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں انہیں صدوق قرار دیا ہے۔

٦٧/ ٢۔عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:((اِذَا اُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِیْ قَبْرِہٖ، ثُمَّ شَھِدَ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ﴾ ❶

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مؤمن اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں پھر وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یہ اللہ کے اس فرمان کی تفسیر ہے: ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں قول ثابت (کلمۂ توحید) کے ذریعے ثابت قدم رکھتا ہے۔''

٦٨/ ٣۔عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾ قَالَ نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ. ❷

''سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ آیت: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ

❶ بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم:١٣٦٩؛ ابوداود، رقم: ٤٧٥٠۔

❷ مسلم، کتاب الجنة ونعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة......، رقم:٧٢٢٠؛ نسائی، رقم:٢٠٥٦؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:١٣۔

الثَّابِتِ ......﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"

٤/٦٩۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ قَالَ: نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ، يُقَالُ لَهُ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّيَ اللَّهُ، وَنَبِيِّ مُحَمَّدٌ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ [1]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ......﴾ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ میت سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ جواب دیتی ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی یہ تفسیر ہوئی۔"

سورہ ابراہیم کی مذکورہ آیت میں مؤمنوں کو قبر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلمۂ طیبہ کی بنا پر ملنے والی ثابت قدمی اور کفار کو ہونے والی ناکامی کا ذکر ہے لیکن چونکہ یہ آیت مکی ہے اس لیے اس میں صرف کفار کے لیے عذاب قبر کا ذکر ہے۔ مسلمان گناہگاروں کو ہونے والے عذاب کا علم آپ کو مدینے میں دیا گیا تھا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

یاد رہے کہ لفظ آخرت کا اطلاق عالم برزخ پر بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں ہماری کتاب: "عذاب قبر کتاب وسنت کی روشنی میں" طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور

منکرین عذاب قبر کا یہ کہنا بھی باطل اور مردود ہے کہ اس آیت میں عذاب قبر کا اشارہ تک نہیں۔ کیونکہ یہ چیز صرف حدیث رسول کی روشنی میں ہی نظر آسکتی ہے۔ بشرطیکہ آنکھوں پر گمراہی کی پٹی نہ ہو۔

---

[1] مسلم، کتاب الجنة ونعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة، رقم:٧٢١٩؛ نسائی، رقم:٢٠٥٧؛ ابن ماجه، رقم:٤٢٦٩۔

آپ ﷺ قرآن مجید کے مفسر اعظم ہیں۔آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی وحی الٰہی کی روشنی میں بیان فرمائی ہے۔اسی لیے امت کے تمام ائمہ مفسرین نے بھی اس آیت سے وہی مفہوم اخذ کیا ہے جو احادیث رسول میں بیان ہوا ہے۔سوائے ان منکرین کے جو رسول اللہ ﷺ کی تفسیر سے متفق نہیں ہیں،صحابہ کرام کی تفسیر سے متفق نہیں۔محدثین اور ائمہ مفسرین کو تو یہ لوگ ویسے ہی عجمی اور مجوسی کہہ کر یاد کرتے ہیں۔پھر بھلا کیونکر انہیں اس آیت میں عذاب قبر کا اشارہ نظر آئے؟ [1] ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ منکرین کا یہ واویلا صرف اور صرف حدیث رسول کی دشمنی اور امت کی نابغہ روز ہستیوں یعنی حضرات محدثین اور ائمہ مفسرین سے حسد اور بغض کی بنا پر ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دل تو دیے ہیں مگر سمجھتے نہیں،آنکھیں ہیں مگر حق نظر نہیں آتا۔کان بھی دیے ہیں مگر سنتے نہیں۔جب کسی شخص کی حالت اس قدر ابتر ہو جائے تو قرآن اسے ﴿أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [2] ''یہ لوگ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی بدترین ہیں۔(اور) یہی لوگ غافل ہیں۔'' کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔

۷۰/ ۵۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ: ((يَهُودُ تُعَذَّبُ فِي قُبُورِهَا)) [3]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (مدینے سے) باہر تشریف لے گئے جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا پس آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا:''یہود کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔''

۷۱/ ۶۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رضی اللہ عنہ، أَنَّ صَبِيًّا دُفِنَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((لَوْ أَفْلَتَ أَحَدٌ مِنْ ضَمَّةِ الْقَبْرِ لَأَفْلَتَ

[1] نوٹ: اس آیت پر منکرین عذاب قبر کے اعتراضات کے تفصیلی جوابات کے لیے دیکھیں ہماری کتاب ''عذاب قبر کتاب وسنت کی روشنی میں'' شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔فیصل آباد۔

[2] ۷/ الاعراف: ۱۷۹۔ [3] انظر رقم الحدیث: ۲/ ۱۔

هٰذَا الصَّبِيُّ)) ❶

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک ایک بچے کو دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر قبر کے دبانے سے کوئی نجات پاسکتا تو یہ بچہ ضرور نجات پاتا۔''

۷/ ۷۲۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ إِذَا أَصْبَحَ وَأَمْسٰی: ((أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذَا الْيَوْمِ، وَخَيْرِ مَا بَعْدَهُ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْيَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَسُوْءِ الْكِبَرِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ)) ❷

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام یہ دعا پڑھتے: ''ہم نے صبح کی اور اللہ کے ملک نے بھی صبح کی، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ! بے شک میں آپ سے اس دن کی بھلائی اور اس (دن) کے بعد کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں اس دن کے شر سے اور اس کے بعد کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! بے شک میں سستی اور تکبر کی برائی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور آگ کے عذاب اور قبر کے عذاب سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

(۱۵) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام جابر اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انصار کے قبیلہ سلم سے تعلق کی بنا پر انصاری

❶ انظر رقم الحدیث: ۲/ ۲۔ ❷ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة، رقم:۳۷؛ طبرانی فی الکبیر، رقم:۱۱۵۵ قال الحافظ فی نتائج الافکار (۲/ ۳۳۷): سندہ حسن. قلت: سندہ ضعیف وھو حدیث حسن بالشواھد۔

سلمی کہلائے۔ مشہور اور کبار صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ آخر عمر میں بصارت سے محروم ہو گئے تھے۔ ۸۴ھ میں ۹۴ برس کی عمر پا کر فوت ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے یہ سب سے آخری صحابی ہیں۔ (رضی اللہ عنہ)

۷۳/ ۱۔ اَخْبَرَنِیْ اَبُوالزُّبَیْرِ، اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ: دَخَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمًا نَخْلًا لِبَنِی النَّجَّارِ، فَسَمِعَ اَصْوَاتَ رِجَالٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ مَا تُوْا فِی الْجَاهِلِیَّةِ یُعَذَّبُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَزِعًا فَاَمَرَ اَصْحَابَهُ اَنْ تَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. ❶

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بنونجار کے ایک کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے بنونجار کے آدمیوں کی آوازیں سنی جو جاہلیت میں مر چکے تھے انہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ پھر آپ وہاں سے پریشانی کے عالم میں نکل آئے اور اپنے صحابہ کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔''

۷۴/ ۲۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِذَا رَاٰی مَا فُسِحَ لَهُ فِیْ قَبْرِهِ، یَقُوْلُ: دَعُوْنِیْ اُبَشِّرُ اَهْلِیْ، فَیُقَالُ لَهُ: اُسْكُنْ)) ❷

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' جب مؤمن اپنی قبر میں کشادگی دیکھے گا تو کہے گا: مجھے چھوڑ دو، میں اپنے گھر والوں کو بھی خوشخبری سنا دوں۔ لیکن اسے کہا جاتا ہے کہ یہیں سکون کرو۔''

۷۵/ ۳۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: ((اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰی فِیْ قُبُوْرِهَا، فَاِذَا دَخَلَهُ الْمُؤْمِنُ، وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهُ، جَآءَهُ مَلَكٌ شَدِیْدُ الْاَنْبِهَارِ، فَیَقُوْلُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ

❶ احمد: ۳/ ۲۹۶، رقم: ۱۴۱۹۹؛ بیہقی فی عذاب القبر، رقم: ۲۲۵۔ قال الشیخ شعیب: اسنادہ صحیح۔ ❷ احمد: ۳/ ۳۳۲، رقم: ۱۴۶۰۱ قال الشیخ شعیب: حدیث صحیح وهذا اسناد حسن. قلت حدیث صحیح بشواهده وهذا اسناد ضعیف، اعمش مدلس وعنعن۔

هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: اَقُوْلُ: اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَعَبْدُهٗ، فَيَقُوْلُ لَهُ الْمَلَكُ: انْظُرْ مَقْعَدَكَ الَّذِيْ تَرٰى مِنَ الْجَنَّةِ وَمَقْعَدَكَ الَّذِيْ انْجَاكَ اللّٰهُ مِنْهُ مِنَ النَّارِ، فَيَرَاهُمَا كِلَاهُمَا، فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: دَعُوْنِيْ اُبَشِّرُ اَهْلِيْ، فَيُقَالُ لَهُ: اُسْكُنْ. وَاَمَّا الْمُنَافِقُ، فَيَتَوَلّٰى عَنْهُ اَهْلُهٗ، فَيُقَالُ لَهٗ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ: لَا اَدْرِيْ، اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ، فَيُقَالُ لَهٗ: لَا دَرَيْتَ، اُنْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ الَّذِيْ كَانَ لَكَ مِنَ الْجَنَّةِ قَدْ اَبْدَلَتْ مَكَانَهٗ مَقْعَدَكَ مِنَ النَّارِ)) قَالَ جَابِرٌ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ الْمُؤْمِنُ عَلٰى اِيْمَانِهٖ، وَالْمُنَافِقُ عَلٰى نِفَاقِهٖ)) [1]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''یقیناً یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جائے گی۔ مؤمن کو جب اس کے ساتھی قبر میں دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں تو اس کے پاس ایک سخت ڈانٹ پلانے والا فرشتہ آتا ہے اور پوچھتا ہے: اس آدمی کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ مؤمن جواب دیتا ہے: میں انہیں اللہ کا رسول اور اس کا بندہ مانتا ہوں۔ پھر فرشتہ اسے کہتا ہے: جنت میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو اور جہنم میں اپنے ٹھکانے کی طرف بھی دیکھو جس سے اللہ نے تجھے بچا لیا ہے۔ مؤمن ان دونوں ٹھکانوں کی طرف دیکھتا ہے تو کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو، میں اپنے گھر والوں کو بھی خوشخبری سنا دوں لیکن اسے کہا جاتا ہے یہیں آرام کرو۔ اور منافق کے دوست احباب جب اسے دفن کر کے واپس پلٹتے ہیں تو فرشتہ اس سے پوچھتا ہے: تیری اس آدمی کے متعلق کیا رائے ہے؟ وہ جواب دیتا

---

[1] طبرانی فی الاوسط:٦/ ٣٦٠ـ٣٦١، رقم:٩٠٧٦؛ احمد:٣/ ٣٤٦ـ قال الشیخ شعیب: حدیث صحیح واسناده ضعیف

ہے: میں کچھ نہیں جانتا جو لوگ کہا کرتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا۔ فرشتہ اسے کہتا ہے: تو نے سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیا، اپنے جنت کے ٹھکانے کی طرف دیکھو جسے بدل کر اب دوزخ میں بنا دیا گیا ہے۔"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ ہر بندہ جس حالت میں فوت ہوگا اسی پر اٹھایا جائے گا۔ مؤمن اپنے ایمان اور منافق اپنے نفاق پر اٹھایا جائے گا۔"

٧٦/ ٤۔ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِذَا اُدْخِلَ الْمُؤْمِنُ قَبْرَهُ، فَاَتَاهُ مَلَكَانِ فَانْتَهَرَاهُ، فَيَقُوْمُ يَهُبُّ كَمَا يَهُبُّ النَّائِمُ، فَيَسْأَلَانِهِ: مَنْ رَبُّكَ؟ وَمَا دِيْنُكَ؟ وَمَنْ نَبِيُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: اَللّٰهُ رَبِّیْ، وَالْإِسْلَامُ دِيْنِیْ، وَمُحَمَّدٌ نَبِيِّیْ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ: صَدَقْتَ، كَذٰلِكَ كُنْتَ، فَيُقَالُ: اَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ: دَعُوْنِیْ حَتّٰی اٰتِیَ اَهْلِیْ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ: اُسْكُنْ)) [1]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مؤمن کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں وہ دونوں اسے ڈانٹ پلاتے ہیں تو وہ ایسے اٹھتا ہے جیسے سونے والا نیند سے بیدار ہوتا ہے۔ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کون سا ہے اور تیرا نبی کون ہے؟ مؤمن جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے، اسلام میرا دین جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں۔ فرشتے اسے کہتے ہیں: تو نے سچ کہا، تو اسی عقیدے پر تھا۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اس کے نیچے جنت کا بستر بچھا دو اور اسے جنت ہی کا لباس پہنا دو۔ مؤمن کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو حتیٰ کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس چلا جاؤں (اور انہیں بھی خوشخبری دوں) فرشتے

[1] ابن ابی عاصم فی السنة، رقم:٨٩٢؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:٢٣٨؛ ابن حبان فی الموارد، رقم:٧٧٩ حدیث صحیح وهذا اسناد ضعیف۔

اسے کہتے ہیں: یہیں آرام کرو۔"

۷۷/ ۵ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا، فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ، وَيَقُوْلُ: دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ)) [1]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اسے سورج غروب ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو، میں نماز پڑھ لوں۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث [2] میں یہ بھی وضاحت ہے کہ مؤمن یہ نظارہ فرشتوں کے قبر میں آنے کے بعد کرتا ہے جب وہ اس سے سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز ادا کرلوں یعنی پہلے مجھے نماز ادا کر لینے دو پھر سوال کرنا کیونکہ سورج غروب ہورہا ہے کہیں نماز عصر فوت نہ ہو جائے۔ اس سے نماز کی اہمیت بھی واضح ہوئی اور یہ صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو دنیا میں وقت کی پابندی اور جماعت کے ساتھ بالالتزام اور بالاہتمام نماز ادا کرتا رہا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

چونکہ قبر میں اس ساری کارروائی کا تعلق برزخ سے ہے اس لیے اس کی کیفیت بھی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

۷۸/ ٦۔ عَنْ جَابِرٍ ﷺ۔ فِي الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ وَقِصَّةِ اَبِي الْيُسْرِ۔ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا جَابِرُ! هَلْ رَاَيْتَ مَقَامِيْ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((فَانْطَلِقْ اِلَى الشَّجَرَتَيْنِ فَاقْطَعْ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا غُصْنًا، فَاَقْبِلْ بِهِمَا، حَتّٰى اِذَا قُمْتَ مَقَامِيْ

---

[1] ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر القبر والبلى، رقم: ٤٢٧٢ ابن ابى عاصم فى السنة، رقم: ٨٩٣؛ ابن حبان، رقم: ٣١٠٦ قال البانى: حسن۔

[2] انظر رقم الحديث: ٢٣/ ٥۔

فَأَرْسِلْ غُصْنًا عَنْ يَمِينِكَ وَغُصْنًا عَنْ يَسَارِكَ)) قَالَ جَابِرٌ: فَقُمْتُ فَأَخَذْتُ حَجَرًا فَكَسَرْتُهُ وَحَسَرْتُهُ فَانْذَلَقَ لِي، فَأَتَيْتُ الشَّجَرَتَيْنِ فَقَطَعْتُ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ غُصْنًا، ثُمَّ أَقْبَلْتُ أَجُرُّهُمَا حَتَّى قُمْتُ مَقَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَرْسَلْتُ غُصْنًا عَنْ يَمِينِي وَغُصْنًا عَنْ يَسَارِي، ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَعَمَّ ذَاكَ؟ قَالَ: ((إِنِّي مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ، فَأَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِي أَنْ يُرَفَّهُ ذَاكَ عَنْهُمَا، مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَيْنِ)) [1]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے جابر! تم نے دیکھا جہاں میں کھڑا تھا؟'' میں نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''ان دو درختوں کے پاس جاؤ اور ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک شاخ کاٹ کر لاؤ اور جب اس جگہ پہنچو جہاں میں کھڑا تھا، تو ایک شاخ اپنی دائیں اور ایک شاخ اپنی بائیں جانب رکھ دینا۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہو کر ایک پتھر کو تیز کیا۔ پھر ان دو درختوں کے پاس گیا اور ان میں سے ہر ایک سے ایک ایک شاخ توڑ کر انہیں گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں رسول اللہ ﷺ کو کھڑے دیکھا تھا۔ میں نے ایک شاخ اپنے دائیں اور دوسری بائیں جانب رکھ دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کے حکم کے مطابق کر دیا ہے مگر اس کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں وہاں دو قبروں کے پاس سے گزرا جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا میں نے ان میں تخفیف عذاب کے لیے اپنی شفاعت کو پسند کیا جب تک وہ شاخیں ہری رہیں گی، ان کو عذاب میں تخفیف رہے گی۔''

[1] مسلم، کتاب الزھد، باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی الیسر، رقم:۷۵۱۸ بطولہ۔

(۱۶) سیدنا خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام خالد ہے۔ عذرہ قبیلے سے تعلق کی بنا پر عذری کہلائے۔ شرف صحابیت سے بہرور تھے۔ آپ اور سیدنا سلیمان بن صرد کے درمیان بڑی گہری دوستی تھی۔ آپ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ پر حاکم تھے۔ ۶۱ھ میں وفات پائی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مختار بن ابی عبید نے یزید کی موت کے بعد انہیں قتل کر دیا یہ ۶۴ھ کی بات ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

۷۹/ ۱۔ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ لِخَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ۔ اَوْ خَالِدٌ لِسُلَيْمَانَ: اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ قَتَلَهُ بَطْنُهُ، لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهِ؟)) فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: نَعَمْ. [1]

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو یا سیدنا خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا سلیمان بن صرد (دونوں میں سے کسی ایک نے دوسرے) کو کہا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص پیٹ کی بیماری سے مر جائے اسے قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔" تو دوسرے نے جواب دیا: ہاں۔ (ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے)

۸۰/ ۲۔ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ وَخَالِدِ بْنِ عَرْفُطَةَ رضی اللہ عنہما، اَنَّهُمَا بَلَغَهُمَا اَنَّ رَجُلًا مَاتَ بِبَطْنٍ، فَقَالَ اَحَدُهُمَا: اَلَمْ يَبْلُغْكُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَتَلَهُ بَطْنُهُ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهِ)) قَالَ الْآخَرُ: صَدَقْتَ. [2]

سیدنا سلیمان بن صرد اور خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہما کو یہ خبر ملی کہ ایک آدمی پیٹ

---

[1] ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الشهداء من هم، رقم:۱۰٦٤ وقال: هذا حدیث حسن؛ وقال الالبانی: صحیح۔

[2] ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر، رقم:۲۹۲۲؛ نسائی، رقم: ۲۰۵۲، قال الالبانی: صحیح۔

کی بیماری میں فوت ہو گیا ہے تو ان میں سے ایک نے کہا: کیا تمہیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص پیٹ کی بیماری میں فوت ہو جائے اسے قبر میں عذاب نہیں ہو گا۔'' تو دوسرے نے جواب دیا: تو نے سچ کہا ہے۔

۸۱/ ۳۔ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ صَالِحٌ، فَأُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ، فَلَمَّا رَجَعْنَا تَلَقَّانَا خَالِدُ بْنُ عُرْفُطَةَ وَسُلَیْمَانُ بْنُ صُرَدٍ رضی اللہ عنہما۔ وَكِلَاهُمَا قَدْ كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ۔ فَقَالَا: سَبَقْتُمُوْنَا بِهٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ، فَذَكَرُوْا اَنَّهُ كَانَ بِهِ بَطْنٌ وَاَنَّهُمْ خَشَوْا عَلَيْهِ الْحَرَّ، قَالَ: فَنَظَرَ اَحَدُهُمَا اِلٰى صَاحِبِهِ فَقَالَ: اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ قَتَلَهُ بَطْنُهُ، لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهِ)) [1]

جناب ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد صالح کا انتقال ہوا تو اس کا جنازہ لے جایا گیا۔ جب ہم اسے دفن کر کے واپس پلٹے تو ہمیں سیدنا خالد بن عرفطہ اور سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہما مل گئے۔ ان دونوں میں کافی دوستی تھی۔ انہوں نے کہا: تم اس مرد صالح کا جنازہ ہمارے آنے سے پہلے ہی لے گئے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ پیٹ کی بیماری میں فوت ہوا تھا اور ہمیں گرمی کے ڈر سے اسے جلدی لے جانا پڑا۔ ابو اسحاق کہتے ہیں ان (خالد اور سلیمان رضی اللہ عنہما) میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی کی طرف دیکھ کر کہا: کیا تو نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہیں سنا کہ جو شخص پیٹ کی بیماری میں فوت ہو گیا اسے عذاب قبر نہیں ہو گا۔''

ان احادیث میں پیٹ کی بیماری سے مر جانے والوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے کہ انہیں عذاب قبر نہیں ہو گا۔ پیٹ کی بیماری میں ہیضہ، دست، نفاس وغیرہ سب بیماریاں شامل ہیں۔

---

[1] احمد: ٤/ ٢٦٢، رقم: ١٨٥٠٢ قال شعیب: حدیث صحیح۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیماری اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب کی علامت ہے بالخصوص جب یہ طوالت پکڑ جائے لیکن یہ خیال مؤمن کے حق میں بے بنیاد ہے۔ ایک مسلمان، مؤمن آدمی کو اگر کوئی بیماری لگ جائے اور اس میں وہ صبر کرے تو یہی بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور گناہوں کی معافی کے علاوہ اسے اجر بھی ملتا ہے اور اس کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں راقم کی تالیف: گناہوں کو مٹانے والے اعمال)

(۱۷) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

آپ کا نام زید اور کنیت ابو عمرو ہے۔ انصار کے قبیلہ خزرج میں سے تھے۔ غزوہ خندق میں پہلی مرتبہ شامل ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شریک ہوئے۔ معرکہ صفین کے موقعہ پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے طرفداروں میں تھے بلکہ ان کے مخصوص اصحاب میں شامل تھے۔ کوفہ میں سکونت اختیار کی اور ۶۶ھ میں فوت ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۸۲/ ۱۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضي الله عنه، قَالَ: لَا أَقُوْلُ لَكُمْ إِلَّا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ، قَالَ: كَانَ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ! إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ. اَللّٰهُمَّ! آتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا. اَللّٰهُمَّ! إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا)) [1]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تم سے اسی طرح کہتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: آپ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! یقیناً میں عاجزی، سستی، بزدلی، بخل، بڑھاپے اور عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما، اور اسے

[1] مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في الادعية، رقم: ۶۹۰۶؛ نسائی، رقم: ۵۴۵۸؛ ترمذی، رقم: ۳۵۷۲، ابن ابی شیبة: ۳/ ۳۷۴؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۲۲۹۔

پاک کر دیجئے، آپ ہی اسے سب سے بہتر پاک کر سکتے ہیں، اور آپ ہی اس کے والی وارث ہیں۔ اے میرے اللہ! جو علم نفع نہ دے، جو دل ڈرتا نہ ہو، جو نفس سیر نہ ہو اور جو دعا قبول نہ ہو، میں ان سب سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

اس حدیث میں ایک نہایت ہی جامع دعا کا ذکر ہے جس میں عاجزی، سستی، بزدلی، ایسی ادھیڑ عمر جس میں انسان دوسروں کا محتاج بن جائے، عذاب قبر، بے فائدہ علوم، اور وہ دل جس میں اللہ کا ڈر نہ ہو، ایسا پیٹ جو سیر نہ ہو اور وہ دعا جو قبولیت کو نہ پہنچے، ان سب سے پناہ مانگنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس کا ڈر مانگنے کا درس بھی دیا گیا ہے لہٰذا اس عظیم دعا کو زبانی یاد کر کے پڑھنا چاہیے۔

(۱۸) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

آپ کا نام زید اور کنیت ابو سعید یا ابو خارجہ ہے۔ انصار کے مشہور قبیلہ نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ وحی کی سب سے زیادہ کتابت آپ ہی کیا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام میں فرائض یعنی میراث کے بڑے ماہر تھے۔ سب سے پہلے معرکہ خندق میں شریک ہوئے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جمع قرآن کی خدمت آپ ہی نے سر انجام دی تھی اور عہد عثمان میں اس کی نقول بھی آپ ہی نے تیار کی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں یہود کا رسم الخط صرف پندرہ دن میں سیکھ لیا تھا اور آپ کے زیادہ تر خطوط بھی سیدنا زید ہی تحریر کیا کرتے تھے اور کتابت کے بعد آپ کو پڑھ کر سناتے۔ ۴۵ھ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۸۳/ ۱۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضي الله عنه، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ حَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ، فِيْهِ أَقْبُرٌ وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ، فَحَادَتْ بِهِ، وَكَادَتْ أَنْ تُلْقِيَهُ، فَقَالَ: ((مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ؟)) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَوْمٌ هَلَكُوْا فِيْ

الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ: ((لَوْلَا اَنْ لَا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُسْمِعَكُمْ عَذَابَ الْقَبْرِ)) ثُمَّ قَالَ لَنَا: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ)) قُلْنَا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ قَالَ: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ)) فَقُلْنَا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، ثُمَّ قَالَ: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) فَقُلْنَا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، ثُمَّ قَالَ: ((تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ)) قُلْنَا: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. [1]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھے۔ اس میں چند قبریں بھی تھیں۔ آپ اپنی خچر پر سوار تھے کہ اچانک وہ خچر بدکا، قریب تھا کہ آپ کو گرا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان قبروں والوں کو کوئی پہچانتا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (میں پہچانتا ہوں) یہ لوگ جاہلیت میں مرے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم مردے دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے۔ پھر آپ نے ہمیں فرمایا کہ جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ ہم نے کہا: ہم جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''مسیح دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' ہم نے کہا: ہم مسیح دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' ہم نے کہا: ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''زندگی اور موت کے فتنوں سے بھی اللہ کی پناہ مانگو۔'' تو ہم نے کہا: ہم زندگی اور موت کے فتنوں سے بھی اللہ کی پناہ

---

[1] احمد:٥/ ١٩٠، رقم:٢١٩٩٧؛ مسلم، رقم:٧٢١٣؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ١٠٢؛ ابن ابی شیبة:٣/ ٣٧٣؛ ابن ابی عاصم فی السنة، رقم:٨٩٤۔ صحیح۔

مانگتے ہیں۔

(۱۹) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

آپ کا نام سعد اور کنیت ابواسحاق ہے۔ باپ کا نام مالک تھا۔ قریش سے تعلق رکھنے کی بنا پر قرشی کہلائے۔ آپ کا اسلام قبول کرنے والوں میں پانچواں نمبر ہے یا بقول بعض ساتواں نمبر، آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، یعنی آپ کا شماران دس خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر اندازی کرنے والے بھی پہلے شخص ہیں۔ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور فاتح عراق بھی ہیں۔ مستجاب الدعوات تھے، پستہ قد مگر گھٹا ہوا بدن، گندمی رنگ۔ ۵۵ھ میں مدینہ سے دس میل دور واقع مقام عقیق میں وفات پائی، وہاں سے آپ کی میت مدینہ منورہ میں لائی گئی اور بقیع قبرستان میں دفن ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۸۴/ ۱۔ كَانَ سَعْدٌ رضی اللہ عنہ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ، وَيَقُوْلُ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلَاةِ: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) [1]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو یہ (دعائیہ) کلمات اس طرح سکھاتے جیسے معلم بچوں کو لکھنا سکھاتا ہے۔ اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز کے بعد ان کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ مانگتے تھے:

''اے اللہ! میں بزدلی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور اس سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ عمر کے سب سے ذلیل حصے میں پہنچا دیا جاؤں، دنیا کے فتنوں سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے بھی آپ کی پناہ

[1] بخاري، كتاب الجهاد، باب مايتعوذ من الجبن، رقم:۲۸۲۲؛ ترمذي، رقم:۳۵٦۷؛ نسائي، رقم:۵۴۴۷؛ ابن خزيمة، رقم:۷۴٦۔

مانگتا ہوں۔''

۲/۸۵۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ، اَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِهٰذَا الدُّعَاءِ، وَيُحَدِّثُ بِهِ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)). [1]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ دعا پڑھنے کا حکم دیتے اور بتاتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ پڑھا کرتے تھے: ''اے میرے اللہ! میں بخل سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، بزدلی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، عمر کے ذلیل ترین حصے میں لوٹائے جانے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، دنیا کے فتنوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے بھی آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔''

(۲۰) سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام سلمان کنیت ابوعبداللہ اور لقب الخیر ہے۔ فارس سے تعلق ہونے کی بنا پر فارسی کہلائے۔ دین حق کی تلاش میں گھر سے نکلے اور عیسائی بن گئے پھر مدینہ میں آتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے خلوص اور محبت دین کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا والی مقرر کیا۔ محنت مزدوری کر کے جو کچھ کماتے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ ۳۲ھ کو وفات پائی۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر ۲۵۰ یا ۳۵۰ سال تھی۔ (رضی اللہ عنہ)

۱/۸۶۔ عَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ، وَاِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِیْ كَانَ يَعْمَلُهُ، وَاُجْرِیَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَاَمِنَ الْفَتَّانَ)) [2]

---

[1] احمد: ۱/ ۱۸۶، رقم: ۱۶۲۱؛ بخاری، رقم: ۶۳۹۰؛ نسائی، رقم: ۵۴۴۵؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۲۰۰؛ ابن حبان، رقم: ۱۰۰۰ صحیح۔ [2] مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرباط فی سبیل اللّٰه، رقم: ۴۹۳۸؛ نسائی، رقم: ۳۱۶۸؛ احمد: ۵/ ۴۴۰۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

''ایک دن اور رات (اسلامی) سرحد پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ پہرہ دیتے ہوئے مر گیا تو اس کا وہ نیک عمل جاری رہے گا جو وہ کیا کرتا تھا اور اسے رزق بھی ملتا رہے گا اور وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔''

رباط جہاد کے زمانے میں اس جگہ کے پہرے کا نام ہے جہاں سے دشمن کے گھسنے کا امکان ہو۔ اور فتان سے مراد قبر کا فتنہ ہے جیسا کہ امام سندھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد منکر اور نکیر ہیں یعنی وہ دونوں قبر میں اس کے پاس نہیں آئیں گے بلکہ راہ خدا میں بحالت چوکیداری اس کی موت اس کے ایمان کی شہادت کے لیے کافی ہے۔ منکر اور نکیر دونوں نہ اسے کسی تکلیف میں مبتلا کریں گے اور نہ ہی ڈرائیں گے۔ [1]

۸۷/ ۲۔ مَرَّ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ بِشُرَحْبِيلِ بْنِ السِّمْطِ وَهُوَ فِيْ مُرَابِطٍ لَهُ، وَقَدْ شَقَّ عَلَيْهِ وَعَلَى أَصْحَابِهِ، وَقَالَ: أَلَا أُحَدِّثُكَ يَا ابْنَ السِّمْطِ بِحَدِيْثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قَالَ: بَلٰى، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: **((رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَفْضَلُ۔ وَرُبَمَا قَالَ: خَيْرٌ۔ مِنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ، وَمَنْ مَاتَ فِيْهِ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَنُمِيَ لَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))** [2]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا گزر سیدنا شرحبیل بن سمط رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا وہ ایک سرحد پر پہرہ دے رہے تھے، ان پر اور ان کے ساتھیوں پر وہاں ٹھہرنا مشکل ہو رہا تھا تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن سمط! کیا میں تجھے وہ حدیث نہ سناؤں جو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ وہ کہنے لگے: ضرور سنائیے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول

---

[1] حاشیہ نسائی: ۳۵۸۔

[2] ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل المرابط، رقم: ۱٦٦٥؛ احمد: ۵/ ٤٤٠۔ قال الترمذی: هذا حدیث حسن۔ وقال الالبانی: صحیح۔

اللہ ﷺ سے سنا: ''اللہ کے رستے میں ایک دن سرحدوں پر پہرہ دینا مہینہ بھر کے روزوں اور قیام سے افضل ہے اور جو اسی حالت میں فوت ہو گیا وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا اور اس کا عمل بھی قیامت تک بڑھتا رہے گا۔''

(۲۱) سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ

آپ کا نام سلیمان بن صرد اور کنیت ابوالمطرف ہے، خزاعی ہیں۔ بہت ہی اچھے فاضل اور عابد تھے۔ جب سے مسلمان کوفہ میں داخل ہوئے تھے اسی وقت سے آپ کوفہ میں رہنے لگے تھے۔ ۶۵ھ میں ۹۳ سال کی عمر پا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

نوٹ: سیدنا سلیمان کی احادیث کے لیے دیکھیں رقم الحدیث: ۷۸ تا ۸۰۔

(۲۲) صحابی رضی اللہ عنہ

ہمیں کافی تلاش کے باوجود نبی ﷺ کے اس مذکورہ صحابی کا نام و تعارف نہیں مل سکا اس لیے یہاں حرف ''ص'' یعنی صحابی کے ضمن میں ان کی حدیث بیان کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں اگر کسی صحابی کا نام نہ بھی ملے تو کوئی حرج نہیں۔

۸۸/ ۱۔ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ، اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا بَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ اِلَّا الشَّهِیْدَ؟ قَالَ: ((كَفٰی بِبَارِقَةِ السُّیُوْفِ عَلٰی رَاْسِهٖ فِتْنَةً)) [1]

جناب راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نبی ﷺ کے ایک صحابی سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! شہید کے سوا تمام مؤمن قبر کی آزمائش سے دوچار ہوں گے، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''شہداء کے لیے دنیا میں ان کے سروں پر چمکتی ہوئی تلواریں ہی آزمائش کے لیے کافی ہیں۔''

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ احادیث گزشتہ احادیث سے متعارض نہیں ہیں بلکہ ان احادیث کی تخصیص کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ جو شخص دنیا میں ان مصائب کو برداشت

[1] نسائی کتاب الجنائز، باب الشهيد، رقم: ۲۰۵۳۔ قال الالبانی: صحیح۔

کر چکا ہے وہ منکر ونکیر کے سوال سے محفوظ رہے گا۔ اوران باتوں میں قیاس وعقل کو کوئی دخل نہیں بلکہ یہاں تو اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے جو شخص جہاد کے لیے میدان جنگ میں گیا اور اس کے سامنے موت آئی اور تلوار کی جھنکار اس نے سنی اور پھر بھی ڈٹ گیا تو یہ اس کے سچا مؤمن اور مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ کیونکہ اگر وہ منافق ہوتا تو ایسے نازک موقع پر کبھی بھی ٹھہر نہیں سکتا تھا بلکہ میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا، تو صادق مسلمان کی یہ شان ہے۔ اب جب اس نے میدان جنگ میں اپنے پاک عقیدے کا واضح ثبوت پیش کر دیا ہے تو سوال کا اعادہ قبر میں کیونکر ہوگا؟ [1]

(۲۳) صحابیہ رضی اللہ عنہا

ہمیں کافی تلاش کے باوجود نبی ﷺ کی اس پڑوسن صحابیہ کا اسم گرامی نہیں مل سکا اس لیے یہاں حرف ''ص'' کے تحت ان کی روایت بھی بیان کی جارہی ہے۔

۱/۸۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْقَاسِمِ ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَارَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ اَنَّهَا كَانَتْ تَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ)) [2]

جناب عبداللہ بن قاسم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ کی ایک پڑوسن نے بتایا کہ وہ طلوع فجر کے وقت نبی ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنتی: ''اے اللہ! بے شک میں عذاب قبر اور فتنہ قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

(۲۴) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت سیدنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو ہجرت مدینہ سے دو سال قبل ماہ شوال میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجیت میں لیا اور رخصتی ایک ہجری میں ہوئی، رخصتی کے وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ ۵۷ھ یا ۵۸ھ کے ماہ رمضان کی ۱۷ تاریخ کو

[1] التذکرۃ:۱/ ۱۴۵۔ [2] احمد:۵/ ۲۷۱، رقم:۲۲۶۸۴۔ قال الهيثمي في المجمع: ۱۰/ ۱۱۴، رجاله ثقات؛ وقال الشيخ احمد عبدالرحمن البنا في فتح الرباني: ۸/ ۱۲۲؛ سنده جيد؛ وقال الشيخ شعيب: اسناده حسن۔

فوت ہوئیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، بکثرت احادیث کی راویہ ہیں۔ اشعار عرب سے بخوبی واقف تھیں۔ آپ کی براءت (پاکدامن ہونا) آسمان سے نازل ہوئی، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ نور میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کے حجرے میں مدفون ہیں۔

۹۰ / ۱۔ اَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَعِنْدِي امْرَأَةٌ مِنَ الْيَهُوْدِ، وَهِيَ تَقُوْلُ: هَلْ شَعَرْتِ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ؟ قَالَتْ: فَارْتَاعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ: ((اِنَّمَا تُفْتَنُ الْيَهُوْدُ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَبِثْنَا لَيَالِيَ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((هَلْ شَعَرْتِ اَنَّهُ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ: فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْدُ، يَسْتَعِيْذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت ایک یہودیہ عورت بھی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگی: کیا تجھے معلوم ہے کہ قبروں میں آپ لوگوں کی بھی آزمائش ہوگی؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوف زدہ ہو گئے اور فرمایا: ''قبر کی آزمائش میں صرف یہود ہی مبتلا ہوں گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر چند دن گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میری طرف وحی نازل کی گئی ہے کہ یقیناً قبروں میں تمہاری بھی آزمائش ہوگی۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

۹۱ / ۲۔ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ، اَنَّ يَهُوْدِيَّةً، جَاءَتْ تَسْاَلُهَا، فَقَالَتْ لَهَا: اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَاَلَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ

---

[1] مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر، رقم:۱۳۱۹؛ نسائی، رقم:۲۰۶٤؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:۱۱٤۔

اللہ ﷺ: ((عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)) ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَرَجَعَ ضُحًى، فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَآءَهُ، فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ فَقَالَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَقُوْلَ، ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودیہ عورت ان کے پاس بھیک مانگنے آئی اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا دی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' پھر ایک صبح آپ ﷺ کہیں جانے کے لیے اپنی سواری پر سوار ہوئے تو سورج گرہن لگ گیا آپ دن چڑھے واپس تشریف لائے اور اپنی بیویوں کے حجروں سے گزرتے ہوئے (مسجد میں) نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتدا میں نیت باندھ لی۔ آپ نے بہت ہی لمبا قیام کیا پھر رکوع بھی بہت لمبا کیا اس کے بعد کھڑے ہوئے اور اب کی دفعہ قیام پھر لمبا کیا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر رکوع کیا اور اس دفعہ بھی دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم۔

[1] بخاری، کتاب الکسوف، باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف، رقم: ۱۰۴۹، ۱۰۵۰؛ مسلم، رقم: ۲۰۹۸۔

پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدے میں گئے۔ اب آپ پھر دوبارہ کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کچھ کم۔ پھر ایک لمبا رکوع کیا لیکن پہلے رکوع سے کچھ کم۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قیام میں اب کی دفعہ بھی بہت دیر تک رہے لیکن پہلے سے کم دیر تک۔ پھر رکوع کیا اور بہت دیر تک رکوع میں رہے لیکن پہلے سے مختصر۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا تو سجدے میں چلے گئے۔ آخر آپ نے اس طرح نماز پوری کر لی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ ﷺ نے بیان فرمایا۔ پھر اسی خطبے میں آپ نے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرو۔

۳/۹۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، اَنَّ يَهُوْدِيَّةً كَانَتْ تَخْدِمُهَا فَلَا تَصْنَعُ عَائِشَةُ اِلَيْهَا شَيْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ اِلَّا قَالَتْ لَهَا الْيَهُوْدِيَّةُ: وَقَاكِ اللّٰهُ عَذَابَ الْقَبْرِ، قَالَتْ: فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيَّ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ هَلْ لِلْقَبْرِ عَذَابٌ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: ((**لَا، وَعَمَّ ذَاكِ**)) قَالَتْ: هٰذِهِ الْيَهُوْدِيَّةُ لَا نَصْنَعُ اِلَيْهَا مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا اِلَّا قَالَتْ: وَقَاكِ اللّٰهُ عَذَابَ الْقَبْرِ، قَالَ: ((**كَذَبَتْ يَهُوْدُ، وَهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كُذُبٌ، لَا عَذَابَ دُوْنَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ**)) قَالَتْ: ثُمَّ مَكَثَ بَعْدَ ذَاكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَمْكُثَ، فَخَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ نِصْفَ النَّهَارِ، مُشْتَمِلاً بِثَوْبِهِ، مُحْمَرَّةً عَيْنَاهُ، وَهُوَ يُنَادِيْ بِاَعْلَى صَوْتِهِ: ((**اَيُّهَا النَّاسُ! اَظَلَّتْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، اَيُّهَا النَّاسُ! لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً، اَيُّهَا النَّاسُ! اسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَاِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ**)) [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت ان کی خدمت کرتی

---

[1] احمد: ٦/ ٨١، رقم: ٢٥٠٢٥۔ قال الهيثمى فى المجمع، ٣/ ١٣٨: رجاله رجال الصحيح؛ وقال الحافظ فى الفتح، ٣/ ٣٠٠: اسناده على شرط البخارى؛ وقال شعيب: اسناده صحيح على شرط الشيخين۔

تھی آپ جب بھی اس کے ساتھ کوئی بھلائی کرتیں تو وہ آپ کو یہ دعا دیتی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا قیامت سے پہلے قبر میں عذاب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، لیکن تجھے اس سوال کی نوبت کیوں پیش آئی؟'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم جب بھی اس یہودیہ عورت سے کوئی نیکی کرتے ہیں تو یہ کہتی ہیں: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ یہودیوں کا جھوٹ ہے، وہ اللہ کی طرف بہت زیادہ جھوٹ منسوب کرتے ہیں، قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔'' پھر کچھ عرصے بعد آپ دوپہر کے وقت اپنا کپڑا لپیٹے ہوئے آئے، آپ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور بلند آواز سے اعلان فرما رہے تھے: ''اے لوگو! تم پر اندھیری رات کی طرح فتنے سایہ فگن ہو رہے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم اس حقیقت کو جان لو جسے میں جانتا ہوں تو پھر تم کم ہنسنے اور زیادہ رونے لگ جاؤ۔ اے لوگو! عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو کیونکہ عذاب قبر برحق ہے۔''

عذاب قبر سے متعلق وحی کب نازل ہوئی؟

ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ عذاب قبر سے متعلق وحی مدینے میں ہجرت کے بعد نازل ہوئی۔ لیکن اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی جن آیات کو عذاب قبر کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے ان میں سے کئی ایک مکی ہیں۔ اگر ان سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے تو پھر آپ نے ہجرت کے بعد مدینے میں اس کا انکار کیوں فرمایا جیسا کہ ان مذکورہ روایات میں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مکی آیات میں صرف کفار کے لیے عذاب قبر کا ذکر تھا مسلمان اس میں شامل نہیں تھے۔ اسی لیے آپ نے اس سے انکار فرمایا۔ گویا آپ کا انکار مسلمان گناہگاروں کے متعلق تھا لیکن مدینے میں اس یہودیہ کے قصے کے بعد آپ کو وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ مسلمان گناہگار بھی اس عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان آیات سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو عالم برزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مؤمن کو بھی اس کے بعض گناہوں کے سبب قبر میں عذاب ہوتا ہو، یہ صرف احادیث سے ہی ثابت ہوا۔ [1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ ان آیات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں کافروں کو عذاب ہوگا اسی لیے آپ نے اس سے انکار نہیں کیا کیونکہ وہ آپ کو قرآن مجید سے معلوم ہو چکا تھا۔ آپ کا انکار صرف اور صرف اہل توحید کے متعلق تھا کہ انہیں قبروں میں عذاب نہیں ہوگا لیکن پھر جب وحی کے ذریعے آپ کو معلوم ہوا کہ بعض موحدین کو بھی قبروں میں عذاب ہوگا تو آپ کو اس کا یقین ہو گیا اور پھر امت کو اس سے ڈرایا اور پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ پس اللہ کی توفیق سے یہ تعارض بھی دور ہوا یعنی قرآن کی آیتوں سے کفار کے عذاب کا پتا چلا مؤمن اس میں شامل نہیں جبکہ احادیث سے ہر گناہگار کے لیے عذاب قبر کا پتا چلا۔ [2]

ان مختلف احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلی مرتبہ ایک یہودیہ عورت نے عذاب قبر سے متعلق بتایا لیکن انہوں نے اس کی تصدیق نہ کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہود کو جھوٹا قرار دیا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ عذاب قبر حق ہے تو آپ نے لوگوں کو اس سے آگاہ فرمایا۔ یہ دس ہجری کا واقعہ ہے جس دن آپ کے بیٹے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور پھر اتفاقاً سورج کو گرہن بھی اسی دن لگ گیا تھا چنانچہ اس دن آپ نے نماز کسوف پڑھائی اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں عذاب قبر سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد آپ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے اور صحابہ کرام کو بھی اس سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمایا کرتے۔

٩٣/ ٤ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَ تْ يَهُوْدِيَّةٌ فَاسْتَطْعَمَتْ عَلَى بَابِيْ، فَقَالَتْ: أَطْعِمُوْنِي أَعَاذَكُمُ اللّٰهُ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَمِنْ فِتْنَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَتْ: فَلَمْ أَزَلْ أَحْبِسُهَا حَتّٰى جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا تَقُوْلُ هٰذِهِ الْيَهُوْدِيَّةُ، قَالَ:

[1] تفسیر ابن کثیر: ٤/ ٥٤٠۔ [2] فتح الباری: ٣/ ٣٠٠۔

((وَمَا تَقُولُ؟)) قُلْتُ: تَقُولُ أَعَاذَكُمُ اللّٰهُ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَمِنْ فِتْنَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا يَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَمِنْ فِتْنَةِ عَذَابِ الْقَبْرِ، ثُمَّ قَالَ: ((أَمَّا فِتْنَةُ الدَّجَّالِ فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا قَدْ حَذَّرَ أُمَّتَهُ، وَسَأُحَذِّرُكُمُوْهُ تَحْذِيْرًا لَمْ يُحَذِّرْهُ نَبِيٌّ أُمَّتَهُ، إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، أَمَّا فِتْنَةُ الْقَبْرِ فَبِيْ تُفْتَنُوْنَ، وَعَنِّيْ تُسْأَلُوْنَ، فَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ أُجْلِسَ فِيْ قَبْرِهِ غَيْرَ فَزِعٍ، وَلَا مَشْعُوْفٍ، ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: فِيْمَ كُنْتَ؟ فَيَقُوْلُ: فِي الْإِسْلَامِ، فَيُقَالُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، فَصَدَّقْنَاهُ، فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ، فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَا وَقَاكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ إِلَى الْجَنَّةِ، فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيْهَا، فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ مِنْهَا، وَيُقَالُ: عَلَى الْيَقِيْنِ كُنْتَ، وَعَلَيْهِ مُتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، وَإِذَا كَانَ الرَّجُلُ السُّوْءُ أُجْلِسَ فِيْ قَبْرِهِ فَزِعًا مَشْعُوْفًا، فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ؟ فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِيْ، فَيُقَالُ: مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُ كَمَا قَالُوْا، فَيُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيْهَا، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَا صَرَفَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْكَ، ثُمَّ يُفْرَجُ لَهُ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَيُقَالُ لَهُ: هَذَا مَقْعَدُكَ مِنْهَا، كُنْتَ عَلَى الشَّكِّ، وَعَلَيْهِ مُتَّ، وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُعَذَّبُ)) [1]

---

[1] احمد:٦/ ١٣٩، رقم:٢٥٦٠٢؛ابن مندة فی الایمان، رقم:١٠٦٧، قال الشیخ شعیب: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودیہ عورت نے میرے دروازے پر آ کر کھانا طلب کیا اور کہا: مجھے کھانا کھلاؤ اللہ تمہیں فتنہ دجال اور فتنہ قبر سے محفوظ رکھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اسے اپنے پاس بٹھائے رکھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ یہودیہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے پوچھا: ''کیا کہتی ہے۔'' میں نے بتایا: یہ کہتی ہے کہ اللہ تمہیں فتنہ دجال اور عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اپنے ہاتھ اٹھا کر فتنہ دجال اور عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا: ''دجال کے فتنے سے تو ہر نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے اور میں بھی تمہیں ڈراتا ہوں، اس طرح کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں ڈرایا۔ یقیناً دجال کانا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے جسے ہر مؤمن پڑھ لے گا۔

باقی رہا فتنہ قبر، سو وہ تم میرے ہی بارے میں آزمائے جاؤ گے اور (قبر میں) میرے متعلق ہی پوچھے جاؤ گے۔ اگر آدمی نیک ہو تو اسے قبر میں اس طرح بٹھایا جائے گا کہ وہ غمزدہ اور گھبرایا ہوا نہیں ہو گا۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ تو کس دین پر تھا؟ وہ جواب دے گا کہ میں اسلام پر تھا۔ پھر پوچھا جائے گا: اس آدمی کے متعلق جو تم میں مبعوث ہوئے تھے تیرا کیا عقیدہ تھا؟ وہ جواب دے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں آپ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے روشن دلائل لے کر آئے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ اس کے بعد اس کے سامنے جہنم کی طرف سے ایک راستہ کھول دیا جائے گا اور وہ اس کی طرف دیکھے گا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو کاٹ کھا رہا ہے۔ پھر اسے کہا جائے گا: اس مقام کی طرف دیکھو جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ پھر جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی تو وہ جنت کی خوبصورتی اور

نعمتیں دیکھے گا۔ پھر اسے بتایا جائے گا کہ یہ ہے اس جنت میں تیرا ٹھکانا۔ اور اسے کہا جائے گا: تو ایمان پر زندہ رہا، اور اس پر تیری موت واقع ہوئی اور اسی پر اگر اللہ نے چاہا تو قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جائے گا۔
اگر مرنے والا برا آدمی ہوتو اسے قبر میں یوں بٹھایا جائے گا کہ وہ غمگین اور پریشان ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا: تو کس دین پر تھا! وہ جواب دے گا: مجھے نہیں پتا۔ پھر پوچھا جائے گا: اس آدمی کے متعلق تیرا کیا عقیدہ ہے جو تم میں مبعوث ہوا؟ وہ جواب دے گا: میں لوگوں کو ایک بات کہتے سنا کرتا تھا چنانچہ میں نے بھی وہی کہا جو وہ کہتے تھے، اس پر اس کے سامنے جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی وہ اس کی رونقیں اور نعمتیں دیکھے گا تو اسے کہا جائے گا کہ اس ٹھکانے کی طرف بھی نظر کر جو اللہ نے تجھ سے چھین لیا ہے۔ پھر جہنم کی طرف سے اس کے لیے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی تو وہ دیکھے گا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو کاٹ کھا رہا ہے اور اسے بتایا جائے گا کہ یہ ہے تیرا اس جہنم میں ٹھکانا۔ تو نے (اسلام کے متعلق) شک پر زندگی گزاری۔ اسی پر مرا اور اسی پر اگر اللہ نے چاہا تو قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اسے عذاب قبر میں مبتلا کر دیا جائے گا۔"

۹۴/ ۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها، اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ، فَقَالَتْ لَهَا: اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ)) قَالَتْ عَائِشَةُ رضي الله عنها: فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ وَزَادَ غُنْدَرٌ: ((عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ)) [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت ان کے پاس آئی اور اس نے عذاب قبر کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ اس

[1] بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم:۱۳۷۲۔

پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، عذاب قبر (حق) ہے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور اس میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔ جناب غندر رحمۃ اللہ علیہ (راوی حدیث) کی روایت میں: ''عذاب قبر برحق ہے۔'' کے الفاظ کا اضافہ ہے۔

٩٥/٦۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيْنَا يَهُوْدِيَّةٌ اسْتَوْهَبَتْهَا طِيْبًا فَوَهَبَتْ لَهَا عَائِشَةُ فَقَالَتْ: اَجَارَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَتْ: فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ ذٰلِكَ، حَتّٰى جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ لِلْقَبْرِ عَذَابًا؟ قَالَ: ((نَعَمْ، اِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ)) [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودیہ عورت ان کے پاس آئی اس نے ان سے کچھ مانگا تو انہوں نے دے دیا۔ وہ یہودیہ عورت کہنے لگی: اللہ تجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔ میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: ''ہاں، یقیناً انہیں ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے جسے جانور بھی سنتے ہیں۔''

امام نووی اور طحاوی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ان احادیث میں دو مختلف قصے بیان ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودیہ عورت سے عذاب قبر کے متعلق سنا تو فرمایا کہ یہودی قبروں میں آزمائے جائیں گے یعنی مسلمانوں کو یہ عذاب نہیں ہوگا۔ بعد ازاں آپ کو

---

[1] احمد:٦/ ٤٤، رقم:٢٤٦٨١؛ نسائی، رقم:٢٠٦٦؛ ابن ابی شیبة: ٣/ ٣٧٣- قال الالبانی: صحیح الاسناد؛ وقال شعیب: اسناده صحیح علی شرط الشیخین۔

بذریعہ وحی علم دیا گیا مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا پتا نہ چل سکا تو انہوں نے دوسری بار بھی نبی ﷺ کے پہلے انکار کی بنا پر انکار کر دیا تب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسلمانوں کو اس سے آگاہ فرمایا کہ مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ تمہاری بھی قبروں میں آزمائش ہوگی۔

۹۶/ ۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا ، قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ عَجُوْزَانِ مِنْ عُجُزِ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ ، فَقَالَتَا: اِنَّ اَهْلَ الْقُبُوْرِ يُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ. قَالَتْ: فَكَذَّبْتُهُمَا ، وَلَمْ أُنْعِمْ اَنْ أُصَدِّقَهُمَا ، فَخَرَجَتَا ، وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ عَجُوْزَيْنِ مِنْ عُجُزِ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ دَخَلَتَا عَلَيَّ ، فَزَعَمَتَا اَنَّ اَهْلَ الْقُبُوْرِ يُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ ، فَقَالَ: ((**صَدَقَتَا ، اِنَّهُمْ يُعَذَّبُوْنَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ**)) ثُمَّ قَالَتْ: فَمَا رَاَيْتُهُ بَعْدُ فِيْ صَلَاةٍ اِلَّا يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مدینے کے یہودیوں کی دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں۔ انہوں نے کہا: بے شک قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہوتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ان دونوں کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنا ناپسند جانا۔ وہ دونوں چلی گئیں ان کے بعد رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مدینے کے یہودیوں کی دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہوں نے سچ کہا ہے۔ قبر والوں کو ایسا عذاب دیا جاتا ہے جسے جانور تک سنتے ہیں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس واقعے کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

[1] مسلم ، کتاب المساجد ، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر...... ، رقم:۱۳۲۱؛ نسائی ، رقم:۲۰۶۷؛ بیهقی فی عذاب القبر ، رقم:۱۹۱۔

اوپر والی احادیث میں ایک عورت کا ذکر ہے لیکن اس روایت میں دو عورتوں کا ذکر ہے؟ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان دونوں میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ روایت اس پر محمول ہے کہ وہ دونوں اکٹھی آئی ہوں لیکن بات ان میں سے ایک نے کی ہو اور دوسری نے چپ رہ کر اس کی تائید کی ہو لہٰذا اس وجہ سے مجازاً یہ کلام دونوں کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔ [1]

یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث سے پتا چلتا ہے کہ عذاب قبر مکلف مخلوق کے سوا باقی سب سنتے ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض علما کا قول ہے کہ اسی وجہ سے جب جانوروں کے پیٹ میں درد ہوتا تو لوگ انہیں یہودیوں، عیسائیوں اور منافقوں جیسے اسماعیلیہ، نصیریہ اور قرامطہ وغیرہ، جو مصر اور شام میں آباد ہیں، کی قبروں پر لے جاتے۔ جب جانور بالخصوص گھوڑے قبر کا عذاب سنتے تو اس سے بوکھلا کر بدکنے لگ جاتے، ان کے پسینے چھوٹ جاتے اور ان کے پیٹ کا درد جاتا رہتا۔ [2]

نبی ﷺ کا فرمان: ''عذاب قبر چوپائے سنتے ہیں۔'' برحق ہے اور ہمارا اس پر ایمان بھی ہے لیکن جن کے دل ٹیڑھے ہیں، نفاق جیسی بیماریوں میں مبتلا ہیں اور صراط مستقیم سے پھرے ہوئے ہیں وہ ان سب حقیقتوں کو تسلیم نہیں کرتے لہٰذا ہم نے اس قسم کے بدبختوں کا اپنی کتاب ''عذاب قبر کتاب وسنت کی روشنی میں'' میں بفضل اللہ تفصیلی تعاقب کیا ہے جس کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں تاہم قارئین کے افادے کی غرض سے یہاں ایک بات ضرور عرض کیے دیتے ہیں۔ امید ہے کہ ذہن میں اٹھنے والے وسوسے کافی حد تک رفع ہو جائیں گے۔

دنیا میں جانور دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ شہری جانور جو سڑک پر سائرن کی زبردست آواز سے بھی متحرک نہیں ہوتے۔ دوسرے تھرپارکر کے علاقے کے جانور جو دور سے کسی کار کی آواز سن کر ایسے بدحواس ہو کر اور گھبرا کر بھاگتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے لہٰذا قبر کی آواز سے بھی ڈھیٹ قسم کے جانور تو نہیں بدکتے بلکہ یہ آواز ان کے روزمرہ کا معمول اور

[1] فتح الباری: ۳/ ۲۹۹۔ [2] کتاب الروح: ۷۲۔

فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ جبکہ حساس قسم کے جانور اس سے بدکتے ہیں۔

عذاب قبر سن کر ایک جانور کے بدکنے کا واقعہ:

شیخ عبدالحق اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں فقیہ ابوالحکم بن برخان رحمۃ اللہ علیہ، جو کہ صاحب علم اور عمل تھے، نے مسلم شریف پڑھاتے ہوئے اس وقت یہ واقعہ بیان کیا جب ہم اس حدیث پر پہنچے کہ "عذاب قبر کو چوپائے سنتے ہیں" واقعہ یہ ہے کہ لوگوں نے اشبیلیہ کے ایک قبرستان میں ایک مردہ دفن کیا اور دفن کر کے اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ایک جانور قریب ہی چر رہا تھا۔ اتنے میں وہ (جانور) دوڑ کر قبر کے پاس آیا اور کان کھڑے کر لیے جیسے کچھ سن رہا ہو۔ پھر بھاگ کر دور چلا گیا، پھر قبر کے قریب آیا اور کان کھڑے کر لیے جیسے کچھ سن رہا ہو۔ غرضیکہ کئی بار اس نے ایسا ہی کیا۔

ابوالحکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد آ گئی کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے جسے جانور بھی سنتے ہیں۔ [1]

۹۷ / ۸۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: اِنَّ الْكَافِرَ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِيْ قَبْرِهٖ شُجَاعٌ اَقْرَعُ، فَيَأْكُلُ لَحْمَهُ مِنْ رَأْسِهٖ اِلٰى رِجْلِهٖ ثُمَّ يُكْسَى اللَّحْمُ فَيَأْكُلُ مِنْ رِجْلِهٖ اِلٰى رَأْسِهٖ فَهٰذَا مكر ذٰلِكَ. [2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یقیناً کافر پر قبر میں ایک خطرناک اژدھا مسلط کر دیا جاتا ہے جو سر سے پاؤں تک اس کا گوشت کھاتا رہتا ہے۔ پھر اس پر دوبارہ گوشت چڑھا دیا جاتا ہے جسے وہ دوبارہ پاؤں سے سر تک کھاتا چلا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح (قیامت تک) جاری رہے گا۔

۹۸ / ۹۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِنَّ لِلْقَبْرِ ضَغْطَةً وَلَوْ كَانَ اَحَدٌ نَاجِيًا مِنْهَا نَجَا مِنْهَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ)) [3]

---

[1] كتاب الروح: ٧٢؛ التذكرة: ١٣٧۔ [2] بيهقى فى عذاب القبر، رقم: ٢٥٤ سنده صحيح۔

[3] احمد: ٦/ ٥٥، رقم: ٢٤٧٨٧؛ بيهقى فى عذاب القبر، رقم: ١١٩؛ طحاوى فى مشكل الآثار: ١/ ١٠٧۔ قال الهيثمى فى المجمع، ٣/ ١٢٧: رجاله رجال الصحيح؛ وقال العراقى فى المغنى، ٤/ ٤٨٧: رواه احمد باسناد جيد؛ وقال الذهبى فى سير اعلام النبلاء، ١/ ٢٩١: اسناده قوى۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "بے شک قبر میں دبایا جانا ضرور ہوتا ہے۔ اگر اس سے کسی کو نجات ملتی تو سعد بن معاذ کو نجات ملتی۔"

سیدنا سعد بن معاذ سید الانصار ہیں، عقبہ اولیٰ وثانیہ میں شریک ہوئے اور اسلام قبول کیا اپنی قوم میں بڑے بزرگ اور سردار تسلیم کیے جاتے تھے۔ جلیل القدر اور اکابر واخیار صحابہ میں سے ہیں۔ غزوہ بدر واحد میں شریک ہوئے اور مقابلہ پر بہادرانہ ڈٹے رہے، جنگ خندق میں بازو کی رگ پر تیر لگا اور خون بند نہیں ہوا جس سے ایک ماہ بعد ذیقعدہ ۵ھ میں اللہ کو پیارے ہو گئے اس وقت آپ کی عمر ۳۷ برس تھی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔

سیدنا سعد بن معاذ جب دفن کیے گئے تو قبر نے آپ کو دبایا اور پھر چھوڑ دیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر ہر کسی کو ضرور دباتی ہے اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سعد بچتا بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے میں کوتاہی کرتے تھے اس لیے قبر نے آپ کو دبایا۔

لیکن یہ بات سراسر من گھڑت اور جھوٹی ہے کسی بھی صحیح حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ اس سلسلے میں علامہ جلال الدین سیوطی نے "شرح الصدور" میں جو روایتیں بیان کی ہیں وہ سب کی سب ضعیف اور موضوعات میں سے ہیں یقیناً سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اس تہمت سے بری ہیں۔

۹۹/ ۱۰۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تُبْتَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةُ فِيْ قُبُوْرِهَا، فَكَيْفَ بِيْ وَاَنَا امْرَاَةٌ ضَعِيْفَةٌ؟ قَالَ: ((يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ)) [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! لوگ قبروں میں آزمائے جائیں گے تو میرا کیا بنے گا جبکہ میں تو ایک کمزوری خاتون ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کلمہ طیبہ کے ذریعے دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتے ہیں۔"

۱۰۰/ ۱۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، قَالَتْ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ،

[1] ذكره الهيثمي في كشف الاستار، رقم:۸٦۸؛ قال المنذري في الترغيب: ٤/ ۲٦٦؛ رواته ثقات؛ وقال الهيثمي في المجمع ۳/ ۱۳۵: رجاله ثقات؛ قال الالباني: صحيح لغيره۔

فَقَالَ: ((اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَثِيْرٍ، كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ، وَكَانَ الْاٰخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ)) فَدَعَا بِجَرِيْدٍ رَطْبٍ فَكَسَرَهُ، فَوَضَعَ عَلٰى هٰذَا، وَعَلٰى هٰذَا، وَقَالَ: ((لَعَلَّهُ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا حَتّٰى يَيْبَسَا)) ❶

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو ایسی قبروں کے پاس سے ہوا جن میں عذاب ہو رہا تھا تو آپ نے فرمایا: ''ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ کسی بڑے معاملے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔'' پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی جسے توڑ کر ایک حصہ ایک قبر پر اور دوسرا حصہ دوسری قبر پر رکھ دیا اور فرمایا: ''امید ہے کہ جب تک یہ دونوں تر رہیں، ان سے عذاب میں کمی رہے۔''

۱۰۱/ ۱۲۔ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تَقُوْلُ: اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِيْ عَلَيْهَا اَهْلُهَا فَقَالَ: ((اِنَّهُمْ يَبْكُوْنَ عَلَيْهَا، وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا)) ❷

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودیہ عورت کے پاس سے ہوا جس کے مرنے پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ''یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔''

۱۰۲/ ۱۳۔اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، وَذُكِرَ لَهَا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما يَقُوْلُ: اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ، وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ، اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يُبْكٰى عَلَيْهَا، فَقَالَ: ((اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا)) ❸

---

❶ طبرانی فی الاوسط:٥/ ٥٥، رقم:٦٥٦٥، اسناده صحيح ورجاله موثقون۔

❷ بخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ((يعذب الميت ببعض بكاء اهله عليه))، رقم:١٢٨٩۔ ❸ مسلم، کتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء اهله عليه، رقم:٢١٥٦۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس بات کا ذکر کیا گیا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ زندوں کا میت پر رونے کی وجہ سے اسے عذاب ہوتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن (کنیت ابن عمر) کو معاف فرمائیں انہوں نے جھوٹ نہیں بولا۔ دراصل وہ بھول گئے ہیں یا بات سمجھ نہیں سکے۔ بات صرف اتنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودیہ عورت پر ہوا جس پر رویا جا رہا تھا تو آپ نے فرمایا: ''یہ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اسے قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔''

برزخیوں کی ایک دلیل کا ردّ:

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی اور اس کے حواری برزخی قبر کو ثابت کرنے کے لیے اس مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف لکھتا ہے:

بخاری کی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ یہودی عورت ابھی زمین کی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی زمین کے اوپر تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس یہودی عورت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے دنیاوی نہیں اور یہی بات مسلم کی حدیث بھی ثابت کرتی ہے۔ [1]

جواب ہمارے شیخ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ ڈاکٹر عثمانی کی اس مذکورہ عبارت پر یوں گرفت فرماتے ہیں:

اس حدیث کو نقل کر کے اور اس سے اپنا خود ساختہ عقیدہ کشید کرنے کی زبردست کوشش کی گئی ہے ورنہ یہ حضرات پورا زور لگانے کے باوجود بھی آج تک برزخی قبر ثابت نہیں کر سکے اور جب برزخی قبر ہی کسی حدیث سے ثابت نہیں تو وہاں عذاب وغیرہ کا کیا مطلب؟ یہ طے شدہ اصول ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر اور وضاحت دوسری آیات کرتی ہیں۔ اسی طرح احادیث بھی ایک دوسرے کی وضاحت اور تشریح کرتی ہیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس پس منظر میں یہ حدیث بیان فرمائی تو ان تمام احادیث کو نگاہ میں

[1] عذاب برزخ: ١٦۔

رکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ دفن کے بعد کا واقعہ ہے اور ان احادیث کو بیان کرنے والے بعض راویوں نے یہودیہ کے الفاظ روایت کیے ہیں اور بعض نے یہودی کے۔ احادیث کی کتابوں میں اس طرح کے اختلافات مشہور و معروف ہیں۔

مثلاً جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث بیان فرماتے ہیں کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا ایک جوان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اسے غائب پایا تو اس کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے اس کی خبر کیوں نہ دی۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عورت یا مرد کے معاملے کو معمولی بات خیال کیا تھا اور آپ کو اس کی اطلاع نہ دی آپ نے فرمایا: ''اچھا مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو اس کی قبر پر لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ [1]

اس حدیث میں بھی راویوں کو شک ہے کہ وہ عورت تھی یا مرد؟

اور خود موصوف نے بھی جو دو روایات بیان کی ہیں ان میں بھی ایک میں یہودیہ کے الفاظ ہیں اور دوسری میں یہودی کے، حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے۔

اس حدیث کا پس منظر عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان فرماتی ہیں، چنانچہ وہ کہتی ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب اس بات کا ذکر کیا گیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میت کو زندہ آدمیوں کے رونے کے سبب عذاب دیا جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا: اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مغفرت فرمائے، انہوں نے جھوٹ نہیں کہا لیکن وہ بھول گئے یا ان سے غلطی ہوگئی۔ اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ پر سے گزرے تھے جس پر رویا جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس پر رو رہے ہیں اور اسے اپنی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ [2]

معلوم ہوا کہ اس حدیث کو بیان کر کے عائشہ رضی اللہ عنہا، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں اور دوسری روایات میں یہودیہ کے بجائے مختلف الفاظ بھی احادیث میں بیان ہوئے ہیں مثلاً ''بے شک اللہ تعالیٰ کافر پر اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب عذاب کو

---

[1] بخاری ومسلم، مشکوٰۃ المصابیح: ۱/ ۵٤٥؛ مؤطا امام مالک کتاب الجنائز۔

[2] بخاری و مسلم۔

زیادہ کر دیتا ہے۔" (بخاری و مسلم) دوسری روایت میں ہے: "یہ لوگ یہودی ہیں (جن کے بارے میں نبی ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی)" ❶

اس روایت میں اختصار ہے اور قبر کا لفظ راوی نے بیان نہیں کیا ورنہ دوسری تمام روایات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دفن کے بعد کا واقعہ ہے چنانچہ جناب عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب میں ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی قَبْرٍ فَقَالَ: ((اِنَّ صَاحِبَ هٰذَا لَيُعَذَّبُ وَاَهْلُهُ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ)). ❷

"رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر سے گزرے پس فرمایا کہ بے شک اس (صاحب قبر) کو اس وقت اپنے گھر والوں کے رونے کے سبب سے عذاب دیا جا رہا ہے۔"

اور امام ابوداود نے ابومعاویہ الضریر کی سند سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں ((اِنَّمَا مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی قَبْرٍ)) کے بجائے ((اِنَّمَا مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی قَبْرِ يَهُوْدِيٍّ)) یعنی رسول اللہ ﷺ ایک یہودی کی قبر پر سے گزرے۔" کے الفاظ موجود ہیں۔ ❸

اس وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ یہ دفن کے بعد کا واقعہ ہے۔ بلکہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس مضمون کی ایک حدیث موجود ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَبْرٍ فَقَالَ: ((اِنَّ هٰذَا لَيُعَذَّبُ الْاٰنَ بِبُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ)) ❹

رسول اللہ ﷺ ایک قبر پر سے گزرے تو آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ صاحب قبر اس وقت اپنے گھر والوں کے رونے کے سبب عذاب دیا جا رہا ہے۔" ❺ انتھی

اگر اسی ایک حدیث کو لیں تو تب بھی ہمارے مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ آپ ﷺ نے اسی مردہ لاش کے عذاب کی اطلاع دی ہے۔ خواہ وہ دفن ہو چکی تھی یا ابھی دفن نہیں ہوئی تھی بہر حال عذاب تو اسی مردہ لاش کو ہو رہا تھا جس پر آپ کا گزر ہوا اور وہ جسد

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الجنائز۔ ❷ مسند احمد، ج۲، ص: ۳۸؛ ۴۹۵۹ وسندہ صحیح، ابوداود مع عون المعبود، ج۳، ص: ۱۶۳؛ ۳۱۲۹، سنن النسائی، ج۱، ص: ۲۶۲۔

❸ ابوداود مع عون المعبود: ۳/ ۱۶۳۔

❹ مسند احمد: ۲/ ۳۱۔ ❺ عذاب قبر، ص: ۶۷ تا ۷۰۔

عنصری ہی تھا نہ کہ کوئی نیا برزخی جسم جس کے برزخی قبر کا عقیدہ رکھنے والے قائل ہیں۔ لاش کے باہر ہونے کی صورت میں بھی ((اِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِهَا)) کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ موت کے بعد اور دفن سے پہلے جو عذاب دیا جاتا ہے اسے مجازاً یا تغلیباً عذاب قبر کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ متحقق الوقوع یعنی جس چیز کا وقوع پزیر ہونا یقینی ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے وجود میں آچکی ہے اس کی کتاب وسنت اور عرف عام میں بے شمار امثلہ موجود ہیں۔

۱۰۳/ ۱٤۔ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ رَفَعَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ: ((اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِهٖ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ)) فَقَالَتْ: اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّهٗ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيْئَتِهٖ وَذَنْبِهٖ، وَاِنَّ اَهْلَهٗ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهِ الْاٰنَ)) [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کسی نے کہا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہیں کہ میت کو قبر میں اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔" اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ میت کو اس کی بداعمالیوں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور اس کے گھر والے ہیں کہ اب بھی اس کی جدائی میں روتے ہیں۔"

۱۰٤/ ۱۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّهٗ بَلَغَهَا اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ)) فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ، فَوَاللّٰهِ! مَا هُمَا بِكَاذِبَيْنِ وَلَا مُكَذَّبَيْنِ وَلَا مُتَزَيِّدَيْنِ، اِنَّمَا قَالَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ، وَمَرَّ بِاَهْلِهٖ وَهُمْ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: ((اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهِ، وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيُعَذِّبُهٗ فِیْ قَبْرِهٖ)) [2]

---

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، رقم:۳۹۷۸۔

[2] احمد:٦/ ۲۸۱، رقم:۲٦۹٤۱ قال الشیخ شعیب: حدیث صحیح۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پہنچی کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔''
اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ عمر اور ابن عمر پر رحم فرمائے وہ جھوٹ بولنے والے نہیں اور نہ ہی انہیں کوئی جھوٹا سمجھتا ہے اور وہ اپنی طرف سے حدیث میں اضافہ کرنے والے بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ ایک یہودی کے متعلق فرمایا تھا جس کے گھر والوں کے پاس سے آپ کا گزر ہوا تو وہ اس پر رو رہے تھے اس وقت آپ نے یہ فرمایا تھا کہ بے شک یہ اس پر رو رہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اسے اس کی قبر میں عذاب دے رہے ہیں۔''

کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث کا انکار کیا تھا؟

حدیث کے منکرین کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان احادیث کو خلاف قرآن پا کر انکار کیا۔ اور پھر اسے دلیل بنا کر کہتے ہیں کہ اب جو بھی حدیث خلاف قرآن ہو گی وہ من گھڑت سمجھی جائے۔

ہمارا سوال ان منکرین سے یہ ہے کہ اس بات کا فیصلہ کون کرے گا کہ یہ حدیث خلافِ قرآن ہے اور یہ حدیث موافق قرآن؟

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ اس بات کا فیصلہ بھی ہم خود ہی کریں گے کہ فلاں حدیث خلاف قرآن ہے اور فلاں موافق قرآن۔ اور پھر جب وہ منصف بن کر فیصلہ کرنے بیٹھتے ہیں تو سب حدیثیں ہی انہیں خلاف قرآن نظر آتی ہیں جس سے وہ ذخیرہ احادیث کا بے دریغ انکار کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اگر انہیں کوئی یہ کہہ دے کہ جج صاحبان یہ کیا کر رہے ہو؟ تم تو منکر حدیث بن گئے ہو۔ تو جواب ملتا ہے کہ ہم حدیث کا انکار تو نہیں کرتے۔ ہم حدیث کے ماننے والے ہیں۔ حالانکہ وہ حدیث کے کھلم کھلا منکر ہیں۔

یاد رکھیئے کہ حدیث کا انکار کرنے سے قرآن کا انکار از خود ہو جاتا ہے یعنی قرآن اور حدیث میں سے کسی ایک کے انکار سے دوسرے کا انکار خود بخود ہو جاتا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ خلاف قرآن، حدیث کو نہیں ماننا چاہیے تو اس کا

مفصل جواب ہم اپنی کتاب ''عذاب قبر، کتاب وسنت کی روشنی میں'' میں بیان کر چکے ہیں۔ جسے تفصیل مقصود ہو وہ اس کا مطالعہ کر لے۔

مختصراً یہ کہ کوئی بھی صحیح حدیث خلاف قرآن نہیں ہوسکتی اور ہم یہ چیلنج پہلے بھی کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں کہ منکرین حدیث ان احادیث کی نشاندہی کریں جو موافق قرآن ہوں اور جو خلاف قرآن ہوں یعنی دو ایسے مجموعے ترتیب دیں جن میں سے ایک میں وہ سب احادیث ہوں جو موافق قرآن ہیں اور دوسرے میں وہ جو خلاف قرآن ہیں جس طرح کہ محدثین نے صحیح احادیث اور ضعیف وموضوع روایات کے مجموعے ترتیب دیے ہیں تا کہ اس سے ہر خاص وعام، کم عقل یا زیادہ عقل والا ہر ایک مستفید ہو سکے۔

؎ نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازوں میرے آزمائے ہوئے ہیں

جہاں تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس انکار کا تعلق ہے تو اس میں بات صرف اتنی ہے کہ سیدنا عمر اور ان کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں سمجھتے تھے کہ اس وعید میں مسلمان اور کفار سب شامل ہیں لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے اس فہم سے اختلاف کرتی تھیں کیونکہ ان کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری حدیث تھی اس لیے وہ سمجھتی تھیں کہ یہ حکم صرف کفار سے متعلق تھا جیسا کہ مسلم شریف میں: ((إِنَّمَا كَانَ أُولَئِكَ الْيَهُوْدُ)) کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح بخاری کی ایک روایت میں: ((إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ)) کے الفاظ ہیں۔ [1]

معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ کے نزدیک یہ وعید صرف کفار کے لیے تھی برخلاف سیدنا عمر کے۔ وہ اسے عام سمجھتے تھے۔ ان کے پیش نظر یہ حدیث تھی کہ: ((اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ))

یہ ایک اجتہادی قسم کا اختلاف تھا، اس لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے موقف کی تائید میں قرآن مجید کی اس آیت سے دلیل پکڑی کہ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ [2]

---

[1] بخاری، رقم:۱۲۸۸۔ [2] ٦/ الانعام:١٦٤۔

''کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ اٹھانے والا نہیں'' اور اسی بنا پر سیدنا عمر کے اجتہاد اور فہم سے اختلاف کیا اور اسے سیدنا عمر کی خطا سے تعبیر فرمایا۔ لیکن اگر اس آیت کی رو سے سیدنا عمر والی حدیث کا انکار مقصود ہوتا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے موقف کی تائید میں کبھی بھی یہ حدیث بیان نہ فرماتی کہ: ((اِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ)) کیونکہ قرآن مجید کی اسی آیت کی رو سے اس حدیث کا انکار بھی لازم آتا ہے۔

مختصراً یہ کہ سیدہ عائشہ نے حدیث سے انکار نہیں فرمایا بلکہ سیدنا عمر اور ان کے بیٹے کے فہم سے اختلاف کیا تھا۔ اب اس سلسلے میں راجح موقف کس کا تھا؟ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے اور اب یہاں بھی فائدے کے لیے مختصراً بیان کیے دیتے ہیں کہ مرنے والا اگر کافر ہو یا بالفرض مسلمان بھی ہو مگر نوحہ کرنے کی وصیت کر گیا ہو یا اس عمل پر خوش ہو تو اہل خانہ کے نوحہ کرنے سے اسے عذاب ہوگا اور اس صورت میں ترجیح سیدنا ابن عمر کے موقف کو ہوگی اور اس صورت میں اسے عذاب دیا جانا آیت ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ......﴾ کے خلاف نہ ہوگا۔ البتہ اگر مرنے والا اس عمل سے بیزار رہا ہو اور منع کر گیا ہو پھر پیچھے والے یہ غیر شرعی کام کریں تو وہ اس سے بری ہوگا اور اس صورت میں ترجیح سیدہ عائشہ کے موقف کو ہوگی، بہر حال مومنوں کو چاہیے کہ اپنے وارثوں کو نوحہ یا بین کرنے سے سختی سے منع کرتے رہیں۔

۱۰۵ / ۱۶۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَسْتَعِيذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَقَالَ: ((اِنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِيْ قُبُوْرِكُمْ)) [1]

سیدہ عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر اور دجال کے فتنے سے پناہ مانگا کرتے تھے اور آپ فرماتے: ''یقیناً تم لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔''

۱۰۶ / ۱۷۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلَاةِ: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ)) فَقَالَ لَهُ

[1] نسائی، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، رقم: ۲۰۶۵۔ قال الالبانی: صحیح الاسناد۔

قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ فَقَالَ: ((اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ)) [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ''اے اللہ! بے شک میں عذاب قبر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، مسیح دجال کے فتنے سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور زندگی وموت کے فتنوں سے بھی آپ کی پناہ کا طالب ہوں۔ اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' کسی نے پوچھا کہ آپ قرض سے تو بہت ہی زیادہ پناہ مانگتے ہیں (اس کی کیا وجہ؟) اس پر آپ نے فرمایا: ''یقیناً جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو بات کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی بھی کرتا ہے۔''

۱۰۷/ ۱۸۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ، وَرَبَّ إِسْرَافِيْلَ! أَعُوْذُبِكَ مِنْ حَرِّ النَّارِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ)) [2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے: ''اے اللہ! اے جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام کے رب اور اسرافیل علیہ السلام کے رب! میں (جہنم کی) آگ کی لو اور قبر کے عذاب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

۱۰۸/ ۱۹۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ، وَالْمَغْرَمِ وَالْمَأْثَمِ، اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ النَّارِ، وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَشَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِي

[1] بخاري، كتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام، رقم: ۸۳۲؛ مسلم، رقم: ۱۳۲۵۔

[2] نسائي، كتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من حر النار، رقم: ۵۵۱۹، ۵۵۲۱؛ بيهقي في عذاب القبر، رقم: ۱۹۹۔ قال الالباني: صحيح۔

وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)) [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے: ''اے میرے اللہ! یقیناً میں سستی، بڑھاپے، قرض اور گناہوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! بے شک میں آگ کے عذاب اور آگ (جہنم) کے فتنے، قبر کے فتنے اور قبر کے عذاب، دولتمندی کے فتنے کے شر اور غربت کے فتنے کے شر، اور مسیح دجال کے فتنے کے شر سے آپ کی پناہ کا طالب ہوں۔ اے اللہ! آپ میری خطاؤں کو اولوں اور برف کے پانی سے دھو دیجئے اور میرے دل کو خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دیجئے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے۔ اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری فرما دیجئے جیسے آپ نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری فرما رکھی ہے۔''

(۲۵) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

آپ کا نام عبداللہ ہے، سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ کو اس امت کے بحر العلم ہونے کا اعزاز ملا ہے۔ بہت ذہین تھے۔ اپنی احاصت علمی شہرت کی وجہ سے تعریف سے مستغنی ہیں، اس لیے کہ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم وحکمت اور فقہ وتاویل میں اضافہ کی دعا دی تھی۔ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور ۶۷ھ میں طائف میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۰۹/ ۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِحَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ أَوْمَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ۔ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُوْرِهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ)) ثُمَّ قَالَ: ((بَلَى، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ، وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي

[1] بخاری، کتاب الدعوات، باب الاستعاذة من ارذل العمر......، رقم:۶۳۷۵؛ ترمذی، رقم:۳۴۹۵؛ نسائی، رقم:۵۴۶۶؛ ابن ماجه، رقم:۳۸۳۸؛ احمد:۶/ ۲۰۷۔

بِالنَّمِيْمَةِ)) ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ، فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً، فَقِيْلَ لَهُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ: ((لَعَلَّهُ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا)) [1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک دفعہ مدینے یا مکے کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''ان پر عذاب ہورہا ہے۔ اور (یہ عذاب) کسی بہت بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''ہاں، (بڑے گناہ کی وجہ سے ہی ہے) ان میں سے ایک شخص پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔'' پھر آپ نے (کھجور کی) ایک شاخ منگوائی اور اسے توڑ کر دو ٹکڑے کیا پھر ان میں سے (ایک ایک ٹکڑا) ہر ایک کی قبر پر رکھ دیا۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ آپ نے کس لیے کیا؟ آپ نے فرمایا: ''امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں ہری رہیں ان سے عذاب میں تخفیف رہے۔''

ان قبروں میں جن دو آدمیوں کو عذاب ہورہا تھا ان کا نام کسی روایت میں نہیں آیا، ممکن ہے کہ راویوں کی طرف سے قصداً ایسا ہوا ہے تاکہ ان کی پردہ پوشی رہے۔

اس بات کی بھی کسی صحیح روایت میں صراحت نہیں کہ وہ دونوں کافر تھے یا مسلمان؟ اس لیے علما کا ان کے کافر یا مسلمان ہونے میں اختلاف ہے، بعض کا خیال ہے کہ وہ کافر تھے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے اور اس پر فریقین نے اپنے اپنے موقف پر دلائل بھی دیے ہیں۔ [2]

اعتراض: اگر وہ کافر تھے تو عذاب کا سبب کفر ہونا چاہیے تھا؟

جواب یہ ضروری نہیں کہ کافر کو صرف کفر کی بنا پر ہی عذاب ہو۔ دیگر گناہوں پر بھی

---

[1] بخاری، کتاب الوضوء، باب من الكبائر ان لا يستتر من بوله، رقم:٢١٦؛ مسلم، رقم: ٦٧٧؛ ابوداود، رقم:٢٠؛ ترمذی، رقم:٧٠؛ نسائی، رقم:٤١؛ ابن ماجه، رقم:٣٤٧؛ احمد: ١/ ٢٢٥۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فتح الباری: ١/ ٤١٨۔ ٤١٧؛ تحفة الاحوذی: ١/ ٢٤٠۔٢٤١۔

عذاب دیا جا سکتا ہے۔قرآن مجید کے کئی مقامات اس پر شاہد ہیں، جیسے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴾ ❶

''بے شک جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔''

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ ❷

''بے شک جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی، باایمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

ان آیات کا حکم عام ہے۔مذکورہ بالا گناہوں کے مرتکب مسلمان ہوں یا کافر سب اس وعید میں برابر کے شریک ہیں۔

ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۞ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ﴾ ❸

''اور وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو، جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہو، وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے اور نہ ہی وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جس نے یہ کام کیے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔اسے روز قیامت دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔''

ان آیات کا حکم بھی عموم کا ہے یعنی جو بھی ان گناہوں میں ملوث ہوا وہ ان کی سزا بھگتے گا۔اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں مزید برآں یہ بات کہیں بھی نہیں لکھی ہوئی کہ کافر کو صرف کفر کی بنا پر عذاب ہوگا دیگر گناہوں پر نہیں۔

❶ ٤/ النساء:١٠۔ ❷ ٢٤/ النور:٢٣۔ ❸ ٢٥/ الفرقان:٦٨، ٦٩۔

ممکن ہے کہ نبی ﷺ کو جس عذاب کا منظر دکھایا گیا ہو وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے اور غیبت کی بنا پر ہو رہا ہو۔

((وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ......)) (وہ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہیں تھے) کے بارے میں علما کے کئی اقوال ہیں:

☆ انہیں کسی ایسے معاملے کے سبب عذاب نہیں ہو رہا تھا جس سے بچنا کبیرہ تھا یعنی بڑا دشوار یا بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ بلکہ آسان تھا کیونکہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنا اور غیبت کا ترک کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو وہ کبیرہ ہی ہیں مگر یہ انہیں معمولی سمجھتے تھے۔

☆ پہلے آپ کا یہ خیال ہو کہ یہ کبیرہ نہیں پھر وحی سے آگاہ کیا گیا ہو کہ یہ بھی کبیرہ ہیں

((لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ)) ایک دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ پیشاب کرتے وقت وہ لوگوں سے اوجھل نہیں ہوتا تھا بلکہ بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظروں کے سامنے ہی بیٹھ جاتا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ بے شرمی گناہ ہے جس پر یہ گرفت ہوئی۔

((لَعَلَّهٗ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْهُمَا ......)) سے بعض لوگوں نے تخفیف عذاب کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ ہری ٹہنیاں تسبیح میں مشغول رہتی ہیں لہٰذا ان کی برکت سے عذاب میں کمی ہونے کی امید فرمائی۔ لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ رطب و یابس (ہری اور خشک) ہر چیز ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے:

﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ ﴾ [1]

”ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) بھی ان میں ہے سب اسی کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کر رہی ہو۔ ہاں یہ درست ہے کہ تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ وہ اللہ، بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔“

اور پھر یہ کہ ان لوگوں کی بیان کردہ اس حکمت کا ذکر بھی کسی حدیث میں نہیں آیا۔ بہر حال یہ لازم نہیں کہ ہمیں اس کی حکمت بھی معلوم ہو، البتہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں

[1] ١٧/ بنی اسرآئیل:٤٤۔

ہے کہ یہ تخفیف آپ کی شفاعت کے سبب تھی۔ [1] لیکن یہ ایک الگ واقعہ ہے۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ تخفیف عذاب کی مدت ان شاخوں کے خشک ہونے تک مقرر کی ہو۔ واللہ اعلم۔

۲/۱۱۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: ((عَامَّةُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ، فَتَنَزَّهُوا مِنَ الْبَوْلِ)) [2]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عذاب قبر عموماً پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے تم پیشاب کے (چھینٹوں) سے بچو۔''

۳/۱۱۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ: قَاتَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَدُوًّا، فَلَمْ يَفْرُغْ مِنْهُمْ حَتَّى أَخَّرَ الْعَصْرَ عَنْ وَقْتِهَا، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ قَالَ ((اَللّٰهُمَّ مَنْ حَبَسَنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطَى، فَامْلَأْ بُيُوتَهُمْ نَارًا، وَامْلَأْ قُبُورَهُمْ نَارًا)) [3]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی مشرکین سے دوران جنگ عصر کی نماز لیٹ ہوگئی تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! جنہوں نے ہمیں درمیانی نماز سے روکے رکھا، ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

چونکہ مشرکین نے جنگ خندق کے موقعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ جس کے دفاع کی وجہ سے مسلمانوں کی نماز عصر فوت ہوگئی جو بعد میں قضا کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کو نماز عصر کے فوت ہو جانے کا بڑا صدمہ ہوا تو آپ نے مشرکین کو بددعا دی کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے کیونکہ انہوں نے ہماری نماز عصر قضا کرادی۔ قبروں سے مراد یہی قبریں ہیں جس میں اجساد دفن کیے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ حدیث بھی عذاب قبر کی دلیل ہوئی کیونکہ اگر ان قبروں میں عذاب برحق نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی بھی مشرکین

[1] مسلم، رقم:۷۵۱۸۔ [2] دارقطنی، کتاب الطهارة، باب نجاسة البول والامر بالتنزه منه......، رقم:٤٦٠؛ حاكم: ١/ ١٨٤؛ طبراني في الكبير، رقم: ١٠٩٤١۔ قال الدارقطني: لا باس به؛ وقال الحافظ ابن حجر في تلخيص الحبير: حسن؛ با قلت: حديث حسن بالشواهد۔

[3] احمد:١/ ٣٠١؛ طبراني في الكبير، رقم:١١٩٠٥۔ قال الشيخ شعيب: اسناده صحيح۔

کے لیے یہ بددعا نہ فرماتے۔

۱۱۲/ ٤۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذَا دُفِنَ الْمَيِّتُ سَمِعَ خَفْقَ نِعَالِهِمْ اِذَا وَلَّوْا عَنْهُ مُنْصَرِفِيْنَ)) ❶

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میت کو دفنا دیا جاتا ہے تو وہ (لوگوں کے) جوتوں کی آواز سنتی ہے جس وقت وہ دفنا کر واپس پلٹتے ہیں۔''

۱۱۳/ ٤۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُوْلُ: ((قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ! اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ)) ❷

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو یہ دعا اس طرح سکھایا کرتے جس طرح قرآن مجید کی کوئی سورت سکھایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے: ''کہو: اے اللہ! بے شک ہم جہنم کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔ مسیح دجال کے فتنے سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں اور زندگی و موت کے فتنوں سے بھی آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔''

ابوداود کی ایک روایت میں ''اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ'' اس کے الفاظ بھی ہیں یعنی نماز میں آپ اس دعا کو تشہد کے بعد سلام پھیرنے سے قبل پڑھا کرتے تھے۔ ❸

۱۱٤/ ٦۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَدْ كَانَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ، ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ: صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا

❶ قال الهيثمي في المجمع، ۳/ ۱۳۷: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله ثقات؛ وقال الشيخ زبير علي زئي: حديث صحيح۔ ❷ مسلم، كتاب المساجد، باب ما يستعاذمنه في الصلاة، رقم: ۱۳۳۳؛ ابوداود، رقم: ۱٥٤۲؛ ترمذي، رقم: ۳٤۹٤؛ نسائي، رقم: ۲۰٦۳؛ ابن ماجه، رقم: ۳۸٤۰؛ مالك في المؤطا، رقم: ٤۹۹۔ ❸ ابو داود، رقم: ۹۸٤۔

بِالْبَيْدَآءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ، قَالَ: فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ادْعُهُ لِيْ، فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ: ارْتَحِلْ فَالْحَقْ بِأَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَمَّا أُصِيْبَ عُمَرُ، دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِيْ يَقُوْلُ: وَا أَخَاهْ، وَاصَاحِبَاهْ، فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: يَا صُهَيْبُ! أَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: **((إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ))** قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما: فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذُكِرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ، وَاللّٰهِ! مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: **((إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ))** وَقَالَتْ: حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ: وَاللّٰهِ! هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى۔ [1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے چلا جب ہم مقام بیداء تک پہنچے تو سامنے ایک ببول کے درخت کے نیچے چند سوار نظر آئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: جا کر دیکھو تو سہی یہ کون لوگ ہیں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا تو وہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر جب میں نے اس کی اطلاع سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دی تو آپ نے فرمایا کہ انہیں بلا لاؤ۔ میں (ابن عباس) صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس دوبارہ آیا اور کہا کہ چلئے آپ کو امیر المؤمنین بلاتے ہیں چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے (خیر یہ قصہ تو ہو چکا) پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی کیے گئے تو سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ وہ کہہ رہے

---

[1] بخاري، كتاب الجنائز، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم: ((يعذب الميت ببعض بكاء اهله عليه)) رقم: ١٢٨٧، ١٢٨٨؛ مسلم، رقم: ٩٢٤۔

تھے: ہائے میرے بھائی، ہائے میرے دوست، اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: صہیب! تم مجھ پر روتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ ''بلاشبہ میت پر اس کے بعض گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں نے اس حدیث کا ذکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ مؤمن پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب کرے گا بلکہ آپ نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ کر دیتا ہے۔'' اس کے بعد کہنے لگیں کہ قرآن کی یہ آیت ہی تمہیں کافی ہے کہ کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا ذمہ دار اور اس کا بوجھ اٹھانے والا نہیں۔'' اس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور اللہ ہی ہنساتا اور وہی رولاتا ہے۔

۱۱۵/ ۷۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ، قَالَ: ((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ، وَلِقَاءُ كَ حَقٌّ وَوَعِيدُكَ حَقٌّ وَعَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، وَالْقُبُورُ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ بِكَ آمَنْتُ، وَلَكَ أَسْلَمْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَكَّمْتُ، فَاغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ)) [1]

---

[1] ابن خزيمة، ۲/ ۱۸٤، رقم: ۱۱۵۱؛ مسلم، رقم: ۱۸۰۸ حديث صحيح۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: ''اے اللہ! تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں، آپ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے، کے نور ہیں، تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں، آپ آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے، کو قائم رکھنے والے ہیں، تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں، آپ آسمانوں، زمین اور جو ان کے درمیان ہے سب کے بادشاہ ہیں، تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں، آپ حق ہیں، آپ سے ملاقات حق ہے۔ آپ کی وعید حق ہے، عذاب قبر حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، قیامت حق ہے، قبر حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی حق ہیں۔ اے اللہ! میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں، آپ کا فرمانبردار ہوں، آپ پر بھروسہ کرتا ہوں، آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں، آپ ہی کی وجہ سے جھگڑا کرتا ہوں اور آپ ہی کو حَکَم بناتا ہوں لہٰذا جو کام میں نے پہلے کیے اور بعد میں کیے، چھپ کر کیے اور ظاہر کیے یہ سب مجھے معاف کر دے۔ آپ ہی آگے اور پیچھے کرنے والے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔''

(۲۶) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ زاہد اور وسیع علم رکھنے والے تھے صغرسنی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مکہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت بھی فرمائی۔ پہلی مرتبہ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ ۷۳ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور ذی طویٰ نامی جگہ میں دفن ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۱۶/ ۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ

النَّارِ، فَيُقَالُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ)) ❶

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کا ٹھکانا اسے صبح و شام دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت والوں میں اور اگر وہ دوزخی ہے تو دوزخ والوں میں (ٹھکانا ہوتا ہے) پھر اسے کہا جاتا ہے: یہ ہے تیرا ٹھکانا یہاں تک کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ تجھے اٹھائے گا۔''

مسند احمد کی روایت میں ((فِیْ قَبْرِهٖ)) ''اس کی قبر میں'' کے الفاظ ہیں۔ ❷

مطلب یہ کہ اگر میت جنتی ہے تو صبح و شام قبر میں اس پر جنت پیش کر کے اسے تسلی دی جاتی ہے کہ جب تو اس قبر سے اٹھے گا تو تیرا آخری ٹھکانا یہ جنت ہوگی اور اسی طرح دوزخی کو دوزخ دکھلائی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ساری کارروائی اسی قبر میں ہوتی ہے جس میں مردہ دفن کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس ارضی قبر کے سوا کسی دوسری قبر کا قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبر میں یہ ٹھکانا میت پر پیش کیا جاتا ہے اور میت کسے کہتے ہیں؟ اس سے سب آگاہ ہیں کہ میت وہی ہے جسے دفن کیا جاتا ہے۔ امام بخاری اور دیگر محدثین نے بھی اس حدیث پر یہی باب باندھا ہے: "المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی" یعنی میت پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ "بالغداة والعشی" اس میں دونوں احتمال موجود ہیں یعنی صرف ایک صبح و شام اور یا پھر دوام و استمرار (واللہ اعلم) اور یہ صبح و شام ہماری دنیا کے لحاظ سے ہیں ورنہ مُردوں کے لیے تو نہ کوئی صبح ہے اور نہ ہی کوئی شام ہے۔

۱۱۷/ ۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: ((هٰذَا الَّذِیْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ، وَفُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ، وَشَهِدَهٗ

❶ بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یعرض علیه مقعده بالغداة والعشی، رقم: ۱۳۷۹؛ مسلم، رقم: ۷۲۱۱؛ ترمذی، رقم: ۱۰۷۲؛ نسائی، رقم: ۲۰۷۰؛ ابن ماجه، رقم: ٤۲۷۰؛ مالك فی المؤطا، رقم: ٥٦٤؛ احمد، ۲/ ٦۰۔ ❷ احمد: ۲/ ٦۰۔

سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ، لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً، ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ)) ❶

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سعد بن معاذ کے متعلق) فرمایا: ''یہ وہ شخص ہے جس کے لیے عرش ہل گیا اور آسمان کے دروازے کھل گئی اور ستر ہزار فرشتے اس کے جنازے میں شریک ہوئے۔ البتہ قبر میں انہیں بھی دباؤ ہوا لیکن پھر وہ (دباؤ) ہٹا دیا گیا۔''

۱۱۸/ ۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما، عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: ((اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ)) ❷

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میت پر رونے کی وجہ سے اسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔''

۱۱۹/ ٤۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ، اَنَّ حَفْصَةَ بَكَتْ عَلٰى عُمَرَ، فَقَالَ: مَهْلًا يَا بُنَيَّةُ! اَلَمْ تَعْلَمِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ)) ❸

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر رونا شروع کر دیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے پیاری بیٹی! رک جاؤ، کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی کہ میت پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے؟''

۱۲۰/ ۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ)) فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ، فَقَالَتْ: وَهَلْ تَعْنِي ابْنَ عُمَرَ، اِنَّمَا مَرَّ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى قَبْرٍ، فَقَالَ: ((اِنَّ صَاحِبَ هٰذَا لَيُعَذَّبُ وَاَهْلُهٗ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ)) ثُمَّ قَرَأَتْ:

---

❶ نسائی، کتاب الجنائز، باب ضمة القبر و ضغطته، رقم: ۲۰۵۵، ۲۰۵۷؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم:۱۲۲۔ قال الالبانی: صحیح۔

❷ مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، رقم:۲۱٤۳۔

❸ مسلم، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء......، رقم:۲۱٤۲۔

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ ﴾ [1]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بلاشبہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔''

یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کی گئی تو انہوں نے کہا: ابن عمر بھول گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک (یہودی کی) قبر کے پاس سے گزرے تھے تو فرمایا: ''بے شک اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔'' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت پڑھی:

''کوئی جان کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔''

۱۲۱/ ۶۔ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَخْبَرَهُ، قَالَ: اطَّلَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى اَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ: ((وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟)) فَقِيْلَ لَهُ: اَتَدْعُوْ اَمْوَاتًا؟ فَقَالَ: ((مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ، وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ)) [2]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنویں (جس میں بدر کے مشرک مقتولین کو ڈال دیا گیا تھا) والوں کے قریب آئے اور فرمایا: ''تمہارے رب نے جو تم سے (عذاب کا) وعدہ کیا تھا اسے تم لوگوں نے سچا پالیا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا کہ آپ مردوں کو خطاب کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو البتہ وہ صرف جواب نہیں دے سکتے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو باب "ماجاء فی عذاب القبر" میں لائے ہیں اور اس سے عذاب قبر کا اثبات کیا ہے۔ کیونکہ موت سے لے کر قیامت تک جو عذاب ہوگا اسی کا نام عذاب قبر ہے۔ بدر کے مشرک مقتولین بھی اس عذاب میں مبتلا تھے تبھی تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ ((وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا)) اگر انہیں عذاب نہ ہو رہا ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے۔

[1] ۳۵/ الفاطر: ۱۸؛ ابوداود، کتاب الجنائز، باب فی النوح، رقم: ۳۱۲۹، بخاری، رقم: ۳۹۸۰، ۳۹۸۱؛ مسلم، رقم: ۹۳۲، ۹۳۲۔

[2] بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم: ۱۳۷۰۔

اور پھر آپ کا یہ فرمانا: ((مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ)) بھی اس بات پر بڑی واضح دلیل ہے کہ بدر کے مشرک مقتولین مرتے ہی عذاب قبر میں گرفتار ہو گئے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی عذاب قبر کے اثبات پر واضح دلیل ہے۔

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں والوں سے کلام کی اور ان کو اللہ کا وعدہ یاد دلایا۔ معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے ورنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ بھلا تم نے سچ پا لیا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا وفيه المطابقة للترجمة [1]

۱۲۲/ ۷۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: وَقَفَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى قَلِيْبِ بَدْرٍ فَقَالَ: ((هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟)) ثُمَّ قَالَ: ((اِنَّهُمُ الْاٰنَ يَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ)) فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ، فَقَالَتْ: اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ)) ثُمَّ قَرَأَتْ: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ حَتّٰى قَرَأَتِ الْاٰيَةَ. [2]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''کیا جو (عذاب کا) تمہارے رب نے تم سے وعدہ کر رکھا تھا اسے تم نے سچا پا لیا؟'' پھر آپ نے فرمایا: ''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اب یہ اسے سن رہے ہیں۔'' اس حدیث کا جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا: ''انہوں نے اب جان لیا ہے جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا وہ حق تھا۔''

اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت: ''بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔'' پوری پڑھی۔

مولانا ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: اس حدیث اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب بدر کے کنویں والے مردوں

[1] فيض الباري: ۲/ ۲۱٦۔

[2] بخاري، كتاب المغازي، باب قتل ابي جهل، رقم: ۳۹۸۰، ۳۹۸۱۔

نے اپنے کانوں سے حضرت ﷺ کی کلام اور جھڑک سنی اور اس کو جان لیا تو باقی حواس سے عذاب قبر کا رنج اٹھانا بھی ممکن اور جائز ہے ❶

آیت: ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ اور حدیث قلیب بدر میں تطبیق

☆ آیت ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ اور اس مذکورہ حدیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ آیت عام ہے اور حدیث خاص ہے۔ یعنی عام اصول یہی ہے کہ مردے سن نہیں سکتے تاہم اگر کسی خاص وقت میں اللہ تعالیٰ انہیں کوئی بات سنا دے تو اس سے وہ عام اصول نہیں ٹوٹتا۔

☆ حدیث قلیب بدر میں نبی ﷺ کے ایک خاص معجزے کا ذکر ہے لہٰذا معجزات کو عام اصول کے منافی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

☆ ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت اور حدیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ بلاشبہ مردے نہیں سنتے مگر جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرے تو وہ ایسی شے کو بھی سنا سکتا ہے جو سماع کے قابل نہیں جیسا کہ آسمان وزمین ہیں۔ ❷

☆ آیت مذکورہ میں آپ ﷺ کے مردوں کو سنانے کی نفی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے کی۔ پس بدر کے مشرک مقتولین کو آپ ﷺ کی بات اللہ تعالیٰ نے سنائی ہے۔ لہٰذا آیت اور حدیث میں تعارض نہیں۔

مسئلہ سماع موتی

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کسی مذہب، قوم یا کسی ملک کا لیڈر یا راہنما یا کوئی بڑا آدمی اس دار فانی سے عالم جاوید کی طرف کوچ کر جاتا ہے تو اس کے ماننے والے عموماً تین باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتے ہیں:

1. لیڈر یا راہنما کو بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے۔
2. اس کی کوئی یادگار قائم کی جاتی ہے تاکہ اسے خراج تحسین پیش کیا جاتا رہے۔
3. اس کو معبود بنا لیا جاتا ہے، اس کی قبر پر گنبد و مینار کھڑے کر کے لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کا کام اسے سونپ دیا جاتا ہے اور اسے زندہ انسانوں سے ادراک، قوت، فہم وشعور

---

❶ فیض الباری: ۲/ ۲۱٦۔ ❷ فتح الباری: ۳/ ۲۹۸۔

میں زیادہ سمجھ لیا جاتا ہے جیسا کہ بریلوی عوام کے امام مولوی احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں: بعد مرنے کے سمع اور ادراک عام لوگوں کا یہاں تک کہ کفار کا زائد ہو جاتا ہے۔ [1]

بعض لوگوں نے اضافہ تو نہیں لیکن برابری تسلیم کر کے شرک وکفر کے چور دروازے کھول دیے ہیں۔ دیوبندی عالم سرفراز خاں صاحب لکھتے ہیں: لیکن ادراک وشعور فہم وسماع میں مردے اور زندہ برابر ہیں۔ [2]

برصغیر پاک وہند میں عام مسلمان چونکہ ہندوانہ رسم ورواج اور ثقافت سے متاثر تھے لہٰذا ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی اپنے مذہبی راہنماؤں کی قبروں پر قبے، مزارات، اور مینار کھڑے کر دیئے اور انہیں ایسے علما میسر آ گئے جو بجائے اصلاح کرنے کے ان کے ممد ومعاون بن گئے۔ چنانچہ عوام نے ان قبر والوں کو خدائی صفات کا حامل سمجھنا شروع کر دیا اور ان کے آگے سجدہ ریز ہونا، ونذر ونیاز چڑھانا، منتیں ماننا اور اپنی حاجات رکھنا شروع کر دیں، ایسے افراد کو اگر سوال کیا جائے کہ بھائی یہ بزرگ، پیر صاحب وفات پا چکے ہیں، دنیا سے ان کا رابطہ ٹوٹ چکا ہے، ان کے جسم وروح کے درمیان جدائی ڈال دی گئی ہے۔ ان کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، کان اور دل گویا ہر عضو اپنا کام کرنا چھوڑ چکا ہے اور ان کی کوئی حس زندہ نہیں اگر زندہ ہوتی تو دنیا کا کوئی ڈاکٹر انہیں مردہ قرار نہ دیتا اور نہ ہی کوئی انہیں دفنانے کی جرأت کرتا اس کے باوجود انہیں حاجت روا، مشکل کشا اور زندوں کی پکار سننے والا سمجھتے ہو؟

تو اس کے جواب میں وہ تین باتوں میں سے ایک بات کرتے ہیں:

(الف) جی اکثریت ایسا کرتی ہے ہم کیوں نہ کریں؟

(ب) ہمارے باپ دادا ایسا کرتے آئے ہیں ہم خاندانی طور پر ایسا کرتے ہیں۔

(ج) اللہ تعالیٰ ہماری دعا سنتا نہیں اور ان بزرگوں کی رد نہیں کرتا، اس لیے ہم ایسا کرتے ہیں۔

آیئے قرآن مجید سے ان باتوں کا جواب تلاش کرتے ہیں۔

پہلی بات کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] ملفوظات اعلی حضرت، ص:۱۳۳، مشتاق بک کارنر لاہور۔

[2] سماع الموتی، ص: ۲۲۱، طبع نومبر: ۲۰۰۵۔

﴿ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴾ ❶

''اور دنیا میں اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں، وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔''

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: قرآن کی اس بیان کردہ حقیقت کا بھی واقع کے طور پر ہر دور میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ❷

''آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حق وصداقت کے راستے پر چلنے والے لوگ ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں جس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ حق و باطل کا معیار دلائل وبراہین ہیں، لوگوں کی اکثریت و اقلیت نہیں، یعنی ایسا نہیں ہے کہ جس بات کو اکثریت نے اختیار کیا ہو وہ حق ہو اور اقلیت میں رہنے والے باطل پر ہوں۔ بلکہ مذکورہ حقیقت قرآن کی رو سے یہ زیادہ ممکن ہے کہ اہل حق تعداد کے لحاظ سے اقلیت میں ہوں اور اہل باطل اکثریت میں۔ ❸

دوسری بات کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ ❹

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو، تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا، کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔''

مشرکین مکہ کی عورتیں اور مرد سب کے سب بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے

❶ ٦/ الانعام:١١٦۔ ❷ ١٢/ یوسف:١٠٣۔
❸ احسن البیان، ص:١٨٦۔ ❹ ٥/ المائدہ:١٠٤۔

چنانچہ اس کی بابت جب سوال کیا جاتا تو مختلف حیلے اور بہانے بیان کرتے، ان میں سے ایک حسب ذیل ہے:

﴿ وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا ﴾ [1]

''اور وہ لوگ جب فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے۔''

یعنی کسی غلط کام کے جواز کی یہ دلیل دینا کہ ہمارے تو بڑے ایسا کرتے ہیں، یہ ہمیشہ سے اہل باطل کا جواب رہا ہے۔

تیسری بات کی وضاحت قرآن مجید میں ان الفاظ سے کی گئی:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾ [2]

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے میں قبول کرتا ہوں، اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ عبد (بندہ) بولا ہے جو ہر انسان کے لیے ہے۔ عام ہو یا خاص، نبی ہو یا امتی، ولی ہو یا قطب، پیر ہو یا مرید، اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سنتا ہے۔

اس کے باوجود کئی لوگ غیر اللہ کو پکارنا، ان کے سامنے اپنی فریادیں رکھنا ضروری اور ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ عوام کو اس طرف لگانے کے لیے مختلف انداز و اطوار اور غیر شرعی عقائد و نظریات پر اسلام کا لیبل لگا کر پیش کیا جاتا ہے ان میں سے ایک چور دروازہ سماع موتی کا اثبات یعنی مردوں کے سننے کو برحق سمجھنا ہے، ظاہر ہے جب تک شیطان کے یہ گماشتے عوام کو یہ باور نہیں کروا دیتے کہ فوت شدگان ہماری صرف پکار سنتے ہی نہیں بلکہ ہماری بگڑی سنوارنے اور حاجت روائی پر بھی قادر ہیں اور ان کا ادراک و قوت زندوں سے بھی بڑھ جاتی ہے خواہ مردہ کافر ہی ہو۔ اس وقت تک ان کی گدی، نذرانے، چڑھاوے، اور

[1] ۷/ الاعراف:۲۸۔ [2] ۲/ البقرۃ:۱۸۶۔

حلوے مانڈے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ آیئے دیکھیں قرآن مجید اس مسئلہ پر کیا روشنی ڈالتا ہے:

عدم سماع کے دلائل

دلیل اول:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾ [1]

''جنہیں تم اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے بلکہ قیامت کی دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔''

اس آیت میں کئی امور واضح کیے گئے ہیں۔

(اولاً) اہل بدعت اور مشرکین کی طرف سے موحدین پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ بتوں والی آیات ہمارے نیک اور صالح پیرو مرشد اور اولیا پر فٹ کرتے ہیں۔ آیت مذکورہ میں اس کا واضح طور پر رد کیا گیا ہے کیونکہ اگر محض بت ہوتے تو قیامت کے دن انکار کرنے کا معنی ہی نہیں بنتا اور نہ ہی دنیا میں محض پتھروں اور مورتیوں کو پوجا جاتا ہے بلکہ دنیا میں انبیا، صالحین، فرشتوں اور کئی طرح کی مخلوق کی عبادت ہوتی ہے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے کسی آیت میں بتوں کی تخصیص نہیں کی تو ہم کیسے کر سکتے ہیں؟

معلوم ہوا کہ قیامت کے دن صرف بت ہی نہیں بلکہ جس جس کی بھی اللہ کے علاوہ عبادت ہوتی رہی وہ انکار کر دے گا اور اپنی لاعلمی کا اظہار کرے گا۔

سورۂ یونس میں یہ مسئلہ اس طرح آیا ہے:

﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ

---

[1] ۳۵/ الفاطر: ۱۳، ۱۴۔

وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾
فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ ❶

''اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کی آپس میں پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے وہ شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کے طور پر کافی ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر نہ تھی۔''

(ثانیاً) جن لوگوں کو پکارا جاتا ہے، آواز دی جاتی ہے، وہ پکار و آواز نہیں سنتے۔

(ثالثاً) اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو مدد کرنے پر قادر نہیں کیونکہ وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اتنا بے اختیار اور عاجز فرد کیسے دوسرے کی مدد کرسکتا ہے۔

(رابعًا) غیر اللہ کو ایسا پکارنا شرک ہے۔

دلیل دوم:

سورہ یونس کی مذکورہ آیات نمبر ۲۸۔۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرکوں کی پکار کا یہ لوگ انکار کردیں گے اور اپنی بے خبری کا اعلان کردیں گے، جس سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی نیک ہو حتیٰ کہ نبی و رسول ہو، ولی یا پیر ہو، فوت ہونے کے بعد اسے دنیا کے حالات کا علم نہیں ہوتا، اس کے متبعین اور عقیدت منداسے مدد کے لیے پکارتے ہیں، اس کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں، اس کی قبر پر میلے ٹھیلے کا انتظام کرتے ہیں لیکن وہ بے خبر ہوتا ہے اور ان تمام چیزوں کا انکار ایسے لوگ قیامت کے دن کریں گے۔ ❷

دلیل سوم:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ﴿٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ﴿٦﴾ ﴾ ❸

❶ ۱۰/ یونس:۲۸، ۲۹۔ ❷ ملخص احسن البیان، ص:۲۷۶۔ ❸ ۴۶/ الاحقاف:۵، ۶۔

''اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔''

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی ان پکارنے والوں کی آواز سرے سے پہنچتی ہی نہیں، نہ وہ خود اپنے کانوں سے سن سکتے ہیں نہ کسی ذریعہ سے ان تک یہ اطلاع پہنچتی ہے کہ دنیا میں انہیں کوئی پکار رہا ہے، اس ارشاد الٰہی کو تفصیلاً یوں سمجھئے کہ دنیا بھر کے مشرکین خدا کے سوا جن ہستیوں سے دعائیں مانگتے رہے ہیں وہ تین اقسام پر منقسم ہیں:

ایک بے روح اور بے عقل مخلوقات۔

دوسرے وہ بزرگ جو گزر چکے ہیں۔

تیسرے وہ گمراہ انسان جو خود بھی بگڑے ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی بگاڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

پہلی قسم کے معبودوں کا تو اپنے عابدوں کی دعاؤں سے بے خبر رہنا ظاہر ہی ہے۔ رہے دوسری قسم کے معبود جو اللہ کے مقرب بندے تھے تو ان کے بے خبر رہنے کی دو وجوہ ہیں: ایک یہ کہ وہ اللہ کے ہاں اس عالم میں ہیں جہاں انسانی آوازیں براہ راست ان تک نہیں پہنچتیں۔ دوسرا یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی ان تک یہ اطلاع نہیں پہنچاتے کہ جن لوگوں کو یہ بزرگ ساری عمر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا سکھلاتے رہے تھے وہ اب الٹی آپ سے دعائیں مانگ رہے ہیں، اس لیے کہ اس اطلاع سے بڑھ کر ان کو صدمہ پہنچانے والی کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور اللہ اپنے نیک بندوں کی ارواح کو اذیت دینا ہرگز پسند نہیں کرتا، اس کے بعد تیسرے قسم کے معبودوں پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان کے بھی بے خبر رہنے کی دو وجوہ ہیں: ایک یہ کہ وہ ملزموں کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی حوالات میں بند ہیں جہاں دنیا کی کوئی آواز نہیں پہنچتی۔ دوسرے یہ کہ اللہ اور اس کے فرشتے بھی انہیں یہ اطلاع نہیں پہنچاتے کہ تمہارا مشن دنیا میں خوب کامیاب ہو رہا ہے اور لوگ تمہارے پیچھے تمہیں معبود بنائے بیٹھے ہیں، اس لیے کہ یہ

خبریں ان کے لیے مسرت کا موجب ہوں گی اور اللہ ان کو ہرگز خوش کرنا نہیں چاہتا۔ [1]

دلیل چہارم:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہوا نہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔''

اس آیت میں نیند اور موت کے مابین مشابہت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ روح قبض کر لیتا ہے، ہاں جس کی زندگی ابھی باقی ہوتی ہے اس کی روح واپس بھیج دیتا ہے اور جس کا وقت پورا ہو چکا ہو اس کی روح روک لیتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا نیند میں، جسے موت کی چھوٹی بہن کہا جاتا ہے، آدمی سنتا ہے؟ سب جانتے ہیں کہ نہیں سنتا، اگر سنتا ہو تو اسے سویا ہوا نہیں کہتے حالانکہ نیند کی حالت میں روح کا جسم کے ساتھ کافی حد تک تعلق بھی ہوتا ہے۔ نبض اور خون چل رہے ہوتے ہیں، سانس آ جا رہی ہوتی ہے، کروٹ بدل سکتا ہے، نظامِ ہضم چلتا رہتا ہے۔ لیکن موت میں تو ہر قسم کا تعلق منقطع ہو چکا ہوتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک صحت مند زندہ انسان جو سو چکا ہے وہ تو نہ سنتا ہو لیکن ایک مردہ جس کے حواس معطل ہو چکے ہیں، سانس کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے، اس سے کروٹ بدلنے کا اختیار چھین لیا گیا ہے، نظامِ ہضم جواب دے چکا ہے، وہ سنتا ہے! ایسا ممکن نہیں بلکہ قرآن مجید نے دونوں حالتیں بیان کر کے بھی یہ مسئلہ واضح کر دیا ہے کہ سویا ہوا اور مرا ہوا انسان دنیا میں ہونے والے واقعات وحوادث اور تبدیلیوں سے لاعلم رہتا ہے۔

سونے والوں کی حالت سورۃ الکہف میں اصحاب کہف کا واقعہ بیان کر کے واضح کی۔

---

[1] تفهيم القران تحت آيات سورة الاحقاف: ٦٠٢، ٦٠٤۔ [2] ٣٩/ الزمر: ٤٢۔

جب یہ نو جوان تین سو نو برس بعد بیدار ہوئے تو انہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کتنی مدت گزر چکی ہے۔ وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے رہے۔ ❶

مرنے والے کا واقعہ سورۂ بقرہ میں بھی بیان کیا گیا ہے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے سو سال موت سے ہمکنار رکھا، زندہ کرنے کے بعد دریافت کیا تو اس نے بھی یہی کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ موت کے عالم میں رہا ہوں۔ اسے اپنے پاس موجود گدھے کی موت کا اور اس کی بھوک پیاس کا بھی علم نہ ہو سکا۔

ثابت ہوا کہ انسان نیند میں زندگی ہونے کے باوجود نہیں سن سکتے، مرنے کے بعد جب زندگی چھین لی جاتی ہے تب تو بدرجہ اتم نہیں سن سکتے۔

دلیل پنجم:

﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۝ ﴾ ❷

دلیل ششم:

﴿ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۝ ﴾ ❸

"بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہوں۔"

دلیل ہفتم:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۝ ﴾ ❹

"بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔"

بعض لوگ ان واضح آیات کی مختلف توجیہات کر کے ان کے اصل مفہوم کو تبدیل کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً:

توجیہ اول: ان آیات میں مردے سے حقیقی مردہ نہیں بلکہ کافر مراد ہے جو اس کا مجازی معنی ہے۔

❶ ۱۸/ الکھف: ۱۹۔ ❷ ۲۷/ النمل: ۸۰۔

❸ ۳۰/ الروم: ۵۲۔ ❹ ۳۵/ فاطر: ۲۲۔

تجزیہ: اس کا جواب دو طرح کا ہے۔

(۱) اصول ہے کہ جب کسی لفظ کا حقیقی معنی مراد نہ لیا جا سکتا ہو اس وقت مجازی معنی لیا جاتا ہے۔ اور یہاں حقیقی معنی لیا جا سکتا ہے اس کی تائید موقوف اور مرفوع روایات سے ہوتی ہے۔

مرفوع: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قلیب بدر (وہ کفار جو جنگ بدر میں قتل ہوئے اور مسلمانوں نے انہیں بدر کے کنویں میں پھینک دیا تھا) میں پھینکے گئے کفار کو مخاطب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اَتُنَادِیْهِمْ بَعْدَ ثَلَاثٍ وَهَلْ یَسْمَعُوْنَ؟ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی﴾ کیا آپ تین دن کے بعد انہیں مخاطب کر رہے ہیں اور کیا یہ سن رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' [1]

باقی باتوں سے ابھی بحث نہیں صرف اتنا ثابت کرنا مقصود ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت حقیقی مُردوں کے متعلق پڑھی لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے عمر! اس سے حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی معنی میں زندہ کفار مراد ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کر کے اس تفسیر کے حدیث تقریری ہونے پر مہر ثبت کر دی۔

موقوف: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ بات پہنچی کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قلیب بدر والوں کے متعلق حدیث بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں میں جھانک کر ان سے بات کی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ اب میری باتیں سن رہے ہیں تو ام المؤمنین نے فرمایا: عبداللہ بھول گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا کہ جو میں انہیں کہا کرتا تھا اب انہیں اس کا علم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ الفاظ کی تردید میں یہی مذکورہ بالا آیات تلاوت کیں کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اور آپ قبروں والوں کو نہیں سنا سکتے۔ [2]

قلیب بدر والوں نے سنا تھا کہ نہیں؟ یہ بحث الگ ہے، ان سطور میں ہم یہ ثابت کرنا

---

[1] احمد ۳/ ۲۸۷ وسندہ صحیح علی شرط مسلم۔

[2] بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل، رقم: ۳۹۷۹، ۳۹۸۱۔

چاہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات میں وہ کفار مراد نہیں لیے جو حق بات نہیں سنتے بلکہ حقیقی مردے مراد لیے ہیں۔

ثانیاً: اور اگر مجازی معنی لے بھی لیں تو پھر بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان دونوں آیتوں سے مردوں کی عدم سماعت پر استدلال کرنا کوئی بعید نہیں، اس لیے کہ لوگوں میں یہ بات معروف تھی کہ مردے حقیقت میں نہیں سنتے، اس لیے ان کے ساتھ زندہ کفار کو تشبیہ دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن کے ساتھ کفار کو تشبیہ دی گئی ہے ان میں عدم سماع کی قوت بدرجہ اولیٰ پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر یہ کہا جائے کہ زید شیر کی طرح بہادر ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ شیر بھی بہادر ہے بلکہ شیر میں زید سے زیادہ شجاعت پائی جاتی ہے، اسی طرح ان دونوں آیتوں میں اگرچہ گفتگو کفار کے بارے میں ہے اور انہیں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے سنتے ہیں بلکہ عربی زبان سے واقف ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ اس تشبیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں میں نہ سننے کا مادہ کفار سے زیادہ پایا جاتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے۔ [1]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

﴿وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ فتمثيل لحال الكفرة بحال الموتى ولا نزاع في ان الموتى لا تسمع. [2]

''اور آپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔'' اس میں کافروں کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کہ مردے نہیں سنتے۔''

توجیہ ثانی: ان آیات میں ''اِسماع'' سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں یعنی مردے سنتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سنا نہیں سکتے۔

اول: اگر اس توجیہ کو تسلیم کر لیا جائے تو نظریہ مختار کل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز پر با اختیار

---

[1] مسئلہ سماع موتی، ص:۳۲، تالیف علامہ نعمان آلوسی، طبع مکتبہ سلفیہ لاہور۔

[2] شرح عقائد: ۲/ ۲۲۱، بحوالہ قبر پرستی اور سماع موتی از محمد قاسم خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ص:۶۴۔

ہیں، ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اس مفہوم سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ مُردوں کو سنانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

دوم: علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اذا انتفی الاسماع الذی هو الاصل فالسماع الذی هو الفرع انتفی بالطریق الاولی۔ [1]

"جب سنانے کی نفی ہو گئی جو کہ اصل ہے تو سننا جو کہ فرع ہے اس کی تو بالاولیٰ نفی ہو گئی۔"

سوم: ان آیات میں جہاں قبر والوں کو سنانے کی نفی ہے وہاں ساتھ ہی بہروں کو بھی سنانے کی نفی ہے جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہوں۔ اگر مذکورہ توجیہ تسلیم کر لی جائے تو لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بہروں کو سنا تو نہیں سکتے لیکن وہ خود سن لیتے ہیں۔ کیا کوئی یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے؟

چہارم: یہ مفہوم کہ یہاں سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں، رسول اکرم ﷺ صحابہ اور تابعین سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی عربی مقولہ اور شعر وغیرہ دلالت کرتا ہے، یہ محض منہ کی بات ہے۔

پنجم: سننے کی نفی دو سبب سے ہوتی ہے ایک سنانے والے میں نقص اور عیب ہو جس کی وجہ سے وہ سنا نہ سکتا ہو۔ اور دوسرا جسے سنانا ہے اس میں کوئی ایسی خامی اور کمزوری ہو جس کی وجہ سے وہ سن نہ سکے۔

مذکورہ بالا آیات میں پہلا سبب تو ممکن نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ذمہ داری ہی سنانا اور تبلیغ کرنا تھی۔ اس سنانے میں کمی کوتاہی تو ہو ہی نہیں سکتی۔ لامحالہ دوسرا سبب ماننا پڑے گا کہ قبر والوں میں سننے کی خامی اصالۃً اور حقیقی ہے اور مجازی مردے یعنی کفار میں دلوں اور کانوں پر بوجہ مہر کے نقص پایا جاتا ہے۔

توجیہ ثالث: یہاں نفع دینے والے سنانے کی نفی ہے یعنی جیسے مردے کسی کی بات سن تو لیتے

---

[1] شرح عقائد: ۲/ ۱۲۳۔

ہیں لیکن اس سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی طرح کفار کی حالت ہے کہ وہ ہدایت کی باتیں سن تو لیتے ہیں لیکن فائدہ نہیں اٹھاتے۔

اول: تشبیہ کے چار ارکان ہوتے ہیں۔

(۱) مشبہّ: جس کو تشبیہ دی جا رہی ہے۔

(۲) مشبہّ بہ: جس کے ساتھ کسی کو تشبیہ دی جا رہی ہے۔

(۳) وجہ شبہ: جس وجہ سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔

(۴) اداۃِ تشبیہ: ایسا حرف جو تشبیہ پر دلالت کرے۔ یہ بسا اوقات حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ وہ سبب جس کی وجہ سے تشبیہ دی جا رہی ہے مشبہّ بہ میں مشبہّ کے مقابلے میں زیادہ ظاہر اور زیادہ قوی ہوتا ہے۔ [1]

قائلین سماع موتی بھی مانتے ہیں کہ ان آیات میں مردے مشبہّ بہ، کفار مشبہّ ہیں اور مذکورہ توجیہ کے مطابق وجہ شبہ عدم نفع والا سماع ہے۔

مذکورہ اصول کے مطابق یہ وجہ شبہ مُردوں میں زیادہ ظاہر اور زیادہ قوی ہونی چاہیے لیکن جب ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ کفار ہدایت کی باتیں سن تو لیتے ہیں لیکن اس سننے سے نفع حاصل نہیں کرتے مگر مردوں کے متعلق یہ بات قطعاً نہیں ملتی۔ یہ محض سماع موتی کے قائلین کے اقوال ہیں۔

جب وجہ شبہ ہی قرآن وحدیث میں مذکور نہیں تو تشبیہ کیسے دی جا سکتی ہے؟ بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس توجیہ کے مطابق تشبیہ الٹ ہو جاتی ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سماعت کے قائلین دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ مردے سنتے تو ہیں لیکن سننے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں ان لوگوں نے آیت کے اندر تشبیہ کو الٹ دیا ہے اور مشبہ بہ کو مشبہ بنا دیا ہے اس لیے کہ نفع کی قید ان زندہ کفار پر صادق آتی ہے جو سنتے تو ہیں لیکن فائدہ نہیں اٹھاتے جیسا کہ معروف ہے لہٰذا یہ کیسے جائز ہوا کہ مردوں کو مشبہ اور کفار

[1] البلاغة الواضحة، ص: ٢٠۔

کو مشبہ بہ قرار دیا جائے جبکہ مردے بالکل نہیں سنتے۔ آیت کے اندر جو تشبیہ بیان کی گئی ہے وہ صحیح ہے اور استفادہ کی قید باطل ہے اگر کوئی قطعی دلیل ہوتی کہ مردے مطلقاً سنتے ہیں تو اس قسم کی قید صحیح ہوتی بلکہ اس پر ایمان لانا واجب ہوتا اور نصوص کے درمیان تعارض دور کرنا ضروری ہوتا لیکن ایسی کوئی دلیل نہیں بلکہ سارے دلائل ہی اس کے خلاف ہیں۔ [1]

ثانیاً: ان آیات میں کفار کو نہ سنانے میں بہروں کے ساتھ بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ اگر مذکورہ توجیہ تسلیم کر لی جائے تو ماننا پڑے گا کہ بہرے بھی سن تو لیتے ہیں مگر نفع حاصل نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں۔

ثالثاً: اگر یہ توجیہ تسلیم کر لیں تو پچھلی توجیہ غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ پچھلی توجیہ میں یہ بات کہی گئی تھی کہ سنانے کی نفی ہے سننے کی نہیں۔ لیکن یہاں یہ بات ہے کہ سنانے سے سن تو لیتے ہیں لیکن فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

رابعاً: ان آیات میں جیسے کفار کو مردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی اگلی آیات میں انہیں اندھوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو اب اگر یہ کہا جائے کہ زندہ کافر دیکھتے تو تھے لیکن فائدہ نہیں اٹھاتے تھے اسی طرح نابینا دیکھتا تو ہے لیکن فائدہ نہیں اٹھاتا تو یہ بالکل غلط اور فضول بات ہوگی۔ چنانچہ اسی طرح مردوں والی تشبیہ میں بھی یہ معنیٰ نہیں ہو سکتا۔

دلیل ہشتم:

﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴾ [2]

”زندہ اور مردے برابر نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنوا دیتا ہے اور آپ انہیں نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔“

اس آیت میں زندوں اور مردوں کو حقیقت پر رکھا جائے یا تشبیہ مانی جائے کہ زندوں سے مؤمن اور مردوں سے کافر مراد ہیں، ہر دو صورتوں میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندہ انسان اور مردہ برابر نہیں۔ کیونکہ زندہ چلتا پھرتا، پکڑتا، سنتا اور پہچانتا ہے لیکن مردہ نہ چل سکتا ہے نہ

[1] مسئلہ سماع موتی، ص:۳۲، ۳۳۔ [2] ۳۵/ فاطر:۲۲۔

اپنے آپ کو غسل دے سکتا ہے، نہ کسی چیز کو پکڑ سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مرنے کے بعد مردے کا ادراک اور قوت زندوں سے بڑھ جاتی ہے تو اس آیت کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ اس میں برابری کی ممانعت ہے۔ تو جب برابری نہیں ہو سکتی تو مردہ زندوں سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟ یہ نظریہ بریلوی مکتب فکر کا ہے جبکہ دیو بندی حیاتی گروپ کا یہ نظریہ ہے کہ ادراک و شعور، فہم و سماع میں مردے اور زندے برابر ہیں۔ [1] اگر یہ مان لیا جائے تو حسب ذیل باتیں لازم آتی ہیں:

اول: قرآن مجید کی اس آیت کا اور دیگر کئی آیات کا انکار لازم آتا ہے جن میں مردوں اور زندوں کی برابری کی نفی کی گئی ہے۔

ثانی: اگر برابری تسلیم کر لی جائے تو کونسا زندہ انسان ہے جو منوں مٹی کے نیچے دبا ہوا ہو اور باہر کی آواز سن سکے یا آواز دینے والے کو پہچان سکے؟ ایسا ممکن نہیں لہٰذا لازم آتا ہے کہ مردے کا ادراک و شعور فہم و سماع زندوں سے زیادہ ہو جاتا ہے جس کو یہ حضرات خود بھی تسلیم نہیں کرتے۔

ثالث: اگر مرنے والا زندگی میں بہرہ تھا اور مرنے کے بعد اس کا سننا اور پہچاننا تسلیم کر لیا جائے تو زندہ سننے والے، دیکھنے والے سے بڑھ جائے گا جو کہ یہ حضرات خود تسلیم نہیں کرتے اور اگر مرنے کے بعد بھی یہ نہیں سنتا اور نہ پہچانتا ہے تو مسئلہ سماع موتی ختم ہو جاتا ہے یا پھر انہیں تخصیص کرنی پڑے گی کہ زندے بہرے مرنے کے بعد نہ سنتے ہیں نہ پہچانتے ہیں تو ایسی صورت میں تخصیص کی دلیل درکار ہوگی جو کہ ندارد ہے۔

رابع: اگر برابری والی بات تسلیم کر لی جائے تو سرفراز خان صاحب کی یہ عبارت اور نظریہ غلط ٹھہرتا ہے کہ نیند کی حالت میں ادراک و شعور ایک گونہ معطل ہو جاتا ہے اور انسان بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ نیند کی حالت میں طلاق و عتاق اور اسلام و ردّت وغیرہ کسی چیز کا اعتبار نہیں ہوتا اور قبر میں اعادہ روح کے بعد میت کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میت میں ادراک و شعور اور علم باقاعدہ ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] سماع موتی، ص:۲۲۱ از سرفراز خان صفدر۔

[2] مسئلہ سماع موتی، ص:۳۲۱، ۳۲۲۔

غور فرمائیں کہ زندہ سویا ہوا انسان ادراک وشعور سے عاری ہے لیکن مردہ زندوں سے ادراک وشعور میں بڑھ گیا ہے۔ معلوم ہوا برابری یہ بھی تسلیم نہیں کرتے یہ محض ان کی مغالطہ آمیزی ہے۔

خامس: سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں: مردہ یا زندہ دور ہو تو تمام اہل حق کا اس پر اتفاق ہے کہ عادۃً وہ دور سے نہیں سنتا۔ [1]

مذکورہ آیت کے تحت یہ بات بھی غلط ٹھہرتی ہے کیونکہ عادۃً زندہ کب مٹی کی اتنی موٹی تہہ کے نیچے سے سن سکتا ہے بلکہ اگر درمیان میں دیوار حائل ہو جائے پھر بھی عادتاً نہیں سن سکتا۔

اب یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مردہ اور زندہ برابر نہیں۔ ایسی صورت میں ان کا سارا تانا بانا بکھر جاتا ہے۔ یا دونوں کو برابر تسلیم کر لیا جائے تو ایسی صورت میں قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور مشاہدہ کا انکار لازم آتا ہے۔

دلیل نہم:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۞ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ۞ ﴾ [2]

”واقعی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا (پورا) کر دیں اگر تم سچے ہو ۝ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلا لو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا بھی مہلت نہ دو۔“

ایک تو یہ معلوم ہوا کہ مشرکین جن کو پکارا کرتے تھے وہ محض بت ہی نہیں تھے بلکہ ان

[1] سماع موتی، ص: ۲٦٤۔ [2] ۷/ الاعراف: ۱۹٤، ۱۹۵۔

کے پیچھے ایک عقیدہ کارفرما ہوتا تھا، بت تو فقط بزرگوں کی عقیدت اوران کا تصور قائم کرنے کے لیے تراشے گئے تھے۔ گو کہ ان آیات کے پس منظر میں مشرکین مکہ ہیں لیکن اصول یہ ہے کہ سبب کے خاص ہونے سے حکم کا خاص ہونا لازم نہیں آتا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جن انسانوں کو مرنے کے بعد پکارا جائے گا شکل اس کی کوئی بھی ہو۔ خواہ بتوں میں ڈھال لیں یا ڈھیری کی صورت میں ہو۔ نہ کسی چیز کو پکڑ سکتے ہیں، نہ چل سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، اور نہ ہی کسی بات کا جواب دے سکتے ہیں نیز مشاہدہ بھی یہی ہے۔

دلیل دہم

﴿ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴾ ❶

''وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ زندہ کر کے اٹھائے گا پھر سب اللہ ہی کی طرف لائے جائیں گے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے سننے والوں کے مقابلے میں مُردوں کا تذکرہ کیا ہے جس کا یہ مطلب بنتا ہے کہ مردے نہیں سنتے اور اگر مردوں میں سماع مانا جائے تو یہ تقابل درست نہیں ہوسکتا اور اگر یہاں کفار مراد لیے جائیں تو بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قبر والے نہیں سنتے

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

اوران کافروں کی حیثیت تو ایسی ہے جیسے مردوں کی ہوتی ہے، جس طرح وہ سننے اور سمجھنے کی قدرت سے محروم ہیں یہ بھی چونکہ اپنی عقل وفہم سے حق کو سمجھنے کا کام نہیں لیتے اس لیے یہ بھی مردہ ہیں۔ ❷

یہی مفہوم حسب ذیل تفاسیر میں بھی ہے۔

(۱) تفسیر طبری:۱۱/۲۴۱۔ (۲) تفسیر بیضاوی:۱/۲۵۹۔ (۳) الکشاف:۲/۱۱۱۔

قارئین! قرآن مجید کی ان آیات بینات سے یہ بات واضح ہوئی کہ مسئلہ سماع موتی میں حق بات اور درست عقیدہ یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ یہ کہنا کہ مرنے کے بعد انسان میں زندوں کی بات سننے اور سمجھنے کی قوت زیادہ ہو جاتی ہے۔ سراسر قرآنی عقیدے کے

❶ ٦/الانعام:٣٦۔ ❷ احسن البیان، ص:١٧١۔

خلاف ہے۔

سماع موتی کے قائلین کے دلائل اور ان کا تجزیہ

قانون الٰہی اور قدرت الٰہی میں فرق ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک قانون بناتے ہیں اور بسا اوقات اس قانون سے کسی چیز کو اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، مثلاً فرمایا:

﴿ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ﴾ [1]

''بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا ہے۔''

لیکن آدم، اماں حواء اور عیسیٰ علیہم السلام کو اس قانون سے مستثنیٰ قرار دیا۔

اب اگر کوئی اس استثنائی صورت کو دلیل بنا کر کسی بچے کے متعلق دعویٰ کرے کہ یہ بغیر نطفہ کے ہے تو اس کی بات ہرگز تسلیم نہیں کی جائے گی کیونکہ استثنائی شکل پر قانون نہیں بنتا۔

بالکل اسی طرح جب قرآن مجید میں واضح طور پر مردے کا عدم سماع موجود ہے تو جس جس شکل میں اس کا سننا ثابت ہے بس اسے وہیں تک محدود سمجھا جائے گا کیونکہ یہ اصل قانون سے استثنائی شکلیں ہیں۔ ان باتوں کو سامنے رکھ کر سماع الموتی کو ہر وقت تسلیم کر لینا بے اصولی اور بہت بڑی غلط فہمی ہے اور شرک کے چور دروازے کی پشت پناہی ہے کیونکہ مردوں کے نام پر خاندانوں کی پرورش کرنے والوں کا سارا کاروبار ہی سماع موتی کی بنیاد پر قائم ہے۔ یہ مزارات، یہ چلے کشیاں، یہ زیارات و مکاشفات، یہ حاجت روائیاں اور مشکل کشائیاں اور تصرفات امور، الغرض جتنی اس طبقہ کو اس چور دروازے کی پشت پناہی اور حفاظت کی ضرورت ہے اور کسی مسئلہ کی نہیں۔ اس تفصیل کے بعد قائلین سماع موتی کے دلائل سمجھنے میں کافی آسانی ہوگی۔

دلیل اول اہل قلیب بدر

بدر کے میدان میں جو کفار قتل ہوئے تھے انہیں پکڑ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا

[1] ۷۶/ الدھر:۲۔

گیا تھا تو رسول اکرم ﷺ نے تین دن کے بعد کنویں پر کھڑے ہو کر ان سے بات کی چنانچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قلیب بدر والوں پر جھانکا اور فرمایا: ((وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا)) ''کیا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا اسے سچا پایا ہے؟'' آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ مردوں سے بات کر رہے ہیں؟ فرمایا: ''تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے۔'' ❶

تجزیہ

قائلین سماع موتی کا قانون ہے خواہ بریلوی مکتب فکر سے ان کا تعلق ہو یا دیوبندی حیاتی گروپ سے کہ عقائد میں خبر آحاد کام نہیں دیتی، عقیدہ ثابت کرنے کے لیے خبر متواتر مفید ہے۔ ❷

(۱) اصول کے مطابق اس حدیث کو متواتر ثابت کریں۔

(۲) یہ معجزات نبوی میں شمار ہوتا ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہی دوسری جگہ یہ فرمان نبوی ہے کہ ((اِنَّهُمُ الْآنَ يَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَهُمْ)) کہ میں جو انہیں کہہ رہا ہوں اسے اب یہ سن رہے ہیں۔'' ❸ لہٰذا اسے عموم پر محمول کرنا درست نہیں۔

(۳) اس حدیث میں پانچ ایسے قرینے ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ خاص اسی وقت کے لیے تھا۔

(۱) ((اِنَّهُمْ)) بے شک یہ کنویں والے (۲) ((اَلْآنَ)) اب (۳) ((يَسْمَعُوْنَ)) کنویں والے سن رہے ہیں۔ (۴) ((مَا اَقُوْلُ)) جو میں کہہ رہا ہوں۔ (تمہاری بات نہیں) (۵) ((لَهُمْ)) جو کنویں والوں سے کہہ رہا ہوں (جو تم سے کہہ رہا ہوں وہ اسے نہیں سنتے)۔

مطلب یہ ہوا کہ صرف یہ مخصوص کنویں والے مردے سن رہے ہیں عام کی بات نہیں اور یہ بھی صرف اب سن رہے ہیں اس سے پہلے نہ سنا ہے اور نہ اس کے بعد سنیں گے اور

❶ بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم:۱۲۸۱۔

❷ آنکھوں کی ٹھنڈک، ص:۲۴۔۲۵، از سرفراز خان صفدر، دل کا سرور، ص:۱۲۱، از سرفراز خان صفدر؛ جاء الحق، ص:۵۱، از مولانا احمد یار خان نعیمی۔ ❸ رقم:۳۶۸۲۔

صرف اسی بات کو سن رہے ہیں جو میں ان کو کہہ رہا ہوں تمہاری بات کو نہیں سن رہے اور نہ جو میں تم سے باتیں کر رہا ہوں وہ سن رہے ہیں۔

معلوم ہوا یہ واقعہ خوارق عادت اور معجزات میں شمار ہوتا ہے اس سے عام قانون ثابت کرنا انصاف نہیں۔

(۴) صحیح بخاری اور دیگر احادیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی ﷺ نے قلیب بدر والوں سے بات کی تو صحابہ نے حیرانگی کے ساتھ سوال کیا کہ آپ ان سے کیسے بات کر رہے ہیں حالانکہ یہ مر چکے ہیں بلکہ مسند احمد: ۳/ ۲۸۷؛ البدایۃ والنھایۃ: ۳/۲۹۴ پر ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے) آیت بھی پڑھی تھی۔

اس سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ مردے سنتے نہیں۔ دوسرا نبی ﷺ نے جو جواب دیا کہ "تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔" یہ بھی دلالت کر رہا ہے کہ صرف اور صرف سماع انہی مردوں کے متعلق تھا نہ کہ عام کے لیے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی ﷺ فرماتے کہ ہاں مردے بھی سنتے ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ دلیل رد کر دیتے اور فرماتے کہ اس آیت کا مطلب عدم سماع والا نہیں۔ لیکن نبی ﷺ نے اس استدلال کا رد نہیں فرمایا بلکہ جواب میں محض قلیب بدر والوں کے سماع کی وضاحت کر دی۔

معلوم ہوا کہ یہ واقعہ مخصوص اور استثنائی شکل کا حکم رکھتا ہے۔

(۵) اگر اس حدیث سے عام قانون ثابت مان لیا جائے تو قرآنی آیات سے تعارض لازم آتا ہے جو کہ محال ہے کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں وحی ہیں اور وحی میں تعارض نہیں ہو سکتا۔

لامحالہ اس واقعہ کو استثنائی صورت اور معجزات و خوارق عادت کے زمرے میں شمار کرنا پڑے گا۔

(۶) دور نبوی میں کئی کفار اور مؤمنین بھی فوت ہوئے لیکن قلیب بدر والوں کے علاوہ کسی مردے سے نبی ﷺ کا بات کرنا اور خطاب کرنا ثابت نہیں اگر یہ عام ہوتا تو صحابہ اس قدر حیرانگی کا اظہار نہ فرماتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ واقعہ استثنائی صورت کا حکم رکھتا ہے۔

دلیل ثانی: مردے کا جوتوں کی آواز سننا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ آنے والے دفنا کر واپس چلے جاتے ہیں تو ((اِنَّهٗ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ......)) وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوالات کرتے ہیں۔'' [1]

تجزیہ

(۱) قائلین سماع موتی کے متفقہ اصول کے مطابق اس روایت سے عقیدے کا مسئلہ اخذ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خبر واحد ہے۔

(۲) یہ بھی خاص اور استثنائی صورت ہے کیونکہ اس سے عام قاعدہ ماننے کی صورت میں قرآن مجید سے تعارض لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔

(۳) بعض علما نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ فرشتوں کے جلدی آنے سے کنایہ ہے یعنی حدیث میں سماع موتی بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ فرشتوں کا فوراً آنا بیان کرنا مقصود ہے کہ ابھی دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہی ہیں اور ان کی آواز بھی سنائی دے رہی ہوتی ہے کہ فرشتے آ جاتے ہیں۔

(۴) قائلین سماع موتی کے نظریے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ خاص صورت ہے کیونکہ جب تک میت کو دفنا نہیں لیا جاتا اس کے سننے کے یہ حضرات بھی قائل نہیں چنانچہ سرفراز خاں صفدر صاحب اپنی کتاب سماع موتی کے ٹائٹل پر لکھتے ہیں: اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جمہور امت عند القبور سماع الموتی کی قائل ہے۔

احمد رضا خاں بریلوی صاحب سے سوال ہوا: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار سماع موتی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں، وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہے، مردے کون ہیں جسم۔ روح مردہ نہیں اور بے شک جسم نہیں سنتا، سنتی روح ہے، روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے۔ [2]

---

[1] بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق نعالھم، رقم:۱۳۳۸۔

[2] ملفوظات، ص:۳۱۶۰۳۱۵، مشتاق بک کارنر لاہور۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میت جو ابھی گھر میں پڑی ہے وہ سنتی ہے کہ نہیں؟ اگر سنتی ہے تو ان لوگوں کا نظریہ غلط ٹھہرتا ہے جسے ثابت کرنے کے لیے یہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور اگر نہیں سنتی جیسا کہ ان حوالوں سے بات واضح ہو رہی ہے تو ہمارا مدعیٰ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ خاص صورت ہے مردہ ہر وقت اور ہر بات نہیں سنتا۔

(۵) سرفراز خاں صفدر صاحب کی ایک اور عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ استثنائی اور خاص صورت ہے۔ لکھتے ہیں: ادراک وشعور فہم وسماع میں مردے اور زندہ برابر ہیں۔ [1]

کسی بھی زندہ انسان کو مٹی کی اتنی موٹی تہہ کے نیچے دبا دیا جائے جتنی کہ مردے کے اوپر پڑتی ہے (اولا) تو وہ دم گھٹ کر مر جائے گا (ثانیا) وہ محض اوپر چلنے والوں کی آہٹ تو محسوس کر لے گا لیکن ان کی پکار نہیں سن سکے گا۔

معلوم ہوا کہ یہ خاص شکل ہے اس سے عام قانون ثابت کرنا درست نہیں۔

(۶) ایک اور دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خاص صورت ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ فرشتے جب سوال وجواب کر لیتے ہیں تو میت اگر صحیح جواب دے دے تو اسے کہا جاتا ہے: ((نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ)) ''دلہن کے سونے کی طرح سو جا۔'' اور اگر جواب نہ دے سکے تو اسے عذاب شروع ہو جاتا ہے، زمین اس پر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں دھنس جاتی ہیں۔ [2]

غور فرمائیں فرشتوں کے آنے سے پہلے وہ قدموں کی آہٹ سنتا ہے اور اگر نیک ہے تو اسے سلا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے جو سو جائے کسی آواز کو نہیں سنتا جیسا کہ سرفراز خاں صاحب لکھتے ہیں کہ نیند کی حالت میں ادراک وشعور ایک گونہ معطل ہو جاتا ہے اور انسان بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے۔ [3]

اور اگر بے ایمان ہے تو اس کی سزا شروع ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے ایسا فرد جسے موت سے بھی بدتر سزا دی جا رہی ہو، نہ وہ کسی کی بات سنتا ہے اور نہ ہی اس قابل رہتا ہے کہ کسی کی

[1] سماع موتیٰ، ص:۲۲۱۔ [2] ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، رقم:۱۰۷۱ وسندہ حسن شیخ البانی نے السلسلة الصحیحة، رقم:۱۳۹۱ پر اسے بیان کیا ہے اور اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ [3] سماع موتیٰ:۳۲۱، ۳۲۲۔

مدد کرسکے۔

معلوم ہوا کہ میت کا دفنائے جانے کے بعد جوتوں کی آواز سننا ایک خاص اور استثنائی صورت ہے اسے سامنے رکھ کر عام اصول ثابت کرنا بے اصولی ہے۔

دلیل ثالث:

قبرستان جا کر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ کہنے والی روایات سے استدلال کرتے ہیں کہ مردے سنتے ہیں۔ چنانچہ سرفراز خاں صاحب رقمطراز ہیں:

ان الفاظ اور اس انداز سے مردوں کو سلام کہنے کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ خطاب کے اہل ہیں اور سلام کہنے والوں کا سلام سنتے ہیں اسی لیے تو آنحضرت ﷺ نے خود بھی مردوں کو سلام کہا اور امت کو اس کی تعلیم بھی دی کہ وہ بھی جب قبرستان میں جائیں تو اس طرح ان کو سلام کیا کریں۔ [1]

تجزیہ

(ا) اس روایت میں محض خطاب کا ثبوت مل رہا ہے لیکن مردوں کا سننا ثابت نہیں ہو رہا کیونکہ قرآن وحدیث سے واضح ہوتا ہے کہ محض خطاب سے کسی کا سننا لازم نہیں آتا، مثلاً

(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی قوم کے بتوں کے پاس گئے تو فرمایا:

﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمھیں کیا ہوگیا کہ بات تک نہیں کرتے ہو؟''

کیا کوئی مسلمان یہ نظریہ رکھتا ہے کہ بت باتیں سنتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ معلوم ہوا کہ محض خطاب سے کسی کا سننا ثابت نہیں ہوتا۔

(ب) نماز کے تشہد میں ہم یہ دعا مانگتے ہیں: ((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ)) اس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے یہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بھی پڑھا جاتا تھا بلکہ دور دراز کے رہنے والے صحابی بھی پڑھتے تھے، لیکن کسی کا عقیدہ سننے کا نہ تھا۔ اگر کوئی دعویٰ کردے کہ صحابہ اس کے سننے کے قائل تھے تو اسے یہ بات ثابت کرنا پڑے

---

[1] سماع موتی: ۱۵٤۔ [2] ۳۷/ الصافات: ۹۱، ۹۲۔

گی جو کہ ناممکن ہے۔ اگر سننا تسلیم کرلیں تو قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔ [1]

کیا بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کی ایک ایک چیز واضح کردی لیکن اس سلام کا جواب ایک مرتبہ بھی نہیں دیا اور نہ ہی بتایا۔ معلوم ہوا محض خطاب سے سننا لازم نہیں آتا۔

(ج) جب کسی کو خط لکھا جاتا ہے تو اس کے شروع میں سلام لکھا جاتا ہے کیا وہ سن رہا ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(د) صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کرکے فرمایا تھا: مجھے علم ہے کہ تو پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان، اگر میں نے رسول اکرم ﷺ کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تیرا بوسہ نہ لیتا۔ [2]

کیا کوئی مسلمان یہ یقین رکھ سکتا ہے کہ حجر اسود میں سننے کی قوت ہے؟

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ محض خطاب سے سننا لازم نہیں آتا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مردے سنتے نہیں تو ان کو سلام کیوں کہا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سلام، سلام دعا ہے، ملاقات کا سلام نہیں۔ اور دعا میں کسی کا سننا ضروری نہیں جیسا کہ ہم تشہد میں سلام پڑھتے ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ.

اس میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلام کیا جارہا ہے اور یہ سلام تو تشہد میں ساتھ بیٹھنے والا نمازی بھی نہیں سنتا چہ جائیکہ پوری مسجد یا پورا محلّہ اور دنیا کے نیک لوگ سنیں۔ اس کی تائید صحیح مسلم میں موجود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ قائلین سماع موتیٰ کے ایک بزرگ رکن غلام رسول سعیدی صاحب کی زبانی سماعت فرمائیں:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم جا کر اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کرو سیدہ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا اے رسول اللہ! میں کس طرح دعا کروں؟ آپ نے فرمایا: جا کر کہنا ((اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ

[1] ٤/ النساء:٨٦۔ [2] بخاري، كتاب الحج، باب ما ذكر في الحجر الاسود رقم:١٤٩٤۔

وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ))

''اے مؤمنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو بعد میں جانے والے ہیں سب پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔'' [1]

غور فرمائیں کہ نبی ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دعا سکھائی ہے۔ معلوم ہوا یہ سلام بطور دعا ہے اور اس سے سماع موتی کا مسئلہ اخذ کرنا انصاف کے منافی ہے۔

اسی لیے طحطاوی لکھتے ہیں: ان المیت لا یخاطب بالسلام لانہ لیس اھلا للخطاب. (السلام علیکم یا اھل القبور) میں دراصل میت کو خطاب نہیں ہوتا کیونکہ میت تو خطاب کی اہل ہی نہیں، آگے فرماتے ہیں المقصود منہ الدعاء لا الخطاب، اس سے مقصود دعا ہوتی ہے نہ کہ خطاب۔ [2]

(۲) ان کے اصول کے مطابق اس روایت کا متواتر ہونا ثابت کیا جائے پھر عقیدہ ثابت ہوگا۔

(۳) اگر قائلین سماع موتی کا مفہوم تسلیم کر لیا جائے تو وحی الٰہی میں تعارض لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔

(۴) اگر مٹی کی اتنی موٹی تہہ کے نیچے مردے کا سلام سننا تسلیم کر لیں تو اس کا زندوں سے ادراک، فہم وشعور میں بڑھ جانا لازم آتا ہے کیونکہ زندہ انسان اتنی موٹی تہہ کے نیچے سن نہیں سکتا، اور جناب سرفراز خاں صفدر صاحب کا یہ قانون پیش کرنا کہ ادراک وشعور وفہم میں مردے اور زندے برابر ہیں۔ غلط ٹھہرتا ہے۔

نیز قرآن مجید کی آیت کہ مردے اور زندہ برابر نہیں اس کا بھی رد لازم آتا ہے کیونکہ جب مردے اور زندہ برابر نہیں تو زندوں سے مردے کیسے بڑھ سکتے ہیں؟

---

[1] صحیح مسلم مترجم سعیدی: ۲/ ۷۸۱، طبع فرید بک سٹال لاہور۔
نوٹ: شائد پرنٹنگ کی وجہ سے متن اور ترجمہ کے چند الفاظ چھوٹ گئے ہیں کیونکہ السلام علیکم کا ترجمہ ''نہیں'' اور متن میں من المؤمنین سے و یرحم اللہ تک الفاظ نہیں۔

[2] مراقی الفلاح، ص: ۳۲۱ بحوالہ قبر پرستی اور سماع موتیٰ از خواجہ قاسم، ص: ۷۹۔

دلیل چہارم:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا جب بھی وہ اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ [1]

تجزیہ: ان کے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ لوگ عقیدے میں صحیح اخبار آحاد کو حجت تسلیم نہیں کرتے اور کہاں ضعیف اور مردود روایت کو بطور دلیل پیش کر رہے ہیں۔

سرفراز خاں صاحب نے اس روایت کی نسبت کتاب الروح اور الجامع الصغیر کی طرف کی ہے۔ الجامع الصغیر میں یہ روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ہے شیخ البانی اس روایت کی سند پر گفتگو کرتے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم متروک راوی ہے۔ دوسری سند جو اس کی متابعت میں پیش کی جاتی ہے اس میں تین عیب ہیں (اول) موقوف ہے (ثانی) انقطاع ہے کیونکہ زید بن اسلم کا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں (ثالث) محمد بن قدامہ الجوہری اس سند میں ضعیف راوی ہے۔ اس روایت کا شاہد سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے جسے حافظ ابن عبدالبر نے شرح المؤطا میں بیان کیا ہے اس کی سند میں حافظ ابن عبدالبر کا شیخ اور استاد ابوعبداللہ عبید بن محمد اور انہیں املا کروانے والی فاطمہ بنت الریان المخروی المستملی کو میں نہیں جانتا میرے خیال میں ربیع بن سلمان سے بیان کرنے میں یہ خاتون متفرد ہی نہیں بلکہ شاذ ہیں کیونکہ ربیع بن سلمان کا دوسرا شاگرد ابوالعباس الاصم جو کہ حافظ اور ثقہ ہے اس روایت کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسند بتاتا ہے۔

---

[1] کتاب الروح، ص:١٣، الجامع الصغیر، ص:٢/ ١٥١ بحوالہ سماع موتیٰ، ص:١٩٨ از سرفراز خان صفدر۔

دلیل پنجم:

امام عقیلی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! میرا راستہ مردوں کے پاس (یعنی قبرستان) سے گزرتا ہے پس کیا میں ان کے پاس سے گزرتے ہوئے کوئی کلام کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم یہ کہو: سلام ہو تم پر اے اہل قبور! جو مسلمان اور مومن ہو، تم ہمارے پیشرو ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔'' سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں سنتے ہیں مگر وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' آپ نے فرمایا: ''اے ابورزین! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ جتنے مردوں کو سلام کہو اتنی ہی تعداد میں فرشتے تمہیں جواب دیں۔'' [1]

تجزیہ: قائلین کے بیان کردہ اصول کے مطابق اسے متواتر ہونا چاہیے مگر اس کا کیا حال ہے خود سرفراز خاں صاحب کی زبانی سنیں:

بعض حضرات نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اشعث ہے جو مجہول ہے اور امام عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی حدیث محفوظ نہیں ہے۔ [2] بجا ہے مگر دیگر صحیح روایات اور امت کا تعامل اس سے استدلال کا مؤید ہے۔ [3]

ان لوگوں کی بے اصولی ملاحظہ فرمائیں۔

؎ آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ السلسلۃ الضعیفۃ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یہ منکر ہے کیونکہ محمد بن اشعث مجہول ہے اور محمد بن بشر کا تذکرہ ابن ابی حاتم نے کیا ہے لیکن اس کے متعلق جرح وتعدیل کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ [4]

---

[1] شرح الصدور، ص:٨٤ طبع مصر بحواله سماع موتی، ص:٢٢٥۔

[2] لسان، ج٥، ص: ٨٤۔ [3] سماع موتی، ص:٢٢٦۔

[4] السلسلة الضعيفة، رقم:١١٤٧۔

دلیل سادس:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت اس وقت تک اذان سنتی رہتی ہے جب تک اس کی قبر کو لیپ نہ دیا جائے۔ [1]

تجزیہ: یہ روایت جناب سرفراز خاں صفدر صاحب کی کتاب سماع الموتی ص:۲۳۱ پر موجود تھی لیکن بعد میں اسے نکال دیا گیا کیونکہ جناب کو یقین ہو گیا ہو گا کہ یہ بطور دلیل پیش کرنے کے قابل نہیں کیونکہ اولاً اس کی سند کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: واسنادہ باطل اس کی سند باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن القاسم طایکانی راوی ہے جس پر حدیث گھڑنے کی تہمت ہے۔ [2]

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو الموضوعات: ۲/ ۲۳۸ پر نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے اس کی سند میں حسن کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں، نیز کثیر بن شنظیر کے متعلق یحییٰ کا قول ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں، ابو مقاتل کے بارے میں ابن مہدی فرماتے ہیں کہ اس سے روایت لینا حلال نہیں۔ اور محمد بن قاسم پر اس حدیث کو گھڑنے کی تہمت لگائی گئی ہے کیونکہ اسے جھوٹوں اور من گھڑت باتیں بنانے والوں میں ایک نشانی سمجھا جاتا تھا، ابو عبداللہ حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث گھڑا کرتا تھا۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جسے علامہ طاہر پٹنی نے اپنی کتاب تذکرۃ الموضوعات پر نقل کر کے موضوع قرار دیا ہے۔

(۲) یہ روایت بذات خود قائلین سماع موتی کے خلاف ہے کیونکہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر قبر کی لیپائی کر دی جائے تو میت کا سننا ختم ہو جاتا ہے اور یہ بات ہرگز انہیں گوارا نہیں۔

دلیل سابع:

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جمعہ والے دن مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو کیونکہ یہ ایسا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو

[1] تلخیص الحبیر: ۲/ ۱۳۲؛ المکتبۃ الاثریہ شاہ کوٹ۔

[2] التلخیص الحبیر، ص: ۱۳۲، ۱۳۳۔

بھی آدمی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ [1]

مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ اپنی کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں اس دلیل کا تجزیہ یوں فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِىِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس نبی پر صلاۃ وسلام بھیجتے رہو۔''

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر صلاۃ وسلام پڑھنا چاہیے لیکن یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ دنیا میں جہاں بھی درود پڑھا جا رہا ہو آپ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے یا آپ اسے سنتے ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے صلاۃ وسلام کے متعلق جو کتاب بنام ''جلاء الافہام'' لکھی اس میں ایک روایت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس سند کے ساتھ درج کی ہے:

قَالَ الطَّبَرَانِیُّ حدثنا یحیٰی بن ایوب العلاف حدثنا سعید بن ابی مریم عن خالد بن یزید عن سعید بن ابی ھلال عن ابی الدرداء، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَکْثِرُوا الصَّلَاۃَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَإِنَّہٗ یَوْمٌ مَشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ، لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ)) قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ؟ قَالَ: ((وَبَعْدَ وَفَاتِیْ إِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ))

''ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جمعہ والے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، یہ ایسا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ نہیں ہے کوئی آدمی جو مجھ پر درود پڑھتا ہو مگر مجھ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔'' ہم نے کہا آپ کی وفات کے بعد بھی؟ تو

---

[1] جلاء الافہام، رقم: ٦٢۔ [2] ٣٣/ الاحزاب: ٥٦۔

آپ نے فرمایا: ''میری وفات کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کے اوپر انبیا کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔''

یہ روایت درست نہیں۔امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِنَّ إِسْنَادَهُ لَا يَصِحُّ. ❶ ''بلاشبہ اس کی سند صحیح نہیں۔''

اس سند کے صحیح نہ ہونے کی دو وجوہات ہیں:

(۱) سعید بن ابی مریم اور خالد بن یزید کے درمیان انقطاع ہے یعنی سعید بن ابی مریم نے یہ حدیث خالد سے نہیں سنی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خالد بن یزید ۱۳۹ھ میں فوت ہوئے۔ ❷ گویا کہ سعید، خالد کی وفات کے پانچ سال بعد پیدا ہوا۔لہٰذا یہ روایت صحیح کیسے ہو سکتی ہے؟

(۲) دوسری علت یہ ہے کہ سعید بن ابی ہلال اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھی انقطاع ہے۔سعید بن ابی ہلال مصر میں ۷۰ھ میں پیدا ہوئے ❸ جبکہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہو چکے تھے۔ ❹ لہٰذا ۷۰ھ میں پیدا ہونے والے آدمی کی ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو ان کی پیدائش سے پہلے ہی اس دنیائے فانی سے جا چکے تھے۔

امام صلاح الدین العلائی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سعید بن ابی ہلال کی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے مرسل ہے ❺ اور جابر رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت مرسل ہے تو جابر رضی اللہ عنہ سے پہلے فوت ہو جانے والے صحابی ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔علاوہ ازیں علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے القول البدیع، ص: ۱۵۸ میں طبرانی کبیر سے یہ روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

وَأَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ بِلَفْظِ ((أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ إِلَّا بَلَغَتْنِيْ صَلَاتُهُ حَيْثُ كَانَ)). ❻

❶ القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع، ص:١٥٩۔ ❷ تهذيب التهذيب: ٢/ ٢٩٦۔ ❸ تهذيب التهذيب: ٢/ ٣٤٢۔ ❹ تقريب:٥٢۔ ❺ جامع التحصيل: ٢٢٤۔
❻ القول البديع اردو، ص:٢٨٣، مطبوعه ضياء القرآن پبلی کیشنز لاهور۔

''یعنی جلاء الافہام میں اس روایت کے اندر ''بَلَغَتْنِي صَوْتُهُ'' اور القول البدیع میں ''بَلَغَتْنِي صَلَاتُهُ'' کے الفاظ ہیں۔''

پہلی دلیل کا مطلب مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے اور دوسری کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس کا درود پہنچتا ہے۔

دوسری صورت میں سائل کا مسئلہ ہی حل ہو جاتا ہے کیونکہ دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کو درود پہنچا دیا جاتا ہے۔

بہر کیف یہ روایت اسنادی لحاظ سے قابل حجت نہیں۔ [1]

آخر میں سماع موتی کے پیش کردہ دلائل کے متعلق اسی نظریہ کے حامل بریلوی مکتب فکر کے امام احمد رضا خاں صاحب کی عبارت پیش کر کے بات ختم کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادبدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعات یا متشابہ پیش کرتے ہیں انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف متعین کے آگے محتمل محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ [2]

اس سلسلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک یہ بھی روایت بیان کی جاتی ہے: ''جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اسے سن لیتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھے معلوم کرا دیا جاتا ہے۔''

یہ روایت بھی موضوع اور من گھڑت ہے اسی لیے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اسے ''الموضوعات'' میں بیان کر کے فرماتے ہیں: ھذا حدیث لا یصح یعنی یہ حدیث صحیح نہیں۔

---

[1] آپ کے مسائل: ۱/۱۰۳۔۱۰۶۔

[2] احکام شریعت، ص: ۷۹ مصنف احمد رضا خاں مطبوعہ بک کارنر جہلم۔

نوٹ: مسئلہ سماع موتی پر مذکورہ مفصل مضمون ہمارے شیخ، لائق صد احترام، فضیلۃ الشیخ جناب مولانا خاور رشید بٹ حفظہ اللہ (مدرس جامعہ دار العلوم، لوکو ورکشاپ لاہور) کا ہے جو آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکال کر ان سطور کے راقم کی درخواست پر حوالہ قرطاس کیا ہے جسے ہم نے جناب شیخ محترم کے شکریے کے ساتھ یہاں بیان کر دیا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا فی الدنیا والآخرۃ۔ (مؤلف)

امام عقیلی فرماتے ہیں: لا اصل لهذا الحديث اس حدیث کی کوئی اصل نہیں خطیب بغدادی اس روایت کو اپنی سند سے جناب عبداللہ بن قتیبہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن نمیر سے اس روایت کے متعلق پوچھا تو ابن نمیر نے جواب دیا، دع ذا، محمد بن مروان ليس بشي اس روایت کو چھوڑیے (اس کے راوی) محمد بن مروان کی کوئی حیثیت نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالاجماع موضوع یعنی من گھڑت ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں: الموضوعات لابن الجوزی، ۱/۳۰۳؛ تاریخ مدینۃ السلام، ۴/۴۶۹؛ السلسلة الضعیفة، ۱/۳۶۶، رقم: ۲۰۳۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اختلاف اور جمہور کا موقف

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث میں آپ رضی اللہ عنہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف بھی بیان ہوا ہے اور پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے موقف پر قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خطاوار قرار دیا ہے لیکن اس مسئلے میں جمہور علما سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مختلف ہیں انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ اس سلسلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی مؤید سیدنا عمر، انس، ابن مسعود اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہم کی احادیث بھی ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حدیثیں ارشاد فرمائی ہوں جو حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پہنچی وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ پہنچ سکی اور جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ یہ بات تو پکی ہے کہ یہ دونوں بزرگ وہاں موجود نہیں تھے اور ظاہر ہے کہ کسی دوسرے صحابی نے ہی انہیں بیان کیا ہوگا لہٰذا جس نے جو سنا اسی پر اعتماد کیا۔ تاہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قرآنی آیت سے استشہاد کرتے ہوئے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو غلطی پر سمجھنا محل نظر ہے حالانکہ جن صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ اَتَدْعُوْ اَمْوَاتًا؟ (کیا آپ مردوں سے خطاب فرما رہے ہیں) ان کا محل استشہاد بھی قرآن کریم کے یہی مقامات تھے اور ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ مردے نہیں سنتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عقیدے کو غلط نہیں کہا بلکہ یہ فرمایا کہ اس وقت تو یہ میری بات کو سن رہے ہیں۔

اسی بنا پر جمہور علما نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح دی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث کو انہوں نے رد کیا۔ ایسا بالکل نہیں۔ علما کا ام المومنین سے اختلاف صرف اور صرف سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خطا وار کہنے کے متعلق ہے۔ یعنی حدیثیں دونوں کی صحیح ہیں تاہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو غلطی پر کہنا درست نہیں۔

(۲۷) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

آپ کا نام عبداللہ بن عمرو بن عاص اور کنیت ابومحمد ہے۔ سہمی قریشی ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب کعب بن لوی پر جاملتا ہے۔ اپنے والد سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے والد سے صرف تیرہ برس چھوٹے تھے (واللہ اعلم) بڑے پایہ کے عالم، فاضل، حافظ حدیث اور عابد تھے۔ آپ سے بکثرت احادیث نبوی مروی ہیں۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو قلم بند کرلیا کرتے تھے، ۶۳ھ یا ۷۰ھ میں وفات پائی۔ ان کی جائے تدفین کے متعلق اقوال مختلف ہیں، مکہ مکرمہ میں، طائف میں یا مصر میں۔ (رضی اللہ عنہما)

۱۲۳/ ۱۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ! اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ، وَالْهَرَمِ، وَالْمَغْرَمِ، وَالْمَاْثَمِ، وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ)) [1]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''اے اللہ! یقیناً میں سستی، بڑھاپے، قرض اور گناہ سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، مسیح دجال کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، عذاب قبر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور آگ کے عذاب سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔''

۱۲۴/ ۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

[1] نسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من الهرم، رقم: ۵۴۹۰؛ احمد: ۲/ ۱۸۵؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ۲۳۰۔ قال الالبانی: حسن صحیح؛ وقال شعیب: صحیح، اسناد حسن۔

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ)) ❶

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلم جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات فوت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے فتنہ قبر سے محفوظ رکھتے ہیں۔''

موت کا وقت اگر چہ کسی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں مگر جمعہ کے دن کو یہ فضیلت وعظمت حاصل ہے کہ اس دن فوت ہونے والا موحد نیک مسلمان فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ فتنہ قبر سے محفوظ رہنے والے عذاب قبر سے بھی محفوظ ہیں (ان شاء اللہ) اللھم اجعلنا منھم

(۲۸) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ بزرگ اور نہایت دانش مند فقہائے صحابہ کرام میں شمار ہوتے تھے۔ غزوہ بدر اور دیگر معرکوں میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب خاص حاصل تھا۔ صاحب النعلین تھے۔ آپ کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۳۲ھ کو فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ساٹھ برس تھی۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۲۵ / ۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ: اَللّٰهُمَّ! مَتِّعْنِي بِزَوْجِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَبِاَبِي اَبِي سُفْيَانَ، وَبِاَخِي مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِنَّكِ سَاَلْتِ اللّٰهَ لِآجَالٍ

---

❶ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فیمن مات یوم الجمعة، رقم:۱۰۷٤؛ احمد: ۲/ ۱٦۹؛ بیھقی فی عذاب القبر، رقم:۱۷۳۔ قال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب؛ وقال الالبانی: حسن؛ وقال الشیخ شعیب فی تخریجه علی جامع الاصول، ۹/ ۲۷۲: فالحدیث بمجموع طرقه لا ینزل عن مرتبة الحسن: (انظر: الترغیب والترھیب:٤/ ۲۷۸ طبع دارابن کثیر) وقال الشیخ زبیر علی زئی: حسن۔

مَضْرُوْبَةٍ، وَاٰثَارٍ مَوْطُوْءَةٍ، وَاَرْزَاقٍ مَقْسُوْمَةٍ، لَا يُعَجِّلُ شَيْئًا مِنْهَا قَبْلَ حِلِّهِ، وَلَا يُؤَخِّرُ مِنْهَا شَيْئًا بَعْدَ حِلِّهِ، وَلَوْ سَأَلْتِ اللّٰهَ اَنْ يُعَافِيَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ لَكَانَ خَيْرًا لَكِ)) [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی: اے اللہ! میرے خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے والد ابوسفیان اور میرے بھائی معاویہ (کی درازعمری) سے مجھے فائدہ پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے اللہ تعالیٰ سے وہ چیزیں مانگیں ہیں جن کی میعادیں مقرر ہو چکی ہیں اور قدم جو وہ چلیں لکھے ہوئے ہیں اور روزیاں تقسیم ہو چکی ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی وقت پورا ہونے سے پہلے مقدم ہوگی اور نہ ہی وقت پورا ہونے کے بعد موخر ہوگی۔ اگر تو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتی کہ اللہ تجھے جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے تو یہ تیرے لیے بہتر ہوتا۔''

اس حدیث سے پتا چلا کہ انسان کو اپنی آخرت کی فکر اور اس کی بہتری کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنی چاہیے۔ بالخصوص عذاب جہنم اور عذاب قبر سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

درازعمری اور رزق میں اضافے کی دعا کرنا جرم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صحابہ کرام کے لیے درازعمری اور رزق میں فراوانی کی دعائیں فرمائی ہیں تاہم اسی قسم کی دعاؤں میں لگے رہنا اور اگلی زندگی کی پرواہ نہ کرنا کوئی مستحسن امر نہیں۔ اسی لیے آپ نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کر رہی ہو جو اس نے پہلے ہی سے ہر شخص کی تقدیر میں لکھ دیں ہیں۔ جن میں کمی بیشی کا کوئی امکان نہیں۔ اگر تو اللہ تعالیٰ سے عذاب جہنم اور عذاب قبر سے محفوظ رہنے کی دعا کرو تو یہ تیرے حق میں بہت ہی بہتر ہوتا۔

یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح عمر اور رزق تقدیر میں مقرر ہے اسی طرح عذاب کا ہونا یا نہ ہونا بھی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر میں زیادتی کی دعا کو ناپسند فرمایا اور عذاب قبر و عذاب جہنم سے پناہ مانگنے کا حکم دیا؟

[1] مسلم، کتاب القدر، باب بیان ان الآجال والارزاق وغیرها......، رقم:٦٧٧٢؛ احمد: ١/ ٣٩٠؛ حاکم: ٢/ ٣٨١؛ ابن ابی شیبة: ٣/ ٣٧٣؛ بیهقی فی عذاب القبر، رقم: ٢٠٥۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمام امور تقدیر میں طے ہو چکے ہیں لیکن عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا عبادت ہے اس لیے آپ نے یہ دعا مانگنے کا حکم دیا۔ جس طرح تقدیر میں اعمال مقرر ہونے کے باوجود آپ نے نیکی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: عمل کرو جس شخص کو جس عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ عمل اس کے لیے آسان کر دیا جائے گا۔ لہٰذا جس طرح تقدیر پر تکیہ کر کے نماز اور روزہ ترک کرنا جائز نہیں اسی طرح عذاب سے نجات کی دعا کو ترک کرنا بھی جائز نہیں۔

۱۲۶ / ۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمْسٰى قَالَ: ((أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ)) قَالَ: أُرَاهُ قَالَ فِيهِنَّ: ((لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا، رَبِّ أَعُوذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ الْكِبَرِ، رَبِّ أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ، وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ)) وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ أَيْضًا: ((أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ)) [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ شام کے وقت یہ دعا پڑھتے: ”ہم نے شام کی اور اللہ کے ملک نے بھی شام کی اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔“ راوی کا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: ”بادشاہی بھی اسی کی اور تمام تعریفیں بھی اسی کی، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے میرے رب! میں آپ سے اس رات کی بھلائی اور اس رات کے بعد کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس رات کے شر سے اور اس رات کے بعد

[1] مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الادعیة، رقم:۶۹۰۸؛ ابوداود، رقم:۵۰۷۱؛ ترمذی، رقم:۳۳۹۰؛ احمد:۱/ ۴۴۰؛ ابن حبان، رقم:۹۵۹۔

والے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے رب! میں سستی اور تکبر کی برائی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اے میرے رب! میں عذاب جہنم اور عذاب قبر سے بھی آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔'' اسی طرح جب آپ صبح کرتے تو فرماتے: ''ہم نے صبح کی اور اللہ کے ملک نے صبح کی۔''

١٢٧ / ٣۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: حَبَسَ الْمُشْرِكُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتّٰى احْمَرَّتِ الشَّمْسُ أَوِاصْفَرَّتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((شَغَلُوْنَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطٰى ۔صَلَاةِ الْعَصْرِ۔ مَلَأَ اللّٰهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا)) أَوْ قَالَ: ((حَشَا اللّٰهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ)) [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے (غزوہ خندق کے وقت) رسول اللہ ﷺ کو نماز عصر سے روکے رکھا حتیٰ کہ سورج سرخ یا زرد پڑ گیا تو آپ نے فرمایا: ''انہوں نے ہمیں درمیانی نماز یعنی نماز عصر سے روکے رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

معلوم ہوا کہ قبروں میں عذاب برحق ہے اسی لیے آپ نے یہ فرمایا کہ اللہ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

١٢٨ / ٤۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيْبِ، فَقَالَ: ((يَا أَهْلَ الْقَلِيْبِ! هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيْ رَبِّيْ حَقًّا)) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ يَسْمَعُوْنَ؟ قَالَ: ((مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ، وَلٰكِنَّهُمُ الْيَوْمَ لَا يُجِيْبُوْنَ)) [2]

[1] مسلم، کتاب المساجد، باب الدليل لمن قال: صلاة الوسطى هى صلاة العصر، رقم: ١٤٢٦؛ ابن ماجه، رقم: ٦٨٦؛ احمد: ١/ ٣٩٢؛ ابوداود الطيالسى، رقم: ٣٦٤۔

[2] طبرانى فى الكبير: ٥/ ١١٩، ١٠/ ٢١٩٨، ١٣٢٠، رقم: ١٠١٦٧؛ ابن ابى عاصم فى السنة، رقم: ٩١٠۔ حديث صحيح وهذا اسناده ضعيف۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنویں والے (مشرکوں) پر رُکے اور فرمایا: ''اے کنویں والو! کیا جو تمہارے رب نے تم سے (عذاب کا) وعدہ کیا تھا اسے تم نے سچا پالیا ہے؟ یقیناً میں نے تو اپنے رب کا وعدہ سچا پالیا ہے جو اس نے مجھ سے (فتح کا) وعدہ کیا تھا۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا وہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن وہ آج جواب نہیں دے سکتے۔ (کیونکہ مردہ ہو چکے ہیں)۔''

۱۲۹/ ۵۔ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ﷺ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ((اِنَّ الْمَوْتٰى لَيُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ حَتّٰى اِنَّ الْبَهَائِمَ لَتَسْمَعُ اَصْوَاتَهُمْ)) [1]

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک مردوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ چوپائے بھی ان کی آوازیں سنتے ہیں۔''

۱۳۰/ ٦۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﷺ: ﴿فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ قَالَ: عَذَابُ الْقَبْرِ. [2]

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ﴿مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ سے مراد عذاب قبر ہے۔

۱۳۱/ ۷۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ، قَالَ: اِنَّ الْمَيِّتَ اِذَا مَاتَ اُوْقِدَتْ نِيْرَانٌ حَوْلَهٗ فَتَاْكُلُ كُلُّ نَارٍ مَا يَلِيْهَا اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ عَمَلٌ يَحُوْلُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا، وَاِنَّ رَجُلًا مَاتَ لَمْ يَكُنْ يَقْرَاُ مِنَ الْقُرْآنِ اِلَّا سُوْرَةَ ثَلَاثِيْنَ آيَةً، فَاَتَتْهُ مِنْ قِبَلِ رَاْسِهٖ، فَقَالَتْ: اِنَّهٗ كَانَ يَقْرَاُ بِيْ، فَاَتَتْهُ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ فَقَالَتْ: اِنَّهٗ كَانَ يَقُوْمُ بِيْ، فَاَتَتْهُ مِنْ قِبَلِ جَوْفِهٖ فَقَالَتْ: اِنَّهٗ كَانَ وَعَانِيْ قَالَ: فَاَنْجَتْهُ، قَالَ: فَنَظَرْتُ اَنَا

---

[1] طبرانی فی الکبیر: ۵/ ۱۴۳، رقم: ۱۰۳۰۷، ۱۰۴۰۹؛ حدیث صحیح وھذا اسنادہ ضعیف۔

[2] طبرانی فی الکبیر: ۴/ ۵۴۷، رقم: ۹۰۴۲؛ بیہقی فی عذاب القبر، رقم: ۷۵۔ قال الھیثمی فی المجمع، ۷/ ۱۱۸: رواہ الطبرانی وفیہ المسعودی، وقد اختلط وبقیۃ رجالہ ثقات، قال الشیخ زبیر علی زئی: حدیث صحیح وھذا اسناد حسن، سماع ابی نعیم عن المسعودی قدیم قبل اختلاطہ۔

وَمَسْرُوْقٌ فِی الْمُصْحَفِ فَلَمْ نَجِدْ سُوْرَةً ثَلَاثِیْنَ آیَةً اِلَّا تَبَارَکَ. [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مرنے والا مر جاتا ہے (تو قبر میں) اس کے اردگرد آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ اگر آگ اور میت کے درمیان عمل صالح کی کوئی رکاوٹ نہ ہو تو آگ اپنے آس پاس کو جلانے لگ جاتی ہے۔ بے شک ایک آدمی کا انتقال ہوا وہ قرآن مجید کی تیس آیات والی ایک سورت کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ قبر میں اس کے سر کی جانب سے جب وہ آگ (اسے جلانے کے لیے) آئی تو اس سورت نے کہا: بے شک یہ مجھے پڑھا کرتا تھا۔ پھر وہ آگ اس کے پاؤں کی طرف سے آنے لگی تو اس سورت نے کہا: بے شک یہ پاؤں پر کھڑا ہو کر (قیام میں) مجھے پڑھتا تھا۔ پھر وہ آگ اس کے پیٹ کی جانب سے آئی تو بھی اس سورت نے کہا: اس نے مجھے (دل میں) یاد کر رکھا تھا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سورت نے اسے عذاب سے نجات دلوادی۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے اور مسروق نے مصحف میں دیکھا تو وہ تیس آیات ولی سورت الملک کے سوا کوئی دوسری سورت نہ تھی۔

سورت الملک انتیسویں پارے کے آغاز میں ہے جس کی تیس آیات ہیں اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت تیس آیات والی نہیں۔ ان احادیث میں اس سورت کی یہ فضیلت بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے قاری کو عذاب قبر سے محفوظ رکھیں گے اور قبر میں یہ سورت بندے اور عذاب کے درمیان رکاوٹ بن جائے گی۔

۱۳۲ / ۸۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: اِذَا اُدْخِلَ الرَّجُلُ قَبْرَهٗ، فَاِنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ ثَبَّتَهُ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فَيُسْاَلُ: مَا کُنْتَ؟ فَيَقُوْلُ: اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ: فَيُقَالُ: کَذٰلِكَ کُنْتَ قَالَ:

---

[1] ابو عبید القاسم بن سلام الهروی فی فضائل القرآن، ص: ۲٦۰ وسنده صحيح۔

فَيُوَسَّعُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُدْخَلُ عَلَيْهِ مِنْ رَوْحِهَا وَرِيْحِهَا حَتّٰى يُبْعَثَ. وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُؤْتٰى فِيْ قَبْرِهٖ فَيُقَالُ لَهُ: مَا اَنْتَ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَيَقُوْلُ: لَا اَدْرِيْ، فَيُقَالُ لَهُ: لَا دَرَيْتَ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهُ اَوْ تَمَاسَّ، وَتُرْسَلُ عَلَيْهِ حَيَّاتٌ مِنْ جَانِبِ الْقَبْرِ فَتَنْهَشُهُ وَتَأْكُلُهُ، كُلَّمَا جَزِعَ وَصَاحَ قُمِعَ بِقِمَاعٍ مِنْ حَدِيْدٍ اَوْ مِنْ نَارٍ، وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ اِلَى النَّارِ۔ [1]

''سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بندے کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اگر وہ نیکوکاروں میں سے ہو تو اللہ تعالیٰ اسے کلمہ طیبہ کے ذریعے ثابت قدم رکھتے ہیں چنانچہ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کیا تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں زندہ اور مردہ ہر حال میں اللہ کا بندہ ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تو اسے کہا جاتا ہے کہ تو ایسا ہی تھا۔ چنانچہ اس پر اس کی قبر جتنی اللہ تعالیٰ چاہے وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے قیامت تک اسے خوشبو اور ٹھنڈی ہوا آتی رہتی ہے۔ جبکہ کافر کو جب دفن کیا جاتا ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کون ہے؟ تین مرتبہ یہ پوچھا جاتا ہے بالآخر وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے علم نہیں۔ وہ تین بار یہی کہتا ہے۔ پھر اس پر اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں دھنس جاتی ہیں یا ایک دوسری کو چھونے لگ جاتی ہیں اور قبر کے ایک کونے سے اس پر سانپ چھوڑ دیے جاتے ہیں جو اسے کاٹتے اور کھاتے رہتے ہیں وہ جب بھی چیختا چلاتا ہے تو لوہے یا

[1] ابن ابی شیبة، ۳/ ۳۷۳، کتاب الجنائز، باب فی المسألة فی عذاب القبر، رقم: ۱۲۰۴۶، ۱۲۱۷۳؛ آجری فی الشریعة، رقم: ۸۶۳ وسنده حسن۔

آگ کے کوڑے کے ساتھ اس کی پٹائی کی جاتی ہے اور آگ کی طرف سے اس کے لیے ایک دروازہ بھی کھول دیا جاتا ہے۔"

۱۳۳/ ۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اُمِرَ بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ یُضْرَبُ فِیْ قَبْرِهٖ مِائَةَ جَلْدَةٍ، فَلَمْ یَزَلْ یَسْأَلُ وَیَدْعُوْ حَتّٰی صَارَتْ جَلْدَةً وَاحِدَةً فَامْتَلَأَ قَبْرُهٗ عَلَیْهِ نَارًا، فَلَمَّا ارْتَفَعَ عَنْهُ وَاَفَاقَ، قَالَ: عَلَامَ جَلَدْتُمُوْنِیْ؟ قَالَ: اِنَّكَ صَلَّیْتَ صَلَاةً بِغَیْرِ طُهُوْرٍ، وَمَرَرْتَ عَلٰی مَظْلُوْمٍ فَلَمْ تَنْصُرْهُ)) [1]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے لیے حکم دیا گیا کہ اسے قبر میں سو کوڑے مارے جائیں۔ تو وہ (معافی کے لیے) سوال اور دعا کرنے لگا حتیٰ کہ ایک کوڑہ رہ گیا (باقی معاف ہوگئے ایک کوڑہ جو اسے مارا گیا) تو اس کی قبر آگ سے بھر گئی۔ پھر جب یہ سزا ختم ہوئی اور اسے افاقہ ہوا تو اس نے (فرشتوں سے) پوچھا: تم نے مجھے یہ کوڑا کیوں مارا؟ تو اسے جواب ملا کہ تو نے ایک دفعہ بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی اور ایک مظلوم کے پاس سے گزرا تھا مگر تو نے اس کی مدد نہ کی تھی۔"

(۲۹) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد، سابقین اولین میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے ان کی زوجیت میں رہیں۔ اسی وجہ سے ذوالنورین کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ کے فضائل میں بے شمار احادیث مروی ہیں۔ جمعہ کے روز جام شہادت نوش کیا یہ ۳۵ھ ۱۸ ذی الحجہ کا واقعہ ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

[1] طحاوی فی مشکل الآثار، ٤/ ٢٣١، رقم: ٣١٨٥؛ قال الالبانی فی السلسلة الصحیحة، رقم: ٢٧٧٤، اسناده جید۔

۱۳۴/ ۱۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ)) [1]

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو قبر پر رکتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو اور ثابت قدمی کی دعا کرو۔ بے شک اب اس سے سوال کیا جائے گا۔''

معلوم ہوا کہ فتنہ قبر یعنی قبر میں سوال و جواب کا ہونا برحق ہے۔ اس میں جسد عنصری اور روح دونوں شریک ہوتے ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے تاہم اس کے علاوہ روح کا جسم میں آنا اور قبر میں دونوں کا اکٹھے رہنا ثابت نہیں۔ عالم برزخ میں روح اور جسم دونوں کے لیے عذاب برحق ہے لیکن یہ ہر ایک کو اس کی جگہ پر ہوتا ہے یعنی جسد عنصری کو قبر اور روح کو جہنم میں۔ قیامت کے دن روح کو جسم میں ڈال کر انسان کو باقاعدہ زندہ کر کے انجام تک پہنچایا جائے گا۔

یاد رہے کہ تدفین کے بعد میت کے لیے فتنہ قبر میں ثابت قدمی اور مغفرت کی دعا کرنا تو احادیث سے ثابت ہے مگر قبر پر اذان دینا یا چالیس قدم واپس آ کر اس کے لیے دعائیں مانگنا ثابت نہیں ہمارے معاشرے میں بعض لوگ اس بدعت میں ملوث ہیں حالانکہ اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔

۱۳۵/ ۲۔ كَانَ عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ بَكَى حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ، فَقِيلَ لَهُ: تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِي، وَتَبْكِي مِنْ هَذَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا

[1] ابوداود، كتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الانصراف، رقم: ۳۲۲۱؛ حاكم: ۱/ ۳۷۰؛ بيهقي في عذاب القبر، رقم: ۲۳٤؛ ابن السني في عمل اليوم والليلة، رقم: ۵۸۵۔ قال الحاكم: هذا حديث صحيح؛ وقال الذهبي: صحيح؛ قال الالباني: صحيح۔

بَعْدَهُ اَشَدُّ مِنْهُ)) وَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:((مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ)) [1]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی۔ کسی نے کہا: آپ جنت اور جہنم کا ذکر کرتے ہیں تو آپ کو (اتنا) رونا نہیں آتا جبکہ قبر کو دیکھ کر روتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قبر آخرت کی پہلی منزل ہے اگر آدمی اس سے نجات پا گیا تو بعد والے مراحل اس سے آسان ہوں گے۔ اگر اس سے نجات نہ پا سکا تو بعد کے مراحل اس سے زیادہ دشوار ہوں گے۔'' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''میں نے جو بھی منظر کبھی دیکھا ہے، قبر اس سے زیادہ ہولناک ہے۔''

قبر سے نجات کا مطلب فتنہ قبر میں کامیابی اور عذاب قبر سے نجات کا ملنا ہے۔ اگر قبر کے ان تمام مراحل میں کامیابیاں مل گئیں تو قیامت کے کٹھن مراحل بھی آسان ہو جائیں گے ورنہ قیامت کے سخت مراحل قبر کی نسبت بہت زیادہ ہولناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ راقم، اس کے والدین اور دیگر مسلمانوں کو اپنے فضل و کرم سے ان تمام مراحل میں کامیابیاں نصیب فرمائے۔ آمین

قبر کو سب سے زیادہ خوفناک منظر دنیا کے لحاظ سے فرمایا گیا ہے ورنہ جہنم کے عذاب کا منظر تو اس سے کہیں زیادہ ہولناک ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کو جزا و سزا اسی ارضی قبر میں ملتی ہے جہاں اسے دفنایا جاتا ہے اور صحابہ کرام کا عقیدہ بھی یہی تھا کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جن قبروں پر کھڑے ہو کر روتے تھے وہ یہی ارضی قبریں تھیں جن میں اجساد عنصریہ مدفون ہیں۔ ورنہ ان قبروں پر کھڑے ہو کر رونے کا کیا مقصد؟

[1] ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ذکر الموت، رقم:۲۳۰۸؛ ابن ماجه، رقم:٤٢٦٧؛ احمد:١/ ٦٣؛ حاكم:١/ ٣٧١؛ بيهقی فی عذاب القبر، رقم:٤٩۔ قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب؛ قال الالبانی: حسن؛ و قال الشيخ شعيب: اسناده صحيح۔

(۳۰) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عقبہ اور کنیت ابو عامر یا ابو حماد ہے۔ قدیم الہجرت ہیں۔ کتاب اللہ کے قاری اور علم میراث وفقہ کے مشہور عالم تھے، اس کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ معرکہ صفین میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ تین سال مصر کے والی رہے، نیز غزوۃ البحر کے امیر رہے۔ مصر میں ۵۸ھ میں وفات پائی اور مقطم میں دفن ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۳۶/ ۱۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ، يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الْمُرَابِطَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَاِنَّهٗ يُجْرٰى لَهٗ عَمَلُهٗ حَتّٰى يُبْعَثَ)) وَفِيْ رِوَايَةٍ: ((وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ)) [1]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والے کے سوا ہر کسی کے اعمال موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ بلا شبہ اس کے اعمال (کا ثواب) قیامت تک جاری رہے گا۔'' ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وہ قبر کے فتنوں سے بھی محفوظ رہے گا۔''

(۳۱) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ سیدنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے والد ماجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ماسوائے جنگ تبوک کے باقی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ اور ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو جمعہ کی صبح کوفہ میں ایک شقی القلب عبدالرحمان بن ملجم نے پے درپے تین وار کر کے شہید کر دیا۔ (رضی اللہ عنہ)

---

[1] احمد: ۴/ ۱۵۰، رقم: ۱۷۴۹۲-۱۷۴۹۳۔ قال شعیب: صحیح لغیرہ وھذا اسناد حسن۔

۱۳۷/ ۱۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا، شَغَلُوْنَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ)) [1]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مشرکین کو) یہ بددعا دی ''اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے انہوں نے ہمیں درمیانی نماز (عصر) نہیں پڑھنے دی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔''

(۳۲) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

خلیفہ ثانی سیدنا عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی کی کنیت ابو حفص ہے۔ نادر الوجود شخصیت تھے۔ آپ نے آفاق ارض کو حکم، عدل اور فتوحات سے بھر دیا تھا۔ دور جاہلیت میں قبیلہ قریش کے سفیر تھے۔ ۶ نبوی ذی الحجہ کو دار ارقم میں دست نبوت پر بیعت کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے قبول اسلام میں آپ کے بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ اور بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بڑا کردار ہے۔ سارے غزوات میں شریک رہے مگر تبوک میں شرکت نہ فرما سکے۔ آپ کے عہد خلافت میں فتوحات کا سیلاب اُمنڈ آیا تھا۔ عراق، فارس، شام اور مصر وغیرہ کے علاقے اسلامی سلطنت کی حدود میں شامل ہوئے۔ مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤہ نے آپ کو شہید کر دیا۔ یہ شہادت کا واقعہ ۲۴ھ محرم الحرام کا ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۳۸/ ۱۔ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ)) [2]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قبر میں میت کو اس

[1] بخاری، كتاب الجهاد، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة......، رقم: ۲۹۳۱؛ مسلم، رقم: ۱۴۲۰؛ ابوداود، رقم: ۴۰۹؛ ترمذی، رقم: ۲۹۸۴۔

[2] بخاری، كتاب الجنائز، باب مايكره من النياحة على الميت، رقم: ۱۲۹۲؛ مسلم، رقم: ۲۱۴۳؛ نسائی، رقم: ۱۸۵۳؛ ابن ماجه، رقم: ۱۵۹۳؛ احمد: ۱/ ۲۷۔

پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔“

۱۳۹/ ۲۔ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ ، كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ: مِنَ الْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَسُوْءِ الْعُمُرِ، وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ. [1]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانچ باتوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے، بزدلی، بخیلی، انتہائی بڑھاپے، سینے کے فتنے (جیسے حسد، کینہ، بغض وغیرہ) اور عذاب قبر سے۔“

(۳۳) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عمران اور کنیت ابو نجید ہے۔ والد کا نام حصین ہے۔ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ کا شمار اکابر صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ غزوہ خیبر کے زمانے میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۵۲ھ یا ۵۳ھ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۴۰/ ۱۔ ذُكِرَ عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ : ((اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ)) فَقَالَ عِمْرَانُ رضی اللہ عنہ : قَالَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم . [2]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس یہ حدیث بیان کی گئی کہ میت کو زندوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔“ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

(۳۴) سیدنا عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ

یہ صحابی قبیلہ اشجع سے تعلق کی بنا پر اشجعی کہلائے، غزوہ خیبر میں پہلی مرتبہ شریک جہاد ہوئے۔ فتح مکہ کے روز قبیلہ اشجع کا علم ان کے ہاتھ میں تھا۔ ملک شام میں سکونت اختیار کی اور ۷۳ھ کو فوت ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

[1] ابوداود، كتاب الوتر، باب في الاستعاذة، رقم: ۱۵۳۹؛ نسائی، رقم: ۵۴۴۳؛ ابن ماجه، رقم: ۳۸۴٤؛ حاکم: ۱/ ۵۳۰ وقال: هذا حديث صحيح ووافقه الذهبي؛ قال الالبانی: صحیح لغیرہ۔

[2] نسائی، كتاب الجنائز، باب النهي عن البكاء على الميت، رقم: ۱۸٤۹؛ ابن حبان، رقم: ۳۱۲٤، قال الالبانی: صحیح۔

١٤١/ ١۔ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰى جَنَازَةٍ، فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ، وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ، وَاعْفُ عَنْهُ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ، وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ)) قَالَ: حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتُ۔ [1]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز جنازہ پڑھی۔ میں نے آپ کی دعا میں سے اتنا حصہ یاد کرلیا: ''اے اللہ اسے معاف فرما، اس پر رحم فرما، اسے عافیت عطا فرما، اس سے درگزر فرما، اس کی مہمان نوازی اچھی فرما، اس کی قبر وسیع کردے۔ اسے پانی، برف اور اولوں سے دھودے۔ اسے گناہوں سے ایسا پاک صاف کردے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے۔ اسے دنیاوی گھر کے بدلے اچھا گھر عطا فرما۔ اور اسے (اس) کے اہل وعیال سے بہتر اہل وعیال عطا فرما، اسے بیوی کے بدلے اچھی بیوی عطا فرما۔ اس کو جنت میں داخل فرما۔ عذاب قبر اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔''

سیدنا عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس میت کے لیے یہ دعا سن کر اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش یہ مرنے والا میں ہوتا۔ (اور یہ دعا میرے لیے مانگی جاتی)

(۳۵) سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ

سیدنا فضالہ بن عبید بن نافذ بن قیس۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ انصار کے قبیلہ اوس

[1] مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت فی الصلاۃ، رقم:۲۲۳۲؛ ترمذی، رقم: ۱۰۲۵؛ نسائی، رقم:۱۹۸۳؛ ابن ماجه، رقم:۱۵۰۰؛ احمد:۶/ ۲۸۔

کے فرد تھے، پہلا معرکہ جس میں آپ شریک ہوئے وہ معرکہ احد تھا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔ شام کی طرف نقل مکانی کر گئے اور دمشق میں سکونت اختیار فرمائی۔ جس زمانے میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صفین کی جنگ کے لیے نکلے اس وقت آپ وہاں کے قاضی (جج) تھے۔ آپ نے ۵۶ھ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۴۲/ ۱۔عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الْمُرَابِطُ، فَاِنَّهٗ يَنْمُوْلَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، وَيُؤْمَنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ)) [1]

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مرنے والے کا عمل (اس کے مرنے پر) ختم ہو جاتا ہے، سوائے اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والے کے۔ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنوں سے بھی محفوظ رہے گا۔''

(۳۶) سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ

سیدنا مقدام بن معدیکرب بن عمرو الکندی۔ آپ کی کنیت ابو کریمہ یا ابو یحییٰ ہے۔ مشہور صحابی ہیں۔ شام میں فروکش ہوئے۔ آپ کی مروی احادیث شامیوں میں مشہور ہیں۔ صحیح قول کے مطابق ۸۷ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۱ سال تھی۔ (رضی اللہ عنہ)

۱۴۳/ ۱۔ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهٗ فِيْ اَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَيَاْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ، وَيُوْضَعُ عَلٰى رَاْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ، اَلْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ

[1] ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی فضل الرباط، رقم:۲۵۰۰؛ ترمذی، رقم: ۱۶۲۱؛ ابن حبان، رقم:٤٦٠٥؛ حاکم:۲/ ۷۹۔ وقال: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ووافقه الذهبی؛ وقال الترمذی: حديث فضالة حديث حسن صحيح؛ وقال الالبانی: صحيح۔

الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ)) [1]

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے پاس شہید کے لیے چھ انعامات ہیں: خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے بھی محفوظ رہے گا۔ اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج سجایا جائے گا اس تاج کا ایک موتی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سب سے بہتر ہے۔ بہتّر (۷۲) حوروں سے اس کی شادی کی جائیگی اور اس کے عزیز و اقارب میں سے ستّر (موحدین) کے حق میں اس کی سفارش قبول ہوگی۔''

اس حدیث میں بیان ہونے والے انعامات صرف اس شہید کے لیے ہیں جو محض اللہ کی رضا کے لیے خلوص دل سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ جنت میں گھر دکھایا جانا اس کے لیے خوشخبری ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے جان نکلنے کے دوران ہی اسے جنت کی بشارت مل جاتی ہے جیسا کہ صاحب یٰسٓ کے واقعہ میں ہے۔ گناہگاروں کے لیے قبر کا عذاب متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ مگر شہید اس سے محفوظ رہیں گے۔ دوسری روایات سے بھی ثابت ہے کہ شہید فتنہ قبر سے بھی محفوظ رہے گا۔

(۳۷) سیدنا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ

سیدنا واثلہ بن الاسقع بن کعب بن عامر اللیثی۔ آپ اس وقت مسلمان ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے۔ آپ کا شمار اہل صفہ میں ہوتا ہے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کی، بعدازاں شام میں دمشق سے نو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں بلاط میں قیام کیا۔ پھر بیت المقدس منتقل ہو گئے اور وہیں فوت ہوئے اس وقت آپ کی عمر سو

[1] ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب فی ثواب الشهید، رقم:١٦٦٣؛ ابن ماجه، رقم: ٢٧٩٩؛ احمد:٤/ ١٣١۔ قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح غریب؛ وقال الالبانی: صحیح۔

سال کے قریب تھی۔ (رضی اللہ عنہ)

١٤٤ / ١ ـعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ صَلّٰى عَلٰى رَجُلٍ ، فَقَالَ:((اَللّٰهُمَّ! اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ، وَحَبْلِ جِوَارِكَ، فَاَعِذْهُ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ، اَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ، اَللّٰهُمَّ! فَاغْفِرْلَهُ، وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ)) [1]

سیدنا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھتے ہوئے یہ دعا فرمائی: ''اے اللہ! فلاں کا بیٹا فلاں، تیرے سپرد اور حفاظت میں ہے۔ اور اسے فتنہ قبر اور آگ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔ آپ وفا اور حق والے ہیں۔ اس کی بخشش فرما اور اس پر رحم فرما۔ بلاشبہ آپ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں۔''

عذاب قبر حق ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے لیے عذاب قبر سے پناہ کی دعا فرمائی لیکن اس کا تعلق عالم غیب سے ہے۔ جس طرح ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بہت سی چیزوں پر بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں اسی طرح عذاب قبر پر بھی ایمان لاتے ہیں کیونکہ وہ زندہ لوگوں کے حواس کی گرفت سے باہر ہے۔

تمت بالخیر

آج ٦ ربیع الثانی ١٤٢٩ھ ١٣ اپریل ٢٠٠٨ء کو دوپہر بارہ بجے ''المسند فی عذاب القبر'' مکمل ہوئی جس کا آغاز نومبر ٢٠٠٧ء کو لاہور میں کیا گیا تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس عمل خیر کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میرے، میرے والدین بالخصوص والد محترم، اساتذہ کرام، معاونین اور دیگر جملہ مؤمنین کی مغفرت اور نجات کا ذریعہ بنائے اور اسے لوگوں کے عقیدہ وعمل کی اصلاح کا ذریعہ بنا کر ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے۔ آمین۔

[1] ابن حبان، کتاب الجنائز، رقم:٣٠٦٣؛ ابوداود، رقم:٣٢٠٢؛ ابن ماجه، رقم: ١٤٩٩۔ قال الالبانی: صحیح۔

فهرس الاحاديث والآيات والآثار

صحیح مسلم

مع مختصر شرح نووی

تالیف

ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ

ترجمہ

علامہ وحید الزمان رحمہ اللہ تعالیٰ

تخریج

فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ

فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

(۱) آیات کریمہ کی تخریج (۲) احادیث مبارکہ کی تخریج اور حدیث نمبر کے ذریعے دیگر کتب احادیث کی طرف رہنمائی (۳) اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی رسم الخط (۴) مختلف معتبر نسخہ جات سے تقابل اور موازنہ (۵) تین مختلف ایڈیشن (۶) اعلیٰ طباعت اور معیاری کاغذ (۷) خوبصورت جلد بندی اور دیدہ زیب سرورق (۸) مناسب قیمت

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

تفسیر ابن کثیر
امام المفسرین حافظ عماد الدین
ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ
المتوفی ۷۷۴ھ
ترجمہ
امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ
تخریج
کامران طاہر
تحقیق ونظر ثانی
حافظ زبیر علی زئی
تقریظ
ابو الحسن مبشر احمد ربانی
حافظ صلاح الدین یوسف
☆ تمام آیات قرآنیہ، احادیث کریمہ کی مکمل تخریج وتحقیق کا اہتمام
☆ خوبصورت سرورق، معیاری طباعت، بہترین کاغذ، مناسب قیمت
مکتبہ اسلامیہ
لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973
فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

أمير المؤمنين في الحديث

ابو عبد الله محمد بن اسمٰعیل البخاری

ترجمہ

مولانا محمد داؤد راز

نظر ثانی

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

تخریج

فضیلۃ الشیخ احمد زہوۃ — فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ

(۱) آیات کریمہ کی تخریج (۲) احادیث مبارکہ کی تخریج اور حدیث نمبر کے ذریعے دیگر کتب احادیث کی طرف راہنمائی (۳) اقوال رسول ﷺ کا امتیازی رسم الخط
(۴) درسی نسخہ ہندیہ سے تقابل اور موازنہ (۵) تین مختلف ایڈیشن
(۶) اعلیٰ طباعت اور معیاری کاغذ (۷) خوبصورت جلد بندی اور دیدہ زیب سرورق
(۸) مناسب قیمت

مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

المسند
في
عذاب القبر